سفینۃ البحر

فی ذکر

مناقب السادات

مؤلفہ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری سورتی

[illegible]

سفینۃ الخیرات

فی ذکر

مناقبِ السادات

مؤلفہ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری سورتی

ناشر

شعبۂ تصنیفاتِ علمیہ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دار المسافرین

دیوبند

نام کتاب : سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السّادات
نام مصنّف : مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ
سنِ اشاعت : ۲۲ر اپریل ۱۹۹۲ء
ایڈیشن : تیسرا
تعدادِ اشاعت : ایک ہزار
ضخامت : ۲۶۸ صفحات
قیمت : ۸۰ روپے

ناشر : شعبۂ تصنیفاتِ علمیہ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند (یوپی)

فہرست مضامین ”سفینۃ الخیرات“

پہلی فصل

دُوسری فصل

تیسری فصل

چوتھی فصل

پانچویں فصل

چھٹی فصل

ساتویں فصل

آٹھویں فصل

صفحہ نمبر

نویں فصل

دسویں فصل

خاتمہ

مقدمۃ الکتاب

از داعی الی اللہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ مہتمم مدرسہ اسلامیہ

اصغریہ دار المسافرین دیوبند

مقدمۃ الکتاب

از داعی الی اللہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مہتمم مدرسہ اسلامیہ

اصغریہ دار المسافرین دیوبند

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و تعلق صرف اخلاقی رواداری یا آپ کے حقوق و احسانات کا بدلہ چکانے کا معاملہ نہیں بلکہ یہ عین تقاضائے ایمان اور امتثال قرآن بھی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے خطبہ میں بطور خاص امت کو اس کی تاکید فرمائی ہے

انی قد ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی (ترمذی ص ۲۱۹)

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑیں ہیں جب تک انھیں مضبوطی سے تھامے رہوگے گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے خاندان اہل بیت۔

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید فرمائی۔

والذی نفسی بیدہٖ لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہٖ (ترمذی ص ۲۱۷ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۱)

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم اہل بیت سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے محبت نہ کرے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت حسین رضؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ نے مجھ سے کہا کہ تم ہمارے پاس آتے اور بیٹھتے نہیں ؟ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گھر پر گیا۔ اس وقت وہاں تخلیہ ہورہا تھا۔ دروازے پر اُن کے فرزند عبداللہ رضؓ انتظار میں بیٹھے تھے میں یہ دیکھ کر واپس چلا آیا۔ اس کے بعد جب ملاقات ہوئی تو فرمایا بیٹے تم ہمارے پاس آتے نہیں ؟ میں نے کہا میں آیا تھا لیکن اس وقت تنہائی تھی۔ میں نے دیکھا کہ خود آپ کے فرزند عبداللہ رضؓ اجازت کے منتظر ہیں۔ میں واپس آگیا۔ فرمایا کہ عبداللہ بن عمر کو اجازت ہوتی یا نہ ہوتی تم اندر آسکتے تھے ہمارے دل ودماغ میں ایمان کی جو تخم ریزی ہوئی ہے وہ اللہ کا احسان ہے پھر تمہارے گھرانے ہی کا فیض ہے۔ یہ کہہ کر شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ (کنز العمال ص ۱۰۵ ج ۷، الاصابۃ ص ۳۳۳ ج ۱)

حضرت عمر رضؓ جیسے مزاج آشنائے نبوت کے مذکورہ الفاظ سے اندازہ لگائیے کہ ایمان کے باب میں اہل بیت نبوت سے تعلق کی کیا قدر وقیمت ہے اور اس کی کتنی زیادہ اہمیت ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنے لگے تو غیرت ایمانی کا تقاضا ہو جاتا ہے کہ اس پر تنبیہ کی جائے۔

فرزدق کی غیرتِ ایمانی

چنانچہ تاریخ ابن عساکر اور ابونعیم اصفہانی کی روایت ہے کہ

ہشام بن عبدالملک جب اپنے باپ کے زمانۂ سلطنت میں حج کو آیا تو خانۂ کعبہ کے طواف میں بہت کوشش کی کہ حجرِ اسود تک پہنچے اور بوسہ دے مگر کثرتِ ازدحام کی وجہ سے بوسہ دینا نصیب نہ ہوا۔ آخر اس کے لئے کرسی بچھادی گئی اور وہ اس پر بیٹھ کر مخلوق کا نظارہ کرنے لگا سردارانِ اہلِ شام کی ایک جماعت اس کے

ساتھ تھی۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن حسینؑ آئے کہ صورت کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین تھے اور مہک اور خوشبو کے اعتبار سے سب میں زیادہ معطر۔ پس خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حجرِ اسود پر پہنچے تو سب آدمی ایک طرف ہو گئے اور آپ نے حجر اسود کا بوسہ دیا۔

تب ایک شامی شخص نے ہشام سے کہا کہ یہ کون شخص ہے جس کی لوگوں پر اتنی ہیبت ہے۔ ہشام نے اس اندیشہ سے کہ اہل شام ان کی طرف رغبت نہ کرنے لگیں۔ کہا۔ کہ مجھے معلوم نہیں کون ہے۔ فرزدق شاعر اس وقت وہاں موجود تھا اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے وہ کون ہے اور چند اشعار پڑھے جن میں سے بعض مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔

هٰذا ابن خیرِ عباد الله کلهم　　　هٰذا التقی النقی الطاهر العَلَم

یہ جملہ بندگانِ خدا میں بہترین شخص کا صاحب زادہ ہے۔ یہ پاک صاف ستھرا نشان ہے۔

هٰذا الذی تعرفُ البطحاءُ وطأتَهٗ　　　والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہے جس کے قدم کو ساری بطحار کی زمین جانتی ہے۔ اس کو خانہ کعبہ بھی پہچانتا ہے اور حل و حرم بھی

هٰذا ابن فاطمةؓ ان کنت جاهله　　　بجدّهٖ انبیاءُ الله قد خُتِمُوا

اگر تو نہیں جانتا تو سن لے کہ یہ فاطمہ کا بیٹا ہے۔ اس کے نانا پر سارے انبیار خداوندی کی خاتمیت ہوتی ہے۔

مشتقةٌ من رسولِ اللهِ نبعتهٗ　　　طابت عناصرهٗ والخِیمُ والشِّیَمُ

اس کا چشمہ پیغمبر خدا سے نکلا ہے کہ اس کے اصول و عادات و خصائل سب عمدہ ہیں۔

ولیس قولُكَ مَنْ هٰذا بضائرهٖ　　　العربُ تعرفُ من انکرتَ والعجَمُ

تیرا یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا ان کے لئے کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ جس سے تو ناواقف ہے عرب اور عجم اس کو جانتا ہے

کلتا یدَیْهِ غیاث عَمَّ نفعُهُما　　　یستوکفان ولا یعروهما عدم

ان کے دونوں ہاتھ ابر باراں ہیں جن کا نفع سب کو عام ہے کہ برابر برستے رہتے ہیں تمام ہو جانا

ان کو پیش نہیں آتا۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِی تَشَہُّدِہٖ ۔۔۔ لَوْلَا التَّشَہُّدُ کَانَتْ لَاءُہٗ نَعَمُ

انھوں نے بجز کلمۂ شہادت لَآ اِلٰہَ کے لفظ لا کبھی بولا ہی نہیں۔ اور کلمۂ شہادت نہ ہوتا تو ان کا لا بھی نَعَم بن جاتا اور نہیں کی جگہ ہاں ہوتا۔

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّہُمْ دِیْنٌ وَبُغْضُہُمُ ۔۔۔ کُفْرٌ وَقُرْبُہُمْ مَنْجیً وَمُعْتَصِمُ

یہ اس گروہ کا فرد ہے جس کی محبت عین دین اور بغض عین کفر ہے اور ان کا قرب باعث نجات وحفاظت ہے۔

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ ذِکْرُھُمُ ۔۔۔ فِی کُلِّ بَدْءٍ وَمَخْتُوْمٌ بِہِ الْکَلِمُ

اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہر کام کے شروع میں مقدم ہے اور خاتمہ بھی انھیں کے ذکر پر ہے۔

پس جب ہشام نے یہ اشعار سنے تو غضب ناک ہوگیا اور فرزدق کو عسفان میں قید کر دیا۔ اور حضرت زین العابدین نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے اور کہلایا کہ ہم معذور ہیں اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ موجود ہوتا تو زیادہ بھیجتے فرزدق نے کہا کہ میں نے تو ان کی مدح اللہ کے واسطے کی ہے صلہ اور انعام کے لئے نہیں کی اور درہم واپس کر دئیے۔ مگر زین العابدینؓ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کوئی شئے ہبہ کر دیتے ہیں تو اس کو واپس نہیں لیا کرتے تب فرزدق نے اس کو قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد قید خانہ میں ہشام کی ہجو لکھ کر اس کے پاس بھیج دی پس ہشام نے اس کو رہا کر دیا کہ کہیں زیادہ بدنام نہ کرے۔

(البصائر فی تذکیر العشائر ص ۶۰۱ تا ۶۰۳ ج ۲)

کتاب کی ضرورت واہمیت

ایسے ابتر زمانہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے حقوق سے جو امت پر واجب ہیں غفلت وکوتاہی برتی جارہی ہو اور باطل عقاید اور فاسد خیالات

کی اشاعت عام ہو اور اسلام کے اولین معماروں کی قربانیوں کو فراموش کیا جا رہا ہو اور ان کی شان میں زبان درازی کی جا رہی ہو اور ان کے مرتبہ و مقام کی پہچان اٹھائی جا رہی ہو۔ علماء حق کی دینی غیرت کا تقاضا ہو جاتا ہے کہ وہ سیف و قلم سنبھالیں اور کتاب و سنت کی صراطِ مستقیم پر امت کو کھڑا کر دیں۔ اور صحیح اسلامی عقاید کی دعوت و تبلیغ اور دین حق کی ترویج و اشاعت و اہل حق کی مدافعت و حمایت کی پوری کوشش کریں۔ اسی بات کی طرف قرآن پاک کی سورہ بقرہ آیت ۱۴۲ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں توجہ دلائی گئی ہے

اذا لعن آخر هذه الامة اولها فمن كتم حديثاً فقد كتم ما انزل الله (ابن ماجه ص ۲۳)

جب اس امت کے بعد والے اپنے پہلے بزرگوں (بالخصوص صحابہ و اہل بیت) کو برا کہنے لگیں تو اس وقت (صحابہ و اہل بیت کے فضائل و مناقب کے سلسلے کی) حدیث کو کوئی چھپائے تو وہ اللہ کے نازل کردہ حکم کو چھپانے والا قرار پائے گا۔

میرا خیال ہے کہ اسی احساس کے تحت مصنف "سفینۃ الخرات" نے قلم اٹھایا اور اس فرض کفایہ کو ادا کر کے سب کو کتمان کے وعید سے بچا لیا۔ اور اس دینی سرمایہ کی امت تک نقل و اشاعت کر کے اپنے ساتھ ان لوگوں کے لئے بھی سفینۂ نجات فراہم کر دیا جو اس پر عمل پیرا ہوں یا کسی بھی درجہ میں اس کار خیر میں شریک و سہیم رہے ہوں۔ یہ محض توفیق الٰہی اور لطیفۂ غیبی ہے کہ "شعبہ تصنیفات علمیہ مدرسہ اصغریہ دار المسافرین دیوبند"، کی طرف سے اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کا فیصلہ بایں امید کیا گیا کہ امت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق واجبہ سے شغف اور ادا ان کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو اور کسی طرح یہ فرض ادا ہو سکے تاکہ ہر مومن کے دل میں محبتِ اہل بیت کے ذریعہ ایمان کی جو

تخم ریزی ہوئی ہے وہ بار آور ہو۔

مدرسۂ اہلِ بیت

اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند خاندان اہل بیت نبوت کی تین سو سالہ قدیم علمی یادگار ہے اور اس کے بانیان کرام حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے خاندانِ اہل بیت کے چشم و چراغ اور آل اطہار کی مقدس روایات کے حامل وامین تھے اور صرف یہی وجہ ہے کہ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ میں تین سو سے بھی زائد طالبانِ علوم نبوت کی تقدیر و پذیرائی مہمانانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وحیثیت سے کی جاتی ہے اور اسی نسبت کے سبب یہ ہر طرح مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کی تجدید اشاعت اسی مدرسہ کی سعادت کا حصہ بنے۔

نئی ترتیب وتحسین

یہاں اس بات کا اظہار ہو جائے تو بہتر ہوگا کہ کتاب کا پیش نظر ایڈیشن پچھلی طباعت کے مقابلے میں بہت حد تک جدید تقاضوں کا حامل ہے اور اس میں کئی مناسب ترمیم کی گئی ہے مثلاً ① احادیث کے ترجمے بالمقابل عبارت کے بجائے نیچے لائے گئے ہیں ② تیزان کے نمبروں کو ان کے صحیح مقام پر لگایا گیا ہے ③ اسی طرح عربی اشعار کے ترجموں میں ہر شعر کے نیچے اس کا ترجمہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ قاری ہر شعر کے مطلب ومفہوم سے الگ الگ واقف ہو سکے ④ اسی طرح بعض مضامین کو جن کا کتاب سے برائے نام تعلق ظاہر ہوتا تھا اس کو موزوں عنوان دے کر کتاب سے مربوط کیا گیا ہے جیسے خواب میں زیارتِ نبوی والا مضمون ⑤ مرثیہ کے اشعار کو بھی ایک خاص نہج کے ساتھ رکھا گیا ہے ⑥ اور اسی کے ساتھ کتابت کے ظاہری ومعنوی حسن کو دوبالا کرنے کی خصوصی کوشش کی گئی ہے۔

لفظ "امام" پر ایک نظر

البتہ بعض لاحقہ جملوں یا آداب والقاب میں تبدیلی ضروری نہیں سمجھی گئی۔ مثال کے طور پر سیدنا حسین متعنا اللہ بحبّہٖ اور آپ کے دوسرے اہل بیت کے اسمار گرامی کے ساتھ لفظ "امام" کو مصنّف کے حسب تحریر باقی رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم کو ان ناموں کے ساتھ لفظ امام کے الحاق پر اعتراض ہے۔ چنانچہ حضرت امام المحدثین شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا یہ مکاشفہ بے حد قابل غور ہے۔

"میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فرقۂ شیعہ کے متعلق دریافت کیا۔ مجھے جواب ملا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ "امام" سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جب اس روحانی مراقبہ کی کیفیت ختم ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ واقعی امام ان حضرات کے نزدیک وہ معصوم ہستی ہے جس کی طاعت فرض ہے اور جس پر باطنی وحی آتی ہے اور حقیقت میں یہی نبی کی تعریف ہے۔ اس لئے ان کا مذہب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص۴/۵ مطبوعہ دہلی)

خود کتب شیعہ میں اس سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حد درجہ افسوسناک اور اظہار برآت کے لائق ہے۔ خاص طور پر یہ بات تو ان کے فساد عقیدہ کی بدترین مثال ہے

ائمہ کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اور ساری مخلوق اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام سے برتر و بالا ہے۔ ائمہ کو ماکان ومایکون کا علم تھا۔ ائمہ انبیاء ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں۔

(اصول کافی ص۱۰۳/۲۵۹ و شرح اصول کافی ص۲۲۹ ج ۲)

یہی وہ حقیقی سبب ہے جس کے پیش نظر علمائے اہل سُنت والجماعت نے غیر انبیاء اور خاص طور پر اہلبیت کے اسمار گرامی کے ساتھ لفظ "امام" کے لکھنے

اور بولنے کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ ورنہ فی نفسہ غیر انبیاء کے لیے اس لفظ کے استعمال میں شیعہ تصور سے ہٹ کر کوئی قباحت محسوس نہیں کی گئی۔ چنانچہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے خطبات جمعہ میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے " الامامین الہامین" استعمال فرمایا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل کے ساتھ اس کا اطلاق شائع ذائع ہے۔

اس کے علاوہ قرآن حکیم کی آیت وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (سورہ سجدہ آیت ۲۴) غیر انبیاء پر لفظ " امام" کے اطلاق کا واضح اشارہ کرتی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

> اس آیت میں علماء بنی اسرائیل میں سے بعض کو امامت و پیشوائی کا درجہ عطا فرمانے کے دو سبب ذکر فرماتے ہیں۔ اوّل صبر کرنا۔ دوسرے آیاتِ الٰہیہ پر یقین کرنا۔ (معارف القرآن ص ۴، ج ۷)

اور یہ واقعہ ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی دینی پیشوائی اور ان کے کارناموں اور خصوصی مقام اور امتیازی اوصاف کمال کو اگر مختصر لفظوں میں بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مبارک زندگیاں " لمّا صبروا" اور " کانوا بآیاتنا یوقنون" کی عملی تفسیریں تھیں اور اس اعتبار سے ان دونوں جگر گوشۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ " امام" کا اطلاق جتنا موزوں نظر آتا ہے اہل علم اسے بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ حسن اتفاق سے جب یہ سطریں زیر تحریر تھیں ہمیں اپنے دو جلیل القدر اکابر حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی اور مخدومی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہما کے دو خطوط دستیاب ہوئے

جن سے اس مسئلہ میں ایک فیصلہ کن نقطۂ نظر سامنے آجاتا ہے اور ان سے مصنّف کی تصویب وتائید ہوتی ہے۔

یہ دونوں مکاتیب گرامی لفظ بہ لفظ درج ذیل ہیں

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بنام حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہما

بخدمت اقدس ادام اللہ ظلال برکاتکم ونورنا بانوار فیوضکم

بعد سلام مسنون آنکہ ایک امر میں حضرت اقدس کا ذوق اپنے عمل کیلئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے نام پر "امام" کا لفظ تحریر وتقریر میں استعمال کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ استعمال میں تشبیہ بالرفض کا شبہ ہے کہ اصل اطلاق اس کا شیعہ کے یہاں سے ہے۔ عدم استعمال میں تشبہ بالخروج کا شبہ ہے کہ اب یہ لفظ اہل سنّت کے کلاموں میں اتنی کثرت سے استعمال ہونے لگا کہ گویا جزوِ نام بن گیا اپنے اکابر کی کلامیں دونوں طرح کی ملتی ہیں۔ فتاوی مولانا عبدالحیؒ صاحب ماثبت بالسنۃ للشیخ عبدالحق وغیرہ میں امام حسن امام حسین کو لفظ امام کے ساتھ متعدد جگہ استعمال کیا گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خطبہ میں عن الامامین الھمامین ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے رسائل ردِ شیعہ میں نہیں ہے جناب حسن اور حضرت حسین وغیرہ کے الفاظ ہیں

دعا کا محتاج
زکریا کاندھلوی مظاہر علوم سہارنپور
۲۰ر ذیقعدہ ۵۷ھ

جواب از حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

الجواب۔ میرا ذوق ہی کیا۔ مگر میرے اعتقاد میں یہ تشبہ اس لیے نہیں کہ

اس کا شیوع اس قدر ہو گیا کہ خصوصیت کا شائبہ نہیں رہا۔ البتہ اگر اطلاق کے وقت اس کا خیال آجاتا ہے تو بجائے "امام" کے حضرت کا لفظ استعمال کرتا ہوں اور اَولیٰ سمجھتا ہوں۔

(آپ بیتی ۶/۵ صفحہ ۴۱)

رضی اللہ عنہ کا استعمال

رہا غیر صحابی کے لیے "رضی اللہ عنہ" کا استعمال تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی کتابوں میں صحابہؓ ہی کے ساتھ اس کے استعمال کی تخصیص اور صراحت نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے برعکس عام اساطین علم و فضل اور سلف صالحین کے ناموں کے ساتھ کتب فقہ تفسیر و حدیث میں اس کا استعمال عام ہے۔ اور اس پر نکیر کی کوئی علمی بنیاد نظر نہیں آئی۔ پھر بھی ہم نے بعد والوں کی رعایت میں بہت سے مقامات پر اس جملہ کو حذف کر دیا ہے۔ اگر کہیں مخفف صورت میں باقی رہ گیا ہو تو اسے مذکورۂ بالا وجہ پر محمول کیا جائے۔

علیہ السلام کا مسئلہ

جہاں تک "علیہ السلام" کے جملہ کا غیر نبی کے لئے استعمال اور خاندان اہل بیت کے چشم و چراغ حضرت حسنؓ و حسینؓ وغیرہما پر اس کے اطلاق کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں علماء اہل سنت والجماعت کی رائے یہ ہے کہ انبیاء کرام کے ذکر مبارک کے ساتھ تبعاً دوسروں کے لئے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ مستقل طور پر غیر نبی کے لیے اس کا استعمال مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصطلاح شریعت میں غیر نبی کے لئے اس کا استعمال مشہور و متعارف نہیں ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ روافض کے زیر اثر دوسرے حلقوں میں بھی اس کا استعمال ہوا۔ اسی واسطے احتیاط اسی میں ہے کہ علیہ السلام کو اس کے مواقع استعمال میں ہی استعمال کیا جائے مشہور فقیہ حنفی شیخ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں:

"وکذلك "علیه السلام" لم یعهد فی لسان الشرع الا تبعًا فلا یقال
فلان علیه السلام - فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع" (غنیۃ المستملی)

"اسی طرح "علیہ السلام" شریعت کے عرف میں غیر نبی کیلئے متعارف نہیں
ہے مگر تبعًا - لہٰذا کسی غیر نبی کو "علیہ السلام" نہیں کہا جائیگا - اس سلسلے میں
سلف کا طریقہ اختیار کرنا اور بدعت سے بچنا واجب ہے۔"

لیکن صاحب " اصول الشاشی " نے اس روایت کے برخلاف غیر نبی کے لئے مستقل طور پر اس کو استعمال کیا ہے والسلام علی ابی حنیفة واصحابه - جس سے جواز مفہوم ہوتا ہے - اور بعض شارحین نے اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے حسنِ اعتقاد میں روایت شکنی کی ہے - اگر بات یہی ہے تو اس سے گنجائش نکلتی ہے کہ ائمہ اہل بیت کے ساتھ حسن اعتقاد میں علیہ السلام لکھا جائے - اور ممکن ہے اسی بات کے پیش نظر صاحب "سفینۃ الخیراتؒ" نے بھی اہل بیت نبوت کے معزز ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہو - تاہم بیشتر مقامات سے ہم نے اسے حذف کر کے اس کی جگہ دوسرا جملہ اس لئے لکھ دیا تاکہ حتی الامکان اختلاف سے بچا جا سکے اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے -

آخری بات

اخیر میں اس واقعہ کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے پوتے مولوی مرغوب احمد صاحب سلمہ جو اپنے نام میں بھی جد امجد کے شریک ہیں اور ان کی علمی وراثت کے پاسبان وامین بھی ہیں - عرصہ دراز سے اس کتاب کی تجدید اشاعت کے لئے فکرمند تھے - تاکہ اس قیمتی علمی سرمایہ کی حفاظت واشاعت اور امت مسلمہ کے حق میں اس کا نفع عام اور تام ہو - چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کے جذبۂ صادق

کی پذیرائی فرمائی اور چند سعادت منداہل خیر کے تعاون سے یہ مرحلہ آسان ہوگیا۔
دعا رہے حق تعالے شانہ اس کتاب کی تجدید اشاعت کو صاحب کتاب اور اس کی طباعت واشاعت کے شرکار کار اور ناشر وراقم سطور کے حق میں فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔

فقط والسّلام

سیّد خلیل حسین عفی عنہ

مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند
۲۲ر شعبانُ المعظم ۱۴۱۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ صاحبِ کتاب کے بارے میں

از حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم
مفتی اعظم وصدر امارت شرعیہ گجرات

حامدًا ومصلّیاً ومسلما۔ امابعد! صاحبِ کتاب "سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السادات" حضرت العلام الحاج المفتی مولٰنا مرغوب احمد لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں پائی استاذ العلماء حضرت مولانا احمد میاں صاحب صوفی رحمۃ اللہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا تھا، مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے بعد جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے کچھ عرصہ قیام کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکے اور دہلی میں مدرسہ عبدالرّب میں داخل ہوئے صدر مدرّس حضرت مولانا عبدالعلی محدّث سے بہت متاثر ہوئے دورۂ حدیث کی کتابیں حضرت موصوف سے پڑھیں ۱۳۲۳ھ میں فارغ ہوئے اور حضرت مولانا شاہ محمّد نعیم فرنگی محلی لکھنوی کے خلیفہ حضرت مولانا اعظم حسین صدیقی سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل فرماکر لاجپور تشریف لائے کچھ مدّت مدرسہ اسلامیہ میں پڑھایا اور مخلص احباب کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلّمیہ قائم کیا اور صدر مدرّس و مفتی کی حیثیت سے کافی عرصہ خدمت انجام دیتے رہے پھر سورتی جامع مسجد کے دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہوئے اور بڑی شان اور نہایت خوبی کے ساتھ عظیم ذمہ داری اور مفوّضہ دینی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کے وطن لاجپور کی جامع مسجد بہت بوسیدہ اور مخدوش حالت میں تھی اس کی تعمیر کے لیے آپ نے بڑی کوشش فرمائی اور اسی مقصد سے لاجپور قیام

فرمایا اور بہت شاندار مسجد تعمیر ہوگئی حق تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کو زمانۂ طالب علمی سے اتباع سُنّت کا التزام تھا چھوٹی چھوٹی سنتوں پر پابندی سے عمل تھا اور اس کی برکت سے بزرگان دین اور علماء ربانی کی صحبت اور زیارت اور ان کی دُعا حاصل کرنے کے مواقع بسہولت نصیب ہوتے رہے اور قلب صاف اور شفاف ہوتا گیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من حفظ سنتی اکرمہ اللہ تعالیٰ باربع خصال المحبۃ فی قلوب البررۃ والھیبۃ فی قلوب الفجرۃ والسعۃ فی الرزق والثقۃ فی الدین، جس نے میری سنت کا تحفظ کیا حق تبارک وتعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم فرمائیں گے (۱) پاکبازوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا (۲) اور بدکاروں کے دلوں میں ہیبت (۳) رزق کو فراخ کردے گا (۴) اور دین میں پختگی اور استقامت نصیب فرمائیے گا۔

(شرح شرعۃ الاسلام)

مذکورہ چاروں نعمتیں مولانا کو حاصل تھیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

مولانا رحمہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علمبردار تھے، فرمان نبوی "من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم" یعنی تم میں سے جو بھی کوئی بُری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو بُرا مانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶) پر شدّت سے عمل تھا کیسا ہی موقعہ ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے باز نہیں رہتے تھے مندرجہ ذیل ایک فقہی مسئلہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صوفی صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کو عوام کی اصلاح کی بڑی فکر لاحق تھی، جمعہ کے بعد لوگ ٹھہرتے نہیں تھے اس لیے خطبۂ جمعہ کے بعد نماز سے پہلے بیان فرماتے اور عصر کے وقت بھی موقع نکال ہی لیتے چنانچہ ایک روز عصر کی نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور حضرت صوفی صاحبؒ نے بیان شروع کیا پھر مکبّر سے اقامت کہنے کا حکم فرمایا اقامت کے بعد پھر دوبارہ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحت شروع کی پھر تیسری بار اقامت کے لیے حکم دیا تو حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب سے رہا نہ گیا بصد احترام اور تواضع سے عرض کیا کہ تکرار اقامت مشروع نہیں ہے حضرت صوفی صاحب کو غصہ آگیا اور فرمایا کون ہے ؟ عرض کیا مرغوب ! فوراً یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹے کہ وقفہ ہوگیا تھا اس لیے اعادہ کے لیے کہا نماز کے بعد فرمانے لگے یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے عرض کیا حضرت ! کتب فقہ میں موجود ہے اور بہشتی گوہر میں بھی یہ مسئلہ ہے۔ چنانچہ "بہشتی گوہر" لائی گئی اور حضرت کو پوری تفصیل سُنائی تو بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا اور بہت دعائیں دیں۔

حضرت مولانا موصوفؒ کی وصیّت تھی کہ نماز جنازہ احقر پڑھائے میں اُس وقت سفرِ حج میں تھا، حضرت کی وفات کے روز نوساری آگیا اور لاجپور سے اطلاع آئی کہ حضرت کا وصال ہوگیا خدا کی شان دیکھئے اور مرحوم کی کرامت کہئے کہ حضرت کی خواہش پوری ہوگئی۔

مولانا میں بڑی خوبیاں تھیں علم وعمل میں بڑے پختہ تھے سنّت کی اتّباع اور عشقِ رسول کے ساتھ اہلِ بیت اور آلِ رسول سے والہانہ محبت تھی سادات کی بڑی تکریم اور تعظیم فرماتے اِسی جذبہ کے ساتھ اہلِ بیت کے فضائل اور حالات پر کتاب "سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السادات" مرتب فرمائی اور عوام وخواص میں بہت مقبول ہوئی اور یقیناً مذکورہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے بچوں کو بھی

پڑھ کر سنائی جائے تاکہ ہر شخص کے دل میں اہل بیت کی محبت و عظمت (جو جزو ایمان ہے) پیدا ہو۔

مولانا مرحوم کے نیک سیرت اور پاک طینت صاحبزادے جناب الحاج اسمٰعیل (عرف بھائی میاں) سلّمہٗ اور پوتے عزیز مولوی مرغوب احمد سلّمہٗ اور دوسرے پوتے رشید احمد اس کتاب کو دوبارہ طبع کرانے کا ارادہ کر رہے ہیں حق تعالیٰ اُن کی مساعیٔ جمیلہ کو کامیاب اور بار آور فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ اس سے فیض یاب اور ان کے قلوب اہل بیت کی محبت سے سرشار ہوں، اور مرحوم کے لیے اور طبع کرانے اور سعی کرنے والوں کے لیے اسے صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔

مولانا مرحوم کی اور بھی گرانقدر تصنیفات ہیں (۱) توحید اسلام (۲) جمع الاربعین (۴۰ احادیث مع ترجمہ اور فوائد) وغیرہ توحیدِ اسلام میں اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے فی زماننا اس کی طباعت کی بھی ازحد ضرورت ہے، مرحوم کے صاحبزادے اور پوتے اسکی طباعت کی بھی فکر اور کوشش کریں تو مرحوم کے علمی کارنامہ اور دینی خدمت سے امّت فیضیاب ہوگی اور مرحوم کی علمی یادگار تازہ اور آشکارا ہوگی مرحوم کے مراتب اور درجات بلند اور مرحوم کی روح خوش ہوگی۔

حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر و مغرب قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کلّ شیٔ قدیر" دس بار پڑھتے تھے۔

اس کی بڑی فضیلت آئی ہے مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

عن عبدالرحمٰن بن غنم عن النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من قال قبل ان ینصرف (من مکان صلوتہ) ویثنی رجلیہ من

صلوٰۃ المغرب والصبح لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہٗ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیئ قدیر، عشر مرات کُتِب لہ بکل واحدۃٍ (من المرات) عشر حسنات ومُحیت عنہ عشر سیئات ورُفع لہ عشر درجات وکانت لہ حرزاً من کل مکروہ وحرزاً من الشیطان الرجیم ولم یحل لذنب ان یدرکہ الا الشرک وکان من افضل الناس عملاً الا رجلاً یفضلہ یقول افضل مما قال رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۹۰ باب الذکر بعد الصلوٰۃ) یعنی: حضرت عبد الرحمان بن غنم رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات لا الٰہ الا اللّٰہ ..... الخ دس مرتبہ پڑھے تو ہر مرتبہ کہنے پر اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کیے جاتے ہیں اور یہ کلمات اس کے لیے ہر بری چیز سے امان اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مولانا موصوف کو عربی ادب پر کافی عبور تھا اردو زبان بڑی فصیح بولتے تھے، اور اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے تقریر و تحریر دونوں میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

آپ کا علمی ذوق اور سنّت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا، حضرت کی ولادت کی تاریخ ۳؍ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۰۰ھ ہے اور وفات ۱۳۸۲ھ میں بعمر ۸۱ سال ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ غفر اللّٰہ لہٗ واسکنہ جنۃ الفردوس وافاض

علیہ شآبیب رضوانہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَام وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَام وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَام اَبْلِغ لِرُوحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامُ۔

حضرت مولانا کا وصال ہوگیا ہے مگر حضرت مرحوم کی دینی اور علمی خدمات و تقویٰ اور مبارک تالیفات مولانا کی یادگار اور آثار حیات ہیں۔

موت التقی حیاۃ لا نفاد لہا
قدمات قوم وھم فی الناس احیاء

جو متقی اور پرہیزگار ہے اس کی موت کے بعد اسے ایسی زندگی میسّر ہوتی ہے جس کے لیے فنا نہیں ہے۔ ہاں ایک قوم ظاہر کے اعتبار سے مر چکی ہے۔ حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہے۔

شہیدانِ محبّت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا
حیاتِ جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہوکر

رویائے صادقہ: اتباع سنت کی برکت تھی کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی، ایک دفعہ لاجپور کی جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد برآمدہ میں دوگانہ پڑھتے ہوئے آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سبحان اللہ والحمد للہ وَلَا الٰہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

العبد الضعیف السیّد عبد الرحیم لاجپوری غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ
۲۸ محرم الحرام سنہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰ اگست سنہ ۱۹۹۰ء

سخنہائے گفتنی

از جناب مولوی مرغوب احمد صاحب نبیرہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

حق تعالیٰ نے ہر قلبِ مؤمن میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی نہ کسی درجہ میں ضرور رکھی ہے۔ اور کیوں نہ ہو بموجب فرمان مصطفوی یہ محبت مطلوب بھی ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہ والناس اجمعین (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اسکی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

قرنِ اوّل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال نمونہ پیش کیا ہے اس کا عصرِ حاضر میں تصور بھی مشکل ہے ان حضرات کے لیل و نہار، حتیٰ کہ رفتار و گفتار، عمل و کردار، اکل و شرب، عبادت و ریاضت سب کچھ اسوۂ نبوی کے مطابق تھا۔

اسی عشق و محبت نبوی کا تقاضہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے بھی محبت ہو چنانچہ فرمان باری ہے۔

قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔ (سورۂ شوریٰ)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدو کہ میں تم سے تبلیغِ احکام پر اجرت نہیں مانگتا بجز اس کے کہ تم میری قرابت سے محبت کرو۔

اسی کو دوسری صدی ہجری کے مجدد حضرت امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے اپنے شعر میں یوں کہا ہے۔

یا اهل بیت رسول الله حبكم　　فرض من الله فی القرآن انزله

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے کہ اس کو قرآن میں نازل فرمایا ہے

كفاكم من عظيم القدر انكم　　من لم يصل عليكم لاصلوة له

تمہاری رفعت و شان کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود و سلام نہ پڑھا اسکی نماز بھی نہ ہوئی

اور بکثرت احادیث فضائل اہل بیت میں وارد ہوئیں ہیں۔ نویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے "احیاء المیت بفضائل اهل البیت" میں ساٹھ احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ جس کو حضرت مؤلفؒ نے اس کتاب کی دوسری فصل میں معہ ترجمہ کے شامل کر دیا ہے۔ جس میں یہاں تک تاکید کی گئی ہے۔

من ابغضنا اهل البيت فهو منافق

جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے

دوسری حدیث میں ہے۔

بغض بنی هاشم والانصار كفر وبغض العرب نفاق۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

فرزدق شاعر نے اس حدیث کی ترجمانی حضرت امام زین العابدینؒ (متوفی ۹۵ھ) کے فضائل و مناقب میں یوں کی ہے۔

من معشر حبهم دين بغضهم　　كفر و قربهم منجى ومعتصم

یہ اس گروہ کا فرد ہے جس کی محبت عین دین اور بغض عین کفر ہے اور ان کا قرب باعثِ نجات و حفاظت ہے۔

انہی احادیث کی بناء پر ہمارے اسلاف کا جو سلوک حضورؐ کے اہل خاندان اور سادات کے ساتھ رہا ہے کتب سیر و تاریخ کے اوراق ان سے پُر ہیں۔ حتیٰ کہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ (متوفی ۱۲۳۰ھ) کے حالات میں یہاں تک لکھا ہے کہ سیّد خواہ شیعہ ہی کیوں نہ ہو اس کی بھی تعظیم فرماتے تھے چنانچہ ارواحِ ثلاثہ میں لکھا ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سیّد کو تعظیم دیتے تھے خواہ سُنّی ہو یا شیعہ ـــــ ایک رئیس تھا شیعی اس کے یہاں شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی اس عادت کا تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سُنّی تھے۔ اس پر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی خدمت میں چلتا ہوں اگر انہوں نے میری تعظیم دے دی تو میں سُنّی ہو جاؤں گا اور اس سے میرے سیّد ہونے کی تصدیق ہو جاتے گی اور یہ کہہ کر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور جو لوگ اس کے یہاں موجود تھے وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیے اس رئیس نے کہہ دیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کوئی شخص مجھ سے آگے نہ جاوے۔ جب شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حسبِ عادت شاہ صاحب نے اس کو تعظیم دی۔ اس نے کہا کہ حضرت آپ نے مجھے تعظیم کیوں دی؟ آپ نے فرمایا تمہارے سیّد ہونے کی وجہ سے۔ اس نے کہا میں تو شیعی ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ شیعوں کو تعظیم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سیّد اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو میں اس کی تعظیم دیتا ہوں۔ اس نے کہا اس کی کیا وجہ۔ آپ نے فرمایا اگر قرآن شریف کاتب کی غلطی سے لکھا جائے تو اس کو قرآن ہی کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ غلط ہے اس پر وہ سُنّی ہو گیا اور جتنے اس کے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سُنّی ہو گئے اور جب اس کی خبر اور شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعی سُنّی ہو گئے۔ اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۶۵ حکایت نمبر ۳۹) کیسا حکیمانہ جواب دیا سچ ہے۔ کلام الملوک

ملوک الکلام:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) حضرات اہل بیتؓ کی بہت ہی عظمت کیا کرتے اور کھلے اور چھپے حضرات کی مالی خدمتیں کرکے ان کے قلب میں اپنا خیال پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے حتیٰ کہ منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس (جو بادشاہِ وقت کے ظلم سے) (مخفی تھے) آپ نے بارہ ہزار درہم بھیجے اور اپنے رفقاء کو اسکی ترغیب دیا کرتے تھے. البصائر فی تذکیر العشائر ص۵۹ ج ۲

راقم کے جدّ محترم حضرت مولانا مفتی مرغوب صاحبؒ کو اہل بیت و سادات کے ساتھ از حد محبت تھی اسی جذبہ کے ماتحت حضرتؒ نے یہ کتاب تالیف فرمائی جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ کتاب دو مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر مقبولِ خاص وعام ہوچکی ہے۔ اب طویل عرصہ نایاب تھی کچھ عرصہ سے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا سہ بارہ اس کو شائع کیا جائے حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ تمنّائے قلبی پوری فرمادی۔ میں بہت ہی مشکور ہوں حضرت قبلہ فقیہ العصر مفتی سیّد عبدالرحیم لاجپوری متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کا جب میں نے حضرت سے اس ارادہ کا اظہار کیا اور تقریظ لکھنے کی درخواست کی تو نہ صرف یہ کہ حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ باوجود پیرانہ سالی وگوناگوں مصروفیت وعوارض کے طویل تقریظ تحریر فرماکر حضرت مؤلفؒ کے بعض وہ حالات بھی جمع فرمادئے۔ جن سے میں ناآشنا تھا۔ حق تعالیٰ حضرت کو تادیر بصحت وعافیت قائم رکھے۔ آمین

احسان فراموشی ہوگی اگر میں حضرت مولانا سیّد خلیل حسین میاں صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت شیخ المشائخ مولانا محمد زکریّا صاحبؒ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ (متوفی ۱۴۰۲ھ) کا شکریہ ادا نہ کروں کہ موصوف کی زیر سرپرستی اشاعت وطباعت کے تمام مراحل بحسن وخوبی طے ہوگئے اور مزید احسان یہ فرمایا کہ ایک وقیع اور کتاب کے تمام گوشوں پر محیط پُرمغز مقدمہ تحریر فرمایا جس سے

نہ صرف اس موضوع کی اہمیت واضح ہوگئی بلکہ کتاب کے ظاہری ومعنوی حسن و وقار میں زبردست علمی اضافہ ہوگیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے کچھ دردمند اہلِ خیر حضرات کو اس علمی سرمایہ کی حفاظت واشاعت کے لیے قبول فرمایا۔ اوران کے مالی تعاون سے کتاب ہٰذا کا تیسرا ایڈیشن منظرِ عام پر آسکا۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

میں صمیم قلب سے ان حضرات کا شکر گذار ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اوران کے حق میں ذخیرۂ آخرت بنائے۔ اور حبیبِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں دین ودنیا کی فلاح و صلاح نصیب فرمائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

طالبِ دُعا

مرغوب احمد لاجپوری

مقیم حال ڈیوزبری برطانیہ

مُصنّف کا اِظہارِ تشکّر

طبعِ اوّل کے موقع پر حضرت مُصنّف علیہ الرحمۃ نے ایک صاحبِ خیر کا شکریہ درج ذیل الفاظ میں ادا کیا تھا۔ جس کی اشاعت طبعِ ثانی میں بھی مناسب سمجھی گئی۔

قال النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لم یشکر اللّٰہ من لم یشکر النّاس

میں اپنے ایک مخلص مہربان اور جوان صالح۔ محبّ اہلِ بیت کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اپنی خاندانی عالی ہمتی اور دریا دلی سے عامۂ اہلِ اسلام اور بالخصوص محبّانِ اہلِ بیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے فائدے کی غرض سے اس رسالے کے طبع و اشاعت کے جملہ مصارف اپنے ذمّے لیے اور غایتِ خلوص سے اپنے نام کا اظہار بھی پسند نہ فرمایا۔

حق تعالیٰ اس عملِ اخلاص کو اُن کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ان کو دینی، دنیوی برکتوں سے مالا مال کردے۔ آمین

جو اصحاب اس کتاب سے مستفید ہوں وہ راقم الحروف اور اسکے محرک و معاون خاص کے لیے فلاحِ دارین کی دعا فرمائیں۔ فقط

الملتمس مرغوب احمد لاجپوری

خادمِ مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ نمبر ۳۳۸ مغل اسٹریٹ

شعبان ۱۳۴۷ھ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ وَرَفَعَ شَانَہٗ بِالْاِصْطِفَاءِ وَالتَّکْرِیْمِ ۔ اَوْدَعَ فِیْہِ نُعُوْتًا وَّفَضَائِلَ ۔ وَجَعَلَہٗ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ ۔ ثُمَّ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ وَانْتَخَبَہٗ مِنْ اَشْرَفِ الْقَبَائِلِ ۔ وَزَیَّنَہٗ بِاَکْمَلِ الْفَضَائِلِ ۔ وَفَضَّلَہٗ عَلٰی کَافَّۃِ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ ۔ وَاَرْسَلَہٗ فِیْ اٰخِرِ الدَّھْرِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ وَصَلَ نَسَبَہٗ وَسَبَبَہٗ فِی الدُّنیا والدِّین ۔ حتّٰی لا ینقطع بنصّ الحَدِیْثِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ وَشَرَّفَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ بَنِیْ فَاطِمَۃَ ۔ وَجَعَلَھُمْ مَّفَاتِیْحَ الرَّحْمَۃِ وَاُمَنَاءَ الْاُمَّۃِ ۔ اَوْجَبَ اللّٰہُ عَلٰی عِبَادِہٖ مَوَدَّتَھُمْ ۔ وَجَعَلَ رُکْنَ الْاِیْمَانِ مَحَبَّتَھُمْ اَذْھَبَ عَنْھُمُ الرِّجْسَ فَطَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا ۔ وَاخْتَارَھُمْ لِشَفَاعَۃِ

يَوْمٍ كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيرًا ٥

اَحْمَدُهٗ وَاَشْكُرُهٗ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ رَغَبًا وَّرَهَبًا ٥ حَمْدًا اَبْلُغُ بِهٖ مِنْ فَضْلِهِ الْوَاسِعِ شَرَفًا وَّرَشَدًا ٥ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ سَفِيْنَةً وَّلِلْغُفْرَانِ سَبِيْلًا ٥ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُجْتَبٰى اَشْرَفُ الْبَرِيَّةِ حَسَبًا وَّاَطْهَرُهُمْ نَسَبًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ السَّادَةِ النُّجَبَآءِ ٥ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ سَادُوا الْخَلِيْقَةَ عَجَمًا وَّعَرَبًا ٥

اَمَّا بَعْدُ کمترین خلائق **مرغوب احمد** لاجپوری سورتی غفراللہ لہ، ولوالدیہ ولاساتذتہ الکرام عاشقان نبی مختار و محبّان اہلبیت اطہار کی خدمات عالیہ میں عارض مُدّعا ہے کہ ایک مدّت جس کو تقریبًا دو سال کا عرصہ ہوا، کہ جناب سیادت مآب شرافت انتساب فرع الشجرۃ الزکیۃ العلویہ، سلالۃ السلسلۃ الفاطمیہ، صاحب العز والشرف، کابرًا عن کابرٍ وخلفًا بعد خلف ذی الفضل الجلی مولینا **عبد الباری** الاہدلی المراوعی الیمنی زاد اللہ مجدہٗ۔ مقیم رنگون کے ارشاد عالی سے رسالہ "احیاء المیّت بفضائل اہل البیت" مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا ترجمہ میں نے کیا تھا، لیکن حسب صوابدید حضرت سیّد صاحب ممدوح۔ ان فضائل مجملہ کو گونہ مفصل لکھنے کا خیال ہوا۔ اسی اثناء میں بوجہ ضرورت شدیدہ مجھے وطن جانا ہوا غالب گمان تھا کہ مکان پہنچکر ہر حدیث کے متعلق مختصر مختصر ضروری فوائد کا اضافہ کرکے رسالہ ختم کردیا جاوے۔ لیکن اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا اور لاجپور کی جامع مسجد کی جدید تعمیر کے ضروری کام میں اسقدر انہماک رہا کہ اس طرف مطلق توجہ نہ کرسکا۔ بالآخر ایک

سال چار ماہ کے بعد واپس رنگون آیا تو سید صاحب موصوف و بعض مخلص احباب کا اصرار اس کے اتمام پر اور زیادہ ہوا۔ باوجود کم فرصتی و گوناگوں تفکرات کے جس قدر فرصت میسر آئی اسی مشغلہ میں صرف کرتا رہا۔ الحمدللہ محض اس کے فضل سے ایک معتد بہ حصّہ طیار ہو گیا جسے :۔

سَفِینۃُ الخیرات فی ذکر مناقبِ السّادات

کے نام سے موسوم کرتا ہوں، اس کتاب میں ایک مقدمہ، دس فصلیں اور ایک خاتمہ ہے مقدمہ میں اہل بیت کی لفظی و معنوی تحقیق اور قربیٰ کا مصداق اور سیّد کے لقب کا ماخذ، وآل و ذرّیت و عترت وغیرہ الفاظ کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔

پہلی فصل میں قرآن حکیم سے اہل بیت کے فضائل مرقوم ہیں۔ اور بزرگانِ دین کے مجربات درود شریف کے بعض وہ صیغے نقل کیے گئے ہیں جن کو بکثرت پڑھنے سے خواب میں جمال جہاں آرائے محمدیؐ (فداہ ابی وامی) کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

دوسری فصل میں اہلبیت کے فضائل مجملہ میں رسالہ "احیاء المیت بفضائل اہلبیت" مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ مع اصل عربی و ترجمہ کے مندرج ہے۔ جو فی الحقیقت اس تالیف کا باعث اولیٰ و محرک اصلی ہے۔

تیسری فصل میں چھ مضامین نمبروار مناسب مقام مندرج ہیں جس میں چھٹا مضمون خاص توجہ کے قابل ہے۔

چوتھی فصل میں اہل بیت کے احترام و ادب کے متعلق حضرات صحابہؓ وصلحائے امت کے ۱۳۱ نظائر ہیں۔

پانچویں فصل میں حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی خالص توجہ بجانب اہل بیت و محبین اہلبیت کے ساتھ لطف و مہربانی کے ۱۷ نوادر مبشرات منامیہ مذکور ہیں۔

چھٹی فصل میں حضرت سیّدۃ النساء فاطمہ زہراؓ کے مناقب ہیں۔
ساتویں فصل میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے محامد و علمی و عملی مآثر کا بیان ہے۔
آٹھویں فصل میں حضرت سبط اکبر سیّدنا امام حسنؓ کے فضائل ہیں۔
نویں فصل میں حضرت سبط اصغر سیّدنا امام حسینؓ کے مناقب و شہادت کا مفصل تذکرہ ہے۔

دسویں فصل میں دیگر ائمہ اہلبیت کا مختصر تذکرہ ہے۔
خاتمہ میں خاتم الائمہ حضرت امامِ زماں خلیفۃ اللہ فی الارض امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہے۔

سفینۃ الخرات کی تالیف میں ذیل کی عربی۔ فارسی۔ اُردو کتابیں عموماً میرے مطالعہ میں رہیں۔ اس کا تمام مواد ان ہی کتابوں سے ماخوذ ہے :۔ کتب صحاح ستہ۔ مشکوٰۃ شریف۔ کنز العمال۔ تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ۔ نور الابصار۔ البصائر فی تذکیر العشائر۔ اسعاف الراغبین۔ شرف المؤبد۔ اخبار الاخیار۔ سعادت الکونین۔ الفرع النامی۔ تکریم المومنین۔ تشریف البشر۔ اسوۂ صحابہ۔ تاریخ الامت۔ رحمۃ للعالمین۔ تفریح الاذکیاء۔ مناقب فاطمہ۔ الصالحات۔

خداوند جل و علا سے عاجزانہ دُعا ہے کہ اس مختصر دینی خدمت کو محض اپنے فضل و کرم و نکتہ نوازی سے قبول فرمادے اور اس کشتیٔ نجات کو میرے اور میرے والدین کے لئے سرمایہ سعادت اخروی و ذخیرۂ نجات دائمی و وسیلۂ عفو و عافیت و ذریعہ مغفرت ذنوب ظاہری و باطنی بنائے۔ وَمَا ذٰلِكَ

علی اللہ بعزیز۔ آمین. برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ و
صلی اللہ علی النبی الامین و آخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

مرغوب احمد لاجپوری سورتی غفر اللہ لہ
و لوالدیہ
مورخہ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۲۸ء یوم جمعہ

مقدمہ

اہلبیتِ رسالت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مُقدمہ

اہلبیتِ رسالت

(۱) اہل بیت کا اطلاق چند معنوں میں آتا ہے۔ اہل قرابت کو اہلبیت کہتے ہیں۔ اس وقت اہلبیت سے آپؐ کے وہ قریبی رشتہ دار مردار ہوں گے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ حرام فرمایا ہے۔ وہ لوگ بنوہاشم یعنی آلِ عباسؓ آلِ علیؓ۔ آلِ جعفر۔ آلِ عقیل رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۲) کبھی اہلبیت سے آنحضرتؐ کے اہل وعیال مقصود ہوتے ہیں۔ ان میں ازواجِ مطہرات بھی شامل ہیں۔ ازواج مطہرات کو اہلبیت رسالت میں سے خارج کرنا درحقیقت مکابرہ اور آیت "اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا" کے سوق کلام کی صریح مخالفت ہے۔ اوّل اور آخر میں ازواج مطہرات ہی کو خطاب ہے پھر اس آیت کے مصداق اور مفہوم میں سے ان کو خارج کرنا درحقیقت کلام کو آیت کے نظم ونسق سے خارج کرنا ہے۔

(۳) کبھی اہلبیت سے حضور کی اولاد امجاد مراد ہوتی ہے۔ یعنی حضرت سیّدہ فاطمہ زہراؓ اور ودیگر بنات طاہرات (اشعۃ اللمعات)

علاّمہ مجدالدین فیروزآبادی نے "قاموس" میں لکھا ہے کہ لفظ اہل کی اضافت ونسبت چند لفظوں کی طرف ہوتی ہے کبھی بولتے ہیں اہل الرجل یعنی اس کے اقربار و قریبی رشتہ دار۔ اہل الامر یعنی حاکم۔ اہل البیت یعنی گھروالے۔

اہل الرجل یعنی اس کی عورت ۔ اہل النبیؐ یعنی ازواج مطہرات وبناتِ طاہرات.

ان مختلف معانی کو ملحوظ فرماتے ہوئے علمائے محققین نے بیت کی تین قسمیں بیان کی ہیں :۔ بیت ۱ نسب. بیت ۲ سکنیٰ . بیت ۳ ولادت ۔

(۱) حضورؐ کے جدّ قریب عبد المطّلب کی اولاد اہل بیتِ نسب ہیں۔

(۲) حضورؐ کی ازواج مطہرات بیتِ سکنیٰ ہیں۔

(۳) حضورؐ کی اولاد امجاد بنات طاہرات بیت ولادت ہیں. ہر چند کہ اہلبیت ولادت حضورؐ کی تمام بنات طاہرات کو شامل ہیں لیکن حضرت سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراؓ حضرت امام حسنؓ وحضرت امام حسینؓ زیادتی فضل وبزرگی کی وجہ سے ان میں زیادہ ممتاز ومخصوص ہیں۔ اور حضرت سیدنا علی بوجہ غایت اتحاد وکثرتِ کمالات واتحاد نسبی اہل بیتِ رسالت میں خصوصیّت سے نمایاں طور پر شامل ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

سیّد کے معنیٰ

سیّد کے معنی سردار ۔ رئیسِ قوم ۔ شریف ۔ بزرگ کے ہیں ۔

اہل بیت رسالت کو سیادت کا مبارک لقب بارگاہِ نبوّت سے عطا ہوا ہے حضرت فاطمہؓ زہراؓ سے حضورؐ نے فرمایا " انّك سیدۃ امتی كما سادت مریم قومها " اے فاطمہ جس طرح حضرت مریم علیہا السّلام اپنی قوم کی سیّدہ تھیں تم میری امّت کی سیدہ ہو۔ ایک روایت میں ہے " فاطمۃ سَیِدَۃ نساءِ اهل الجنّۃ " فاطمہ جنّتی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت علی کی نسبت ارشاد ہوا ہے " انا سَیّد وَلد آدم وعَلِیٌ سید العرب " میں جملہ بنی آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں.

حضرت امام حسنؓ کے بارے میں فرمایا " ابنی هٰذا سیّد " یہ میرا فرزند سیّد ہے

حضرت امام حسینؓ کے باب میں ارشاد فرمایا ہے "حسینؓ منی وانا من حسینؓ" حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں، ایک روایت میں ہے "من سرہ ان ینظر الیٰ سید شباب اھل الجنہ فلینظر الیٰ الحسینؓ بن علیؓ" جسے جوانانِ جنت کے سردار کو دیکھنے کا شوق ہو وہ حسینؓ بن علیؓ کو دیکھ لے۔

یہ چارتن ابرار کی سیادت بہ نصِ حدیث خیر الانام ثابت ہے۔ یہی مبارک لقب عطا فرمودہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی ذریات طیبات میں بطور عرف عام وخاص جاری ہے اور تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔

یہی اصل اصول جملہ ساداتِ بنی فاطمہؓ ہفت اقلیم ہیں۔ جُملہ شرفائے عرب و عجم کا نسب انھیں تک منتہا ہوتا ہے۔ اور جو شرف و بزرگی۔ فضائل ومناقب اہلبیت رسالت آیات کلام پاک واحادیثِ صحیحہ صاحبِ لولاک میں وارد ہوئے ہیں قیامت تک کے شرفا وسادات اس عموم شرف میں شریک ہیں۔ بشرطیکہ توحید واتباع سنّت پر قائم ہوں اور مبتدع بہ بدعت مکفرہ ومضلہ نہ ہوں۔ اس عموم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے باوجود وسائطِ عدیدہ ومسافتِ بعیدہ حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض امام مہدی علیہ السّلام کو " المھدی من ولدی " مہدی میری اولاد میں سے ہے۔ فرمایا ہے حالانکہ آپ میں اور امام مہدی میں صدہا واسطوں کا فصل ہوگا۔

اہل کِسار۔ آل عبا۔ آل نبی۔ عترۃ الرسولؐ سے بھی یہی حضرات اہلبیت مراد ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اہلبیت رسالت پانچ باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں (۱) تشہد میں حضور پر درود بھیجنے میں (۲) سلام میں (۳) طہارت میں (۴) تحریم صدقہ میں (۵) وجوب محبّت میں اگرچہ نزول آیت تطہیر صراحتہً ازواج مطہرات کے حق میں تھا۔ لیکن مفہوم اہلبیت۔ بیت سکنیٰ اور بیت ولادت ہر دونوں کو شامل ہے لہٰذا آیت تطہیر کے حکم میں حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ و حسینؓ

رضی اللہ عنہم کا داخل ہونا خلاف مقصود تنزیل نہیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے ان چارتنِ ابرار کو اپنی کملی میں ڈھانپ لیا اور فرمایا "اللّٰھم ھٰؤلاء اٰل محمد فاجعل صلوٰتك وبرکاتك علیٰ اٰل محمد کما جعلتھا علیٰ ابراھیم انّك حمید مجید" الٰہی یہ میری آل ہے ان پر رحمت بھیج اور اپنی برکات نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر نازل فرمائی ہیں

پہلی فصل

فضائلِ اہلبیت میں آیاتِ کلام مجید

پہلی آیت

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا ؕ

یا محمد کہہ دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ احکام پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز اس کے کہ تم میری قرابت سے محبت کرو۔ اور جو شخص کوئی نیکی کریگا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے۔

قرابت سے یا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں جیساکہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔

یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد امجاد مراد ہیں۔ جیساکہ حضرت سعیدؓ بن جبیرؓ کا مسلک ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اُن سے الا المودۃ فی القربیٰ کے معنیٰ دریافت کیے گئے تو حضرت سعید بن جبیرؓ نے جواب دیا کہ قربیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیات طیّبات مراد ہیں۔ یہ سُن کر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم نے جواب دینے میں جلدی کی قریش میں کوئی خاندان بھی ایسا نہیں ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت و رشتہ داری نہ ہو۔ لہٰذا حضورؐ نے فرمایا کہ بس میری یہی اُجرت ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ اور قرابت مجھ سے ہے اسی کا پاس لحاظ رکھو۔ اور مجھے ایذا دینے اور دشمنی کرنے سے باز آؤ۔ اور بوجہ رشتہ داری مجھ سے میل جول

رکھو۔ اور صرف میل جول ہی نہیں بلکہ بوجہ رشتہ داری کے تم لوگ زیادہ حق دار ہو کہ میری دعوت کو مانو۔ اور مسلمان ہو جاؤ۔ اور اگر بد قسمتی سے مسلمان نہیں ہوتے تو قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے مجھے ستاؤ تو نہیں۔ کیا رشتہ داری کا یہی حق ہے کہ ع :۔

مُنہ نہ کھولا تھا کہ پَر باندھنے صیّاد آیا

حق رشتہ داری کا اتنا بھی پاس نہیں کہ عداوت کرنے میں جلدی نہ کرو اور میری بات غور سے سُنو اور میزانِ عقل میں اُسے تولو اگر صحیح معلوم ہو تو مان لو اور اگر باوجود صحیح ماننے کے بھی نہ مانو تو کم از کم مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دو کہ میں پیغام الٰہی کو اور لوگوں تک پہنچاؤں۔ حقِ قرابت کا تو یہ تقاضا تھا کہ تبلیغ رسالت میں میری معاونت کرو لیکن اگر معاونت نہ کرو۔ نہ سہی لیکن دشمنی تو نہ کرو۔ ع :۔

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

اس روایت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مذہب کی تقویت ہوتی ہے۔ اور سعید بن جبیرؒ کے مسلک کی تائید روایات ذیل سے ہوتی ہے :۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے تم پر میرا معاوضہ مقرر کیا کہ میرے اہلبیت سے محبت رکھو اور میں کل قیامت کو اس کی بابت تم سے باز پُرس کروں گا کہ تم نے میرے اہلبیت کے بارہ میں میرا حق ادا کیا یا نہیں :۔

(رواہ الطبری)

(۲) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہی بارے میں سورۃ حٰمٓ کی آیت ہے ہماری محبت کو بجز مومن کے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکتا پھر حضرت علیؓ نے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ تلاوت کی :۔

(رواہ ابو الشیخ)

(۳) حضرت امام حسنؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ جو مجھسے واقف ہے وہ تو واقف ہی،

اور جو واقف نہیں وہ سُن لے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ہوں اس کے بعد **واتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم** (الآیۃ) پڑھ کر فرمایا۔ میں صاحبزادہ بشیر کا ہوں میں صاحبزادہ نذیر کا ہوں۔ اور میں اہلبیت سے ہوں جن کی محبّت خدا نے مسلمانوں پر فرض کر دی ہے۔ ارشاد باری ہے **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**۔ (رواہ رزین)

(۴) جب حضرت امام زین العابدین اپنے والد معظم حضرت امام حسین رضؓ کے شہید کیے جانے کے بعد قیدی بنا کر لائے گئے اور دمشق کے شاہ راہ عام پر کھڑے کیے گئے تو ایک بدبخت شامی نے بطور طنز کہا:۔ خدا کا شکر ہے جس نے تمہارے خاندان کو قتل کیا اور فتنہ کی جڑ کو اکھیڑ پھینکا۔ آپؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تو نے آیت "**قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**" معلوم ہوتا ہے پڑھی نہیں۔ اس نے کہا تم وہی ہو جن کی محبّت کا اس آیت میں حکم ہے۔ آپ رضؓ نے فرمایا ہاں وہ ہم ہی سادات اہلبیت ہیں۔" —— (رواہ الطبرانی)

ان روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "قربیٰ" سے آلِ محمدؐ مراد لینا جیساکہ سعید بن جبیر رضؓ کا مسلک ہے۔ بعید نہیں ہے۔ لیکن اس مسلک پر ایک قوی اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ شوریٰ مکّی ہے۔ یعنی مکّہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور مکّہ معظمہ میں حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا رضؓ کی کوئی اولاد نہیں تھی بلکہ ہجرت کے دوسرے سال حضرت فاطمہ رضؓ کا نکاح ہوا ہے اور آیت کا نزول قبل ہجرت مکہ معظمہ میں ہو چکا تھا۔ جبکہ حسنین علیہما السّلام پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ لہذا یہ تفسیر کہ قربیٰ سے مراد آلِ رسولؐ ہے یقیناً غلط ہے۔ لہٰذا صحیح و معتبر قول وہی ہے جس کو امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے۔

صاحبِ تفسیر مواہبُ الرحمٰن نے روایات مختلفہ میں عمدہ تطبیق یہ بیان کی ہے کہ

اس میں شک نہیں کہ سبب نزول ایک امر خاص ہوتا ہے۔ لیکن آیت کا حکم عام ہوتا ہے تو آیت میں عموماً یہ حکم ہے کہ مودت قربیٰ رکھو۔ نزول آیت کے وقت اس پر عمل درآمد اس صورت سے تھا کہ قریش کے لوگ یہ مودّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور جملہ اہل خاندان سے ملحوظ رکھیں اور خود حضرت عباسؓ وغیرہ آپؐ کے قریبی رشتہ دار آنحضرتؐ سے محبت رکھیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکے حقوق قرابت اور صلہ رحمی کا ہر طرح لحاظ فرماتے تھے۔ پھر جب مدینہ طیبہ میں حضرت سیّدۃ نساء العالمین فاطمہ زہراؓ سے حسنین علیہما السلام پیدا ہوئے تو اب سب پر واجب ہوا کہ حضرات اہلبیت سے اوّلاً اور اولاد عباسؓ و عقیلؓ و جعفرؓ رضی اللہ عنہم سے ثانیاً الفت رکھیں۔ کیونکہ جب قریش میں اہل قرابت سے مودت کا حکم تھا تو آیت میں اہلبیت رسالت علیہم السلام سے مودت کا حکم بدرجہ اولیٰ مقصود ہے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کیلئے اس اعلان کا حکم دیا کہ آپؐ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس رسالت و تبلیغ دین پر کچھ اُجرت نہیں چاہتا لیکن تم میرے رشتہ داروں سے محبّت رکھو اور یہ مودّت درجہ بدرجہ قرب قرابت کے ہوگی۔ چنانچہ اہلبیت۔ علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنینؓ رضی اللہ عنہم مقدم ہیں پھر عباسؓ و آلِ عباسؓ و آلِ عقیلؓ و آلِ جعفرؓ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں ؞

دوسری آیت

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۵

اے محمد جو کوئی تم سے اس علم کے آنے کے بعد بھی جھگڑا کرے تو اُن سے کہدو کہ ہم اپنی

اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ (اسی طرح) ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر خدا کی طرف متوجہ ہو کر خدا کی لعنت اور پھٹکار جھوٹوں پر ڈالیں۔

ان آیات کے نزول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ و علیؓ کو بلایا اور فاطمہؓ بھی حضورؐ کے پس پشت آ کھڑی ہوئیں آپؐ نے فرمایا "الٰہی یہ ہیں میرے اہلبیت" ——— (رواہ مسلم)

علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب قبیلہ نجران کے عیسائی وفد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے کہا اچھا ہم واپس جا کر اپنے معاملہ میں ذرا غور کرلیں۔ اس کے بعد کل آپؐ کے پاس آئیں گے۔ ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر آپس میں صلاح و مشورہ کیا۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا اے جماعتِ نصاریٰ اس میں تو شک نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی و رسول اللہ ہیں۔ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو یقیناً تم ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کی لعنت کے بعد ہمارا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ لہذا ہماری خیر اسی میں ہے کہ ہم ان کی ماتحتی قبول کریں اور مصالحت کرکے اپنے وطن کو واپس چلے جائیں چنانچہ یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس طرف حضورؐ نے امام حسینؑ کو اپنی گود میں لے رکھا تھا۔ اور حضرت حسنؓ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اور حضرت سیّدۃ النساء فاطمہؓ حضورؐ کے پیچھے آرہی تھیں اور حضرت علیؓ ان کے پیچھے آرہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمارہے تھے کہ جب میں دُعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ جب عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے ان فرشتہ صفت نورانی حضراتؑ کو دیکھا تو اپنی جماعت سے کہنے لگا کہ اے گروہ نصاریٰ واللہ مجھے ایسی صورتیں نظر آرہی ہیں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ٹلا دینے کی دُعا کریں تو خدا پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے ٹلا دیگا۔ لہٰذا ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ سب ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر ایک نصرانی

بھی قیامت تک نظر نہ آئے گا۔ چنانچہ سب نے حاضر ہو کر عرض کیا اے ابوالقاسمؐ ہماری رائے یہی ہے کہ تمؐ سے مباہلہ نہ کریں، آپؐ اپنے مذہب پر رہیں اور ہم کو ہمارے مذہب پر رہنے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرنے سے انکار ہے تو مسلمان ہو جاؤ کہ جو حقوق مسلمانوں کے ہیں وہی حقوق تمہارے بھی رہیں گے اور جو امور مسلمانوں پر واجب ہیں تم پر بھی وہی واجب ہوں۔ مگر عیسائیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں پھر تم سے جنگ کروں گا۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ ہم آپؐ سے صلح کرتے ہیں کہ نہ آپؐ ہم پر جہاد کریں اور نہ ہم کو خوف میں ڈالیں اور نہ ہمارا مذہب تبدیل کرائیں۔ ہم آپؐ کو جزیہ دینا قبول کرتے ہیں کہ سالانہ دو ہزار جوڑے چادر و تہ بند کے دو قسطوں میں ادا کرتے رہیں گے۔ اور ۳۳ عدد "زرہ عادیہ" اور ۳۳ اونٹ اور ۳۴ جنگی گھوڑے ہر سال دیتے رہیں گے۔ چنانچہ اگلے روز حضورؐ نے ان سے صلح کر لی اور ان پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کر دیا اور ایک تحریری عہد نامہ چند نامور صحابہؓ کے دستخط بطور شہادت ثبت فرما کر ان کو مرحمت فرمایا۔:

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اہل نجران کے سروں پر عذاب لٹک آیا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دئے جاتے اور ان کے لیے یہ سارا جنگل آگ سے بھڑک اُٹھتا اور خدا تعالیٰ شہر نجران اور اس کی آبادی کی جڑ کاٹ دیتا حتیٰ کہ درخت پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔ اور نصاریٰ اور ساری عیسائی دُنیا سال گزرنے کے پہلے پہلے ہلاک و برباد ہو جاتی۔ الغرض خاص اہلبیت کو ایسے سخت معرکہ کے مباہلہ میں اثبات و استحکام توحید کے لیے شان توکل کو ظاہر کرتے ہوئے نہایت وثوق کے ساتھ مباہلہ میں پیش کرنا اور ان کے سوا کسی دوسرے کو شامل نہ کرنا ان حضرات کی رفعت شان اور عند اللہ علو مرتبت کی صریح و بین دلیل ہے۔

تیسری آیت

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝

بس اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اے اہلبیت تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت پنجتن پاکؑ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ ——— (رواہ احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی منقّش چادر اوڑھے ہوئے صبح کو باہر نکلے۔ امام حسنؓ آئے تو ان کو چادر کے اندر آپؐ نے لے لیا۔ پھر امام حسینؓ آئے ان کو بھی چادر کے اندر لے لیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ آئیں ان کو بھی اندر لے لیا پھر علیؓ آئے تو ان کو بھی چادر میں لے لیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا ——— (رواہ مسلم)

یہ آیت فضائل اہلبیت کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ اہلبیت کی بہت کچھ فضیلتوں اور اہتمام شان پر مشتمل ہے کہ لفظ اِنَّمَا سے آیت کو شروع کیا۔ جس سے یہ مطلب ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اہلبیت کے بارے میں اپنا ارادہ اس امر پر محدود کر لیا ہے کہ گندگی یعنی گناہوں کو اِن سے دور کرے اور جملہ اخلاق رذیلہ و حالات مذمومہ سے ان کو پاک صاف مطہر و مزکیٰ بنائے۔

چوتھی آیت

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

بے شبہ خدا اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔

کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ پر اور آپؐ کے اہلبیت پر درود شریف بھیجنے کا کیا طریقہ ہے آپؐ نے فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد ۝ تو اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کا حضورؐ سے دریافت کرنا اور حضورؐ کا ان کو اللّٰھم صل علیٰ محمد الخ بتا کر جواب دینا صاف بتا رہا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت پر درود بھیجنا اس آیت سے مُراد ہے ورنہ آیت کے نزول کے بعد صحابہ اہلبیت رسالت پر درود شریف بھیجنے کا طریق دریافت نہ کرتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو درود پڑھنے کا یہ طریقہ تعلیم نہ فرماتے۔ لہٰذا جبکہ حضورؐ نے صحابہ کے سوال کے جواب میں بطور تعلیم طریقہ درود وتعلیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ حضورؐ کی معیّت میں اہلبیت پر بھی درود بھیجنا امر میں داخل ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارہ تعظیم اہل بیت کو اپنی ذاتِ گرامی کا قائم مقام بنایا۔ اس لیے کہ حضورؐ پر درود بھیجنے سے مقصود آپ کی تعظیم تکریم وتبجیل ہے اور اہل بیت کی تعظیم اس میں شامل ہے (کہ جس کے رشتہ دار اتنے باعظمت ہیں

کہ اُن پر درود وسلام بھیجا جائے تو خود اس قدسی صفت ذات کی شان کا کیا پوچھنا،
اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمدنِ النّبیّ الامّیّ وعلیٰ الہٖ وبارک
وسلّم کما تحبّ وترضیٰ لہٗ ۵

(۲) احادیث نبویہ میں درود شریف کے مختلف صیغے وارد ہوئے ہیں۔ مذکورہ صدر صیغہ بخاری ومسلم میں ہے۔ نیز انہی میں ابی سعید ساعدی سے روایت ہے کہ صحابہ نے خدمت نبوی میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم آپؐ پر درود شریف کس طرح پڑھا کریں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کہا کرو اللّٰھمّ صلّ علیٰ
محمدٍ وّازواجہٖ وذرّیّتہٖ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وبارک علیٰ
محمدٍ وّازواجہٖ وذرّیّتہٖ کما بارکت علیٰ ابراھیم انّک حمید
مجید ۵

(۳) ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اسے پورا اور کامل ثواب ملے تو مجھ پر اور میرے اہلبیت پر اس طرح درود پڑھا کرے۔ اللّٰھمّ صل علیٰ محمّدنِ النّبیّ الامّیّ
وازواجہٖ امّھات المؤمنین وذرّیّتہٖ واھل بیتہٖ کما صلّیت
علیٰ ابراھیم انّک حمیدٌ مّجید ۵

زیارتِ رسولؐ

عاشقانِ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بھی ایک سرمایۂ سعادت اور وجہ تسکین قلب ہے کہ اگرچہ سر کی آنکھوں سے نہ سہی مگر دل کی آنکھوں سے جمال رسول کا نظارہ خواب میں میسر ہو جائے چنانچہ حضورؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہونے کیلئے بزرگانِ دین کے تجربہ کے موافق بعض صیغے

درود شریف کے مشہور ہیں۔ بشرط آداب وطہارت وخلوص انشاءاللہ اس کا پڑھنے والا خواب میں کبھی نہ کبھی ضرور مُشرّف ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے ترغیب اھل السّعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل نماز پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیتہ الکرسی اور گیارہ بار قل ہواللہ شریف پڑھے اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے انشاءاللہ تین جمعے نہ گذرنے پائیں گے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاصحابِہٖ وَسَلِّمْ ۝

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد ؎ دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

(۵) دیگر حضرت شیخ دہلویؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہواللہ احد پڑھے اور بعد سلام کے ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے دولت زیارتِ نبوی انشاءاللہ نصیب ہو صلی اللّٰہ علی النّبیّ الاُمّیّ۔ ۝

مرحبا اے پیکِ مشتاقان بدہ پیغام دوست ؎ تاکنم جان از سر رغبت فدائے نام دوست

(۶) شیخ نے حصولِ زیارت کے لیے ایک درود یہ بھی لکھا ہے کہ اسے سوتے وقت چند بار پڑھا جاوے اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُّوْحِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامْ ۝

جاں میدہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو ؎ در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما میرود

یہ تین درود زیارت جمال نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بزرگانِ دین کے مجرّب ہیں لیکن بڑی شرط اس میں یہ ہے کہ ظاہری و باطنی معصیتوں سے انسان

بالکلیہ پرہیز کرے اور کمال شوق اور خالص توجہ اور محبت سے پڑھتا رہے تو انشاء اللہ اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہے گا۔ اللّٰھم ارزقنا زیارۃ سیّد المرسلین بجاہ النبیّ الامیّن ۵

اَحیاءُ المیّتِ بفضائلِ اہلِ البیتِ

دوسری فصل

اَحیاء المیت بِفضائلِ اہلِ البیتِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی هٰذِهٖ سِتُّونَ حَدِیثًا سَمَّیتُهَا اِحیَاءَ المَیِّتِ بِفَضَائِلِ اَهلِ البَیتِ ۝

اللہ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت والا ہے
سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں پر سلام ہو
یہ کتاب ساٹھ حدیثوں کا مجموعہ ہے جس کو احیاء المیت بفضائل اہل البیت کے
نام سے موسوم کرتا ہوں ـــــــــــ

(۱)

اخرج سعید بن منصور فی سننه عن سعید بن جبیر فی قوله تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه اجرًا الّا المودّۃ فی القربیٰ قال قربیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ـــــــــــ

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے فرمان باری تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه اجرا الّا المودة فِی القربیٰ کی تفسیر میں یہ معنی روایت کیے ہیں کہ آپ ان سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ اسلام پر کچھ اجرت نہیں چاہتا۔ ہاں اتنا چاہتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں اور اہل بیت سے محبت رکھو ـــــــــــ

(۲)

اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ فی تفاسیرھم والطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابن عباس قال لمّا نزلت ھٰذہٖ الایۃ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ قَرَابَتُکَ ھٰؤُلَآءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُھُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَّ فَاطِمَۃُ وَوَلَدَاھُمَا ۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ارشاد باری تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الایۃ کے باب میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپؐ کے وہ کون رشتہ دار ہیں کہ جن کی محبت ہم مسلمانوں پر اللہ پاک نے فرض کردی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ الزہراء اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ہیں ۔

(۳)

اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہٖ تعالیٰ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً قال المودّۃ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمان باری تعالیٰ "اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے" روایت کی ہے کہ نیکی کرنے کا مطلب اس آیت میں یہ ہے کہ "حضورؐ کی آل اور اہلبیت نبوّت سے محبّت اور دوستی رکھے ۔

(۴)

اخرج احمد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم عن المطّلب بن ربیعہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم واللہ لایدخل قلب امرءٍ مسلمٍ ایمانٌ حتیّٰ یحبّکم للّٰہِ ولقرابتیؕ

امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور حاکم نے حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضؓ سے یہ حدیث صحیح بیان کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم خدا پاک کی کسی مرد مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا۔ جب تک کہ وہ اے اہلبیتؑ تم کو اللہ کیلئے اور میری رشتہ داری کے خیال سے دوست نہ رکھیں۔

(۵)

اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن زید بن ارقم اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قال اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہ فِی اَھۡلِ بَیۡتِیۡ ؕ

مسلم، ترمذی ونسائی نے حضرت زید بن ارقم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں میں تم کو خدا کا واسطہ دے کر نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اہلبیت کی خبر گیری کرنا اور اُن کی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھنا اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنا یعنی خدا سے ڈرو اور میرے اہلبیت سے بدسلوکی نہ کرو۔

(۶)

اخرج الترمذی وحسنہ والحاکم عن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم اِنِّیۡ تَارِكٌ فِیۡکُمۡ مَا اِنۡ تَمَسَّکۡتُمۡ بِہٖ لَنۡ تَضِلُّوۡا بَعۡدِیۡ کتابُ اللّٰہ وَعِتۡرَتِیۡ اَھۡلَ بَیۡتِیۡ وَلَنۡ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الۡحَوۡضَ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ تَخۡلُفُوۡنِیۡ فِیۡھِمَا ؕ

ترمذی اور حاکم نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم لوگ ان چیزوں کے ساتھ لگے لپٹے رہے اور اُن کے ہدایات کے موافق عمل کرتے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک قرآن پاک ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ اور قرآن پاک میں اور میرے اہلبیت میں کسی قسم کا اختلاف اور جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ حوضِ کوثر پر مجھے ملیں گے اس لیے تم دیکھو غور کرو کہ میرے بعد تم لوگوں نے قرآن اور اہلبیت کے حقوق کیسے ادا کیے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں

کیا کیا کوتاہیاں کیں ان باتوں کی جواب دہی کے لیے حوض کوثر پر طیار رہو ——

(۷)

اخرج عبد بن حمید فی مسندہ عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اِنِّی تَارِكٌ فِیكُمْ مَّااِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ بَعْدِیْ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ وَاَنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ؞

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم لوگ ان سے تمسک پکڑتے رہو تو ہرگز ہرگز راہِ حق سے نہ بھٹکو گے ایک قرآن پاک ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ہیں اور ان دونوں میں کبھی جدائی نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے ——

(۸)

اخرج ابواحمد وابویعلی عن ابی سعید الخدری انّ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قال اِنِّیْ اُوْشِكُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبُ وَاِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَاَنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ خَبَّرَنِیْ اَنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا ؂

ابواحمد اور ابویعلی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قریب زمانہ میں خدا کا بلاوا مجھے پہنچے گا اور میں چلا جاؤں گا اور میں تم میں دو وزن دار چیزیں چھوڑے جاتا ہوں قرآن پاک اور میرے اہل بیت اور اللہ لطیف الخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر میری قائم مقامی کا حق ان دونوں کے بارے میں ادا کرو ——

۹

اخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنْ نِّعْمَۃٍ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ ——

ترمذی اور طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس بنا پر کہ وہ قسم قسم کی نعمتیں تمہیں کھلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبّت رکھو اور مجھ سے محبّت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبّت رکھو۔

۱۰

اخرج البخاری عن ابی بکر الصّدیق قال اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صلّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ ؕ ——

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں صدیق اکبر کہ اے مسلمانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام اور ادب کے حقوق کو اہلبیت کی خبر گیری اور محبت میں ادا کرنے کا خیال رکھو۔

۱۱

اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہ وسلم یَا بَنِیْ عبد المُطَّلِبِ اِنِّیْ سَئَالْتُ اللّٰہَ لکم ثَلَاثًا سَئَلْتُہٗ اَنْ یُّثَبِّتَ قَلْبَکُمْ وَیُعَلِّمَ جَاھِلَکُمْ وَیَھْدِیَ ضَالَّکُمْ وَسَئَالْتُہٗ اَنْ یَّجْعَلَکُمْ جُوَدَآءَ نُجَدَآءَ رُحَمَآءَ فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا صفنَ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلّٰی وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَھُوَ مُبْغِضٌ لِاَھْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وسلّم دَخَلَ النَّارَ ؕ

طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اے عبد المطلب کی اولاد میں نے خداوند کریم سے تمہارے لیے تین باتوں کی دعا کی کہ اللہ تمہارے دل کو مصیبتوں اور تکلیفوں میں ثابت اور مضبوط اور مستقیم رکھے۔ اور تمہارے ان پڑھوں کو خدا علم نصیب فرمائے اور تم میں سے بے راہوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور تم کو سخی۔ بہادر اور رحم دل بنادے۔ تو اگر کوئی شخص اتنا بڑا عبادت گذار ہو جائے کہ ہر وقت حرم کعبہ میں چمٹا ہوا رکن یمانی اور مقام ابراہیم میں روزہ رکھے اور نماز پڑھا کرے۔ پھر ایسی حالت میں وہ مرجاوے کہ اہلبیت سے بغض و عناد رکھتا ہو تو وہ دوزخی ہوگا۔

(۱۲)

اخرج الطبرانی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قال بغض بنی ھَاشِمٍ وَالْاَنْصَارِ کُفر و بغضُ الْعَرَبِ نِفَاقٌ ۵

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

(۱۳)

اَخْرَجَ ابن عدی فی الکامل عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ اَبْغَضَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَھُوَ مُنَافِقٌ

کامل ابن عدی میں حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

(۱۴)

اخرج ابن حبّان فی صحیحہ و الحاکم عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ رَجُلٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللہُ النَّارَ ط

ابن حبّان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس پاک ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان

ہے جس نے میرے اہل بیت سے بغض رکھا خدا اُس کو دوزخ میں ڈالے گا ؃

(۱۵)

اخرج الطبرانی عن الحسن بن علی انہٗ قال لمعاویۃ بن خدیج یا معاویہ بن خدیج اِیَّاكَ وَبُغْضَنَا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال لا یبغضنا اَحَدٌ وَلَا یَحْسُدُنَا اَحَدٌ اِلَّا ذِیْدَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَنِ الْحَوْضِ بِسِیَاطٍ مِنْ نَارٍ ؏

طبرانی میں حسنؓ بن علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے فرمایا اے معاویہ بن خدیج ہم اہل بیتِ نبوت سے بغض و دشمنی رکھنے سے بچتے رہو اس لیے کہ جناب رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے میرے اہلبیت سے بغض۔ کینہ۔ حسد۔ دشمنی رکھی وہ قیامت کے دن حوضِ کوثر سے آگ کے کوڑوں سے مار مار کر ہٹا دیا جائے گا ؃

(۱۶)

اخرج ابن عدی والبیہقی فی شعب الایمان عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارِ فَھُوَ لاحدی ثَلَاثٍ اِمَّا مُنَافِقٌ اَوْ لِزِنْیَۃٍ وَاِمَّا لِغَیْرِ طُھُوْرٍ یَعْنِیْ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ عَلٰی غَیْرِ طُھْرٍ ؏

کامل ابن عدی اور بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری عترت یعنی اہلبیت اور انصار کے حقوق کو نہ پہچانے اور انکے حقوق نہ ادا کرے تو اس میں ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ہوگی یا تو منافق ہوگا۔ یا وہ زنا کی اولاد ہوگا۔ یا وہ حیض ناپاکی کی حالت میں اسکی ماں کے پیٹ میں رہا ہوگا ؃

(۱۷)

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر قال اٰخِرُ مَا تَکَلَّمَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اُخلفُوْنِیْ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ ٥

طبرانی کی اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اخیر کلام اور آخری وصیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ میں اب دُنیا سے رحلت کرتا ہوں میرے اہل بیت کی نگرانی ان کی ضروریات زندگی اور مایحتاج کی فکر و تدبیر میں اے مسلمانوں تم میرے نائب اور قائم مقام ہو جاؤ ان کی فکر جیسی میں رکھتا تھا۔ ویسی فکر اب تم رکھو :

(۱۸)

اخرج الطبرانی فِی الاوسط عن الحسن بن علی ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلّمْ قال الزموا مَوَدَّتَنَا اَھْلَ البیت فَاِنَّہٗ مَنْ لَقِیَ اللّٰہ تَعَالٰی وَھُوَیَوَدُّنَا دَخَلَ الجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِنَا وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَایَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُہٗ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ حَقِّنَا ٥

طبرانی کی اوسط میں حضرت حسنؓ بن علیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم اہلبیت سے ضروری اور لازمی محبّت رکھو۔ اس واسطے کہ جو ایسی حالت میں اللہ سے ملیگا کہ ہم سے محبّت رکھتا ہوگا۔ تو اللہ اس کو ہماری شفاعت سے جنّت میں داخل کرے گا قسم خدائے پاک کی کسی بندے کو اس کا نیک عمل کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا۔ جبتک کہ وہ ہمارے حقوق کو نہ پہچانے اور پہچان کرادا نہ کرے :

(۱۹)

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبد اللّٰہ قال خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم فَسَمِعْتُہٗ وَھُوَیَقُوْلُ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ ابغضنا اھل البیت حَشَرَہُ اللّٰہ تعالٰی یَوْمَ القِیَامَۃِ یَھُوْدِیًّا ٥

طبرانی کی اوسط میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ میں سُنا آپ فرماتے تھے اے لوگو جو شخص کہ ہم اہلبیت نبوت یعنی سیدوں سے بغض و

عداوت رکھے گا قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کو یہودی بنا کر اٹھائے گا ؂

(۲۰)

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن عبد اللّٰہ بن جعفر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اِنِّیْ قد سَأَلْتُ اللّٰهَ لَكُمْ اَنْ يَّجْعَلَكُمْ نُجَدَاءَ رُحَمَاءَ وسَأَلْتُهٗ اَنْ يَّهْدِيَ ضَالَّكُمْ وَيُؤْمِنَ خَائِفَكُمْ وَيُشْبِعَ جَائِعَكُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُهُمْ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ بِحُبِّيْ اَتَرْجُوْنَ ان تَدْخُلوا الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ وَلَا يَرْجُوْهَا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ؂

طبرانی کی اوسط میں عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے ۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ۔ حضورؐ فرماتے تھے اے گروہ بنی ہاشم میں نے تمہارے لیے بارگاہِ رب العزت سے درخواست کی کہ خدا تمہیں ۔ شجاع ۔ بہادر ۔ اور رحم دل بنا دے ۔ اور یہ بھی تمہارے لیے میں نے چاہا کہ خدا تمہارے بے راہ اور بھٹکے ہوؤں کو ہدایت اور راہ راست نصیب کرے اور تم میں ڈرنے والے کو بے خوف اور نڈر بنا دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کر دے ۔ قسم ربّ العزّت کی کوئی مسلمان کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ میری محبّت کی خاطر تم سے محبّت نہ رکھے اے امتِ محمدؐ ۔ عبد المطلب کی اولاد جنّت میں میری شفاعت سے جانے کے امیدوار ہونے کے پیشتر ہی تم لوگ میری شفاعت سے جنّت میں جانے کے امیدوار ہو گئے ۔ حالانکہ وہ تم سے زیادہ میری شفاعت کی امیدواری کے حقدار ہیں ؂

(۲۱)

اخرج ابن ابی شیبہ ومسدد فی مسندیہا والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابو یعلی والطبرانی عن سلمۃ بن الاکوع قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ

لِاَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلُ بَيْتِي اَمَانٌ لِاُمَّتِيْ ۞

ابن ابی شیبہ اور مسدد نے اپنی مسندوں میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابو یعلی اور طبرانی نے سلمۃ بن اکوعؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ستارے محافظ اور پناہ ہیں آسمان والوں کے لیے اور میرے اہل بیت میری اُمّت کے پناہ اور محافظ ہیں (یعنی جب تارے مٹ جائیں گے تو آسمان کے لیے بھی جو پھٹنے اور خراب ہونے کا وعدہ ہے وہ آن پہنچے گا۔ اور جب میرے اہلبیت دُنیا سے اُٹھا لیے جائیں گے تو میری امّت میں طرح طرح کے فتنے فساد پیدا ہونے کا وقت آن پہنچے گا۔

(۲۲)

اخرج البزار عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنِّی قَدْ خَلَفْتُ فِیْکُمْ اِثْنَیْنِ لَمْ تَضِلُّوْا بَعْدَ هُمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَنَسَبِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ۞

بزار نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان دونوں کے ہدایات وارشادات کے موافق تم عمل کرتے رہے تو میرے بعد تم راہِ راست سے نہ بھٹکو گے۔ قرآن مجید اور میرے رشتہ دار اہل بیت اور ان دونوں میں کبھی اختلاف اور جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں مجھ سے ساتھ ساتھ حوض کوثر پر ملاقات کرینگے۔

(۲۳)

اخرج البزار عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم اِنِّیْ مَقْبُوْضٌ وَاِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَهْلُ بَیْتِیْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَ هُمَا ۞

بزار نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میری وفات ہو جاتے گی اور میں تم میں دو معتبر اور وزن دار چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ

اور میرے اہلِ بیت ان دونوں کی ہدایتوں پر عمل کرتے رہے تو کبھی تم راہِ حق سے نہ بھٹکو گے ؛

(٢٤)

اخرج البزار عن عبد اللّٰہ بن الزبیر ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال مَثَلُ اَھْلِ الْبَیْتِ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَرَکَھَا غَرَقَ ۝

بزار نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے۔ حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے۔ کہ جو اُس میں سوار ہوگیا۔ وہ تو بچگیا اور جس نے اُسے چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا (ایسے ہی جو آل رسول کے دامن سے چمٹا رہا وہ نجات پائے گا۔ اور جس نے ان کے دامن کو چھوڑا وہ تباہ ہوا ؛)

(٢٥)

اخرج البزار عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل اَھْلِ بَیْتِیْ مَثَل سَفِیْنَةِ نوحٍ مَنْ رَکِبَ فِیْھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ ۝

بزار نے عبد اللہؓ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اہلبیت کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگیا اُس نے تو نجات پائی اور جو اُس سے علیحدہ رہا وہ ڈوبا ؛

(٢٦)

اخرج الطبرانی عن ابی ذرؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَثَلُ اھل بَیْتِی فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ فِی قَوْمِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ وَمَثَل بَابِ حِطَّةٍ فِی بَنِی اِسْرَائِیْلَ ۝

طبرانی میں ابی ذرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے میرے اہلبیت کی مثال تم لوگوں میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی اور بنی اسرائیل کے حطتہ دروازے جیسی ہے حضرت نوحؑ کی قوم میں سے جو کشتی میں سوار ہوگیا اور بنی اسرائیل میں جو باب توبہ میں توبہ توبہ کہتا ہوا داخل ہوا ان کی تو نجات اور مغفرت ہوگئی اور جو کشتی میں سوار نہ ہوا اور بنی اسرائیل بجائے حطتہ (توبہ) کے حنطتہ (گیہوں) بدمعاشی اور شرارت سے کہنے لگے وہ ہلاک اور عذابِ طاعون میں برباد کر دئے گئے۔

(۲۷)

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابی سعیدؓ الخدری سمعت رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اِنَّمَا مَثَلَ اَھْلَ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نوحٍ مَنْ رکبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ وَاِنَّمَا مَثَلُ اَھْلَ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلَ بَابِ حِطَّۃٍ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مَنْ دَخَلَہٗ غُفِرَلَہٗ۔

اوسط طبرانی میں ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی جیسی ہے کہ جو اُس میں سوار ہوگیا اُس کو تو نجات ہوگئی اور جو کشتی سے الگ ہوگیا اس میں سوار نہ ہوا۔ وہ ڈوب گیا۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم لوگوں میں بنی اسرائیل کے باب توبہ جیسی ہے کہ جو اس میں توبہ توبہ کرتا ہوا داخل ہوا۔ وہ بخشا گیا۔

(۲۸)

اخرج البخاری فی تاریخہ عن الحسنؓ بن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لِکُلِّ شَیْئٍ اَسَاسٌ وَّاَسَاسُ الاسْلَامِ حُبُّ اَصْحَابِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔

امام بخاری نے حسنؓ بن علیؓ سے اپنی تاریخ میں روایت بیان کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے لیے نیو۔ پایہ اور جڑ ہوتی ہے اور اسلام کی جڑ بنیاد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت کی محبت ہے۔

(۲۹)

اخرج الطبرانی عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کُلُّ بَنِیْ اُنْثٰی عَصَبَتُهُمْ لِاَبِیْهِمْ مَاخَلَا وُلْدِ فَاطِمَةَ فَاِنِّیْ اَنَا عَصَبَتُهُمْ وَاَنَا اَبُوْهُمْ ۵

طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عورت کی اولاد کا ولی اور عصبہ اُن کا باپ اور باپ کے مرد رشتہ دار ہوتے ہیں سوائے حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے کہ میں اُن کا عصبہ ہوں اور ان کا باپ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر عورت کی اولاد نسبت کی جاتی ہے اپنے باپ کی طرف مگر اولاد فاطمہؓ میری طرف منسوب ہے۔ گویا میں ان کا باپ ہوں اور وہ میری اولاد ہے (خصوصیت بزرگی اور شرافت کی وجہ سے) ؛

(۳۰)

اخرج الطبرانی عن فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کُلُّ بَنِیْ اُمٍّ یَنْتَمُوْنَ اِلٰی عَصَبَةٍ اِلَّا وُلْدِ فَاطِمَةَ فَاَنَا وَلِیُّهُمْ وَاَنَا عَصَبَتُهُمْ ۵

طبرانی نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کے مرد رشتہ داروں کی طرف نسبت کی جاتی ہے یعنی باپ دادا پردادا کی طرف سوائے حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے میں اُنکا ولی اور عصبہ ہوں اس لیے میری طرف منسوب ہوں گے ؛

(۳۱)

اخرج الحاکم عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لِکُلِّ بَنِیْ اُمٍّ عَصَبَةٌ یَنْتَمُوْنَ اِلَیْهِمْ اِلَّا ابْنَیْ فَاطِمَةَ فَاَنَا وَلِیُّهُمَا وَعَصَبَتُهُمَا

حاکم نے جابرؓ سے روایت بیان کی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماں کی اولاد کے لیے ولی اور عصبات ہوتے ہیں جن کی طرف یہ اولاد منسوب کی جاتی ہے سوائے حضرت سیدہ فاطمہ کے دونوں

بیٹے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے کہ اُن کا ولی اور عصبہ میں ہوں ؛

(۳۲)

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن جابرؓ انہ سمع عمرؓ بن الخطاب یقول لِلنَّاسِ حِیْنَ تَزَوَّجَ بِنْت عَلِیٍّ یقول اَلَا تُهَنِّؤُنِیْ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یَقُوْلُ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کُلُّ سَبَبٍ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ

طبرانی کی اوسط میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عمرؓ کو جس وقت کہ ان کا نکاح حضرت کلثوم بنت علیؓ سے ہوا یہ فرماتے سُنا کہ اے لوگو تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر قسم کا ناتا رشتہ نسب سب ٹوٹ جائیں گے مگر میری رشتہ داری باقی رہے گی اور میرے نسب کا سلسلہ نہیں ٹوٹے گا ؛

(۳۳)

اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَب مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ ؛

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کا رشتہ اور قرابت داری قیامت کے دن ٹوٹ کر موقوف ہوجائے گی۔ مگر میرا رشتہ اور میری قرابت داری باقی رہے گی ؛

(۳۴)

اخرج ابن عساکر فی تاریخہ عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ القیامۃ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِهْرِیْ ؏

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کا نسبی اور سُسرالی رشتہ قیامت کے دن منقطع ہوجائیگا سوائے میری رشتہ داری اور سُسرالی علاقہ کے

کہ یہ باقی رہیں گے ؂

(۳۵)

اخرج الحاکم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاُمَّتِيْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فَاِذَا خَالَفَهَا قَبِيْلَةٌ اِخْتَلَفُوْا فَصَارُوْا حِزْبَ اِبْلِيْسَ ۵

حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کے تارے اہل زمین کے لیے سفر دریا میں ڈوبنے سے بچانے میں باعث پناہ وموجب امن ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کو اختلاف اور تفرقہ میں پڑنے سے بچانے میں باعث امن ہیں۔ جب میرے اہلبیت سے کوئی گروہ اختلاف کر کے الگ ہوجائے گا تو وہ گروہ شیطانی گروہ سمجھا جائے گا ؂

(۳۶)

اخرج الحاکم عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وَعَدَنِيْ رَبِّيْ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ مَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِيْ بِالْبَلَاغِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ ۵

حاکم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند کریم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے جو لوگ کہ خدا کی توحید کا اور میری رسالت وتبلیغ کا اقرار کرتے ہوں گے اُنہیں خدا عذاب نہیں دے گا ؂

(۳۷)

اخرج ابن جریر فی تفسیرہ عن ابن عباس فی قولہٖ تعالیٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى قال مِن رضیٰ مُحَمَّدٍ اَنْ لَّا يُدْخِلَ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ ۵

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فرمان باری تعالیٰ " ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ " کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ " اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپؐ کو آخرت میں اتنی کثرت سے نعمتیں دے گا کہ آپؐ خوش اور راضی ہوجائیں گے۔ اور حضورؐ کی رضامندی اس میں ہے کہ آپؐ کے اہلبیت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہ جائے ؛

(۳۸)

اخرج البراز و ابویعلی والعقیلی والطبرانی وابن شاھین فی السنۃ عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ فَاطِمَۃَ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذُرِّیَّتَھَا عَلَی النَّارِ ۝

بزار ابویعلی، عقیلی، طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمۃ الزہراؓ نے اپنی عزت، آبرو اور ناموس کو سنبھالا اور بُری باتوں سے محفوظ رکھا اس لیے خداوند تعالیٰ نے حضرت سیدہؓ کی ذریت اور اولاد کو نار دوزخ پر حرام کر دیا ؛

(۳۹)

اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لِفَاطِمَۃَ اِنَّ اللّٰہَ غَیْرُ مُعَذِّبِكِ وَلَا وَلَدَیْكِ ۝

طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا اپنے فاطمہؓ خدا تم کو اور تمہارے دونوں بیٹوں کو عذاب نہیں دے گا ؛

(۴۰)

اخرج الترمذی وحسنہ عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ ۝

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو
مَیں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہوگے تو ہرگز راہِ راست سے
نہ بھٹکوگے وہ قرآن پاک ہے اور میرے اہل بیت ہیں ؁

(۴۱)

اخرج الخطیب فی تاریخہ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم شَفَاعَتِیْ لِاُمَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ اَهْلَ بَیْتِیْ ؕ
خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ میری شفاعت میری امت کے لیے ہے اور خاص کر اس شخص کے لیے جو میرے اہلبیت
کو دوست رکھتا ہو ؁

(۴۲)

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ مِنْ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَهْلُ بَیْتِیْ ؕ
طبرانی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت
میں سب سے پہلی شفاعت میں اپنے اہل بیت کے لیے کروں گا ؁

(۴۳)

اخرج الطبرانی عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب عن ابیہ
قال خَطَبَنَا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بِالْجُحْفَةِ فَقَالَ
اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّیْ
سَائِلُکُمْ عَنِ اثْنَیْنِ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَعَنْ عِتْرَتِیْ ؕ
طبرانی نے مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی
ہے کہ ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جحفہ میں خطبہ میں فرمایا کہ کیا میں تم پر

تمہاری جانوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا تو قیامت میں قرآن مجید اور اپنی اولاد اور اہلبیت کے بارے میں تم سے مَیں پوچھوں گا کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ اور ان کے حقوق کس طرح ادا کیے۔

(۴۴)

اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتزول قدما عبدٍ حتی یُسْئَالَ عَنْ عُمرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ جَسَدِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ فِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَمِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَعَنْ حُبِّہٖ لِاَھْلِ الْبَیْتِ ہ

طبرانی نے عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میدان حشر میں کسی بندے کے قدم نہ ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے دریافت کرلیا جائے گا کہ اس نے اپنی قیمتی عمر کو کن کاموں میں صرف کیا۔ اور اپنے بدن کو کن کاموں میں گلایا اور پُرانا کیا۔ اور مال کن کن طریقوں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ اور اہلبیت سے دوستی اور محبت رکھتا تھا یا نہیں۔

(۴۵)

اخرج الدیلمی عن علیؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یَقُوْلُ اَوَّلُ مَنْ یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ اَھْلُ بَیْتِیْ ہ

دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے جو لوگ حوضِ کوثر پر پہلے آئیں گے وہ میرے اہلبیت ہوں گے۔

(۴۶)

اخرج الدیلمی عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ

وَعَلٰی قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَآئِہٖ وَاَصْفِیَآئِہٖ ۞

دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو عمدہ عادتوں میں سے تین عادتیں اور تین آداب کی تعلیم دیا کرو۔ تمہارے نبیؐ کی محبت اور اہلبیت کی محبت اور قرآن شریف پڑھنے کے آداب سکھایا کرو۔ اس واسطے کہ حاملین قرآن اور کلام اللہ کے حفاظ اللہ کے سایہ میں امن اور چین سے خدا کے برگزیدہ بندوں اور پیغمبروں کے ساتھ ہوں گے۔ ایسے دن میں کہ اس دن کوئی سایہ خداوند کریم کے سایہ کے سوا نہ ہوگا ؛

(۴۷)

اخرج الدیلمی عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَھْلِ بَیْتِیْ وَاَصْحَابِیْ ۞

دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے سب سے زیادہ پل صراط پر ثابت قدم رہنے والا وہ شخص ہوگا۔ جو میرے اہلبیت اور میرے اصحاب کی محبت میں زیادہ مضبوط، قوی اور سخت ہوگا ؛

(۴۸)

اخرج الدیلمی عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اَرْبَعَۃٌ اَنَا لَھُمْ شَفِیْعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُکرم لِذُرِّیَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَھُمْ حَوَائِجِھِمْ وَالسَّاعِیْ لَھُمْ فِیْ اُمُوْرِھِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا اِلَیْہِ وَالْمُحِبُّ لَھُمْ بِقَلْبِہٖ وَلِسَانِہٖ ۞

دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن خاص طور پر اُن کی شفاعت کروں گا۔ اوّل وہ شخص جو میری اولاد کی تعظیم و تکریم کرنے والا ہو۔ دوسرا وہ جو اُن کی حاجتیں پوری کرتا ہو۔ تیسرا وہ جو اُن کے کاموں میں

سعی و کوشش کرتا ہو۔ ایسے وقت کہ وہ لوگ پریشان اور لاچار ہو کر اپنی حاجتیں ان کے پاس لے جاویں۔ چوتھا وہ جو دل اور زبان سے اُن سے محبت رکھنے والا ہو۔

(۴۹)

اخرج الدیلمی عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ ؕ

دیلمی نے ابی سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ کا غضب اُس ظالم پر بہت سخت ہوا اور ہوگا جس نے میری اولاد اور اہلبیت کے بارے میں مجھے ستایا اور ایذا دی یا جو ستاوے گا اور ایذا دے گا۔

(۵۰)

اخرج الدیلمی عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْاٰکِلَ فَوْقَ شِبْعِہٖ وَالْغَافِلَ عَنْ طَاعَۃِ رَبِّہٖ وَالتَّارِکَ لِسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ وَالْمُخْفِرَ ذِمَّتَہٗ وَالْمُبْغِضَ عِتْرَۃَ نَبِیِّہٖ وَالْمُؤْذِیْ جِیْرَانَہٗ ؕ

دیلمی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ کو چند آدمی بہت ناپسند ہیں۔ ایک تو پیٹو بہت کھانے والا۔ دوسرا اُس کی عبادت سے غافل رہنے والا۔ تیسرا اس کے نبیؐ کی سُنت کو چھوڑنے والا۔ چوتھا اللّٰہ کا عہد اور ذمّہ توڑنے والا۔ پانچواں اہلبیت اور اولاد نبی سے بغض و عداوت اور کینہ رکھنے والا۔ چھٹا اپنے پڑوسیوں اور ہمسایوں کو ایذا دینے والا۔

(۵۱)

اخرج الدیلمی عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اَھْلُ بَیْتِیْ وَالْاَنْصَارُ کَرِشِیْ وَعَیْبَتِیْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِھِمْ

وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْهِمْ

دیلمی نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے پیٹ اور گٹھڑی ہیں یعنی میرے محرم اسرار اور معتمد علیہ اور رازدار ہیں پس ان کے نیک بختوں سے نیک کام اور عمدہ باتیں قبول کرو اور ان میں جو گنہگار اور بدکار ہیں اُن سے درگذر کرو اور ان کے قصور کو معاف کرو ؎

(۵۲)

اخرج ابونعیم عن الحکیم عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ اَوْلیٰ رَجُلاً مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَعْرُوْفاً فِی الدُّنْیَا فَلَمْ یَقْدِرِ الْمُطَّلِبِیُّ عَلیٰ مُکَافَاتِہٖ فَاَنَا اُکَافِئُہٗ عَنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۵

ابونعیم نے حضرت عثمان سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دُنیا میں اولاد عبد المطلب بنی ہاشم یعنے اہلبیت سے کچھ نیکی سلوک اور احسان کیا پھر وہ اہلبیت اُس کا بدلہ نہ دے سکا تو قیامت کے روز اس سید کی طرف سے میں پورا بدلہ ادا کرونگا ؎

(۵۳)

اخرج الخطیب عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ صَنَعَ صَنِیْعَۃً اِلیٰ اَحَدٍ مِّنْ خَلَفِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فِی الدُّنْیَا فَعَلَیَّ مُکَافَاتُہٗ اِذَا لَقِیَنِیْ ۵ ———

خطیب نے حضرت عثمانؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کہ اولاد عبد المطّلب میں سے کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی اور سلوک کرے تو میرے ذمہ اس کا بدلہ ہے۔ جب وہ مجھ سے ملے گا۔ یعنی قیامت میں احسان کرنے والے کو میں پورا بدلہ دوں گا ؎

اخرج ابن عساکر عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ صَنَعَ اِلیٰ اَحَدٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یَدًا کَافَیْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ؕ

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے اہلبیت میں سے کسی کے ساتھ احسان اور سلوک کرے تو میں اس کو قیامت میں پورا بدلہ دوں گا ؂

(۵۵)

اخرج الماوردی عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ سَبَبٌ طَرَفُہٗ بِیَدِ اللّٰہِ وَطَرَفُہٗ بِاَیْدِیْکُمْ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَاَنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ؕ

ماوردی نے ابن سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم تھامے رہے تو کبھی نہ بھٹکو گے وہ چیز قرآن مجید ہے۔ جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسری چیز میری اولاد اور اہلبیت ہیں۔ قرآن میں اور اہلبیت میں ہدایت اور رہنمائی کے اعتبار سے کبھی جدائی اور تفرقہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گے ؂

(۵۶)

اخرج احمد والطبرانی عن زید بن ثابت قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ؕ

امام احمد اور طبرانی نے حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے بعد تم میں دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن پاک ہے۔ جس کے نور کی رسی آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔ دوسرے میرے اہلبیت اور میری اولاد ہے ان دونوں خلیفوں میں کبھی تفرقہ اور جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ دونوں حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔

(۵۷)

اخرج الترمذی والحاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن عائشۃؓ مرفوعًا سِتَّۃٌ لَعَنْتُھُمْ وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَکُلُّ نبی مُجاب الزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَالْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبْرُوْتِ فَیَعِزُّ بِذَالِکَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰہُ وَیُذِلُّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰہُ وَالْمُسْتَحِلُّ بِحَرَمِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ ؕ

ترمذی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے اس حدیث کو مرفوعًا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ فرمایا چھ شخص ایسے ہیں جن پر خدا نے اور میں نے اور ہر مقبول الدعا نبی نے لعنت کی ہے۔ (۱) قرآن میں اپنی طرف سے کوئی لفظ یا عبارت بڑھا دینے والا یا قرآن کی تفسیر خلافِ لغت اور آیات محکمات کے خلاف کرنے والا (۲) تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) زبردستی سے عزت حاصل کرنے کو حاکم بن بیٹھنے والا اور حاکم بن کر معزز لوگوں کو ذلیل اور ذلیل وخوار لوگوں کو عزت دینے والا (۴) اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال کرنے والا (۵) میرے اہلبیت کے خون اور آبرو کو ناحق حلال کرنے والا (۶) میری سُنّت کو چھوڑنے والا ؕ

(۵۸)

اخرج الدارقطنی فی الافراد فی المتفق والمفترق عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سِتَّۃٌ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَلَعَنْتُھُمْ وَکُلُّ نَبِیٍّ مُجَاب الدَّعْوَۃِ الزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَالْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ وَالرَّاغِبُ عَنْ سُنَّتِیْ اِلٰی بدعَۃٍ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ

وَالْمُتَسَلِّطُ عَلٰی اُمَّتِیْ بِالْجَبَرُوْتِ لِیُعِزَّ مَنْ اَذَلَّہُ اللّٰہُ وَیُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰہُ وَالْمُرْتَدُّ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ هِجْرَتِہٖ ٥

دارقطنی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ شخص ہیں جن پر اللہ نے میں نے اور ہر مقبول الدعا نبی نے لعنت کی ہے (۱) قرآن شریف میں اپنی طرف سے کوئی لفظ بڑھانے والا (۲) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا (۳) میری سُنّت سے مُنہ پھیرنے والا اور بدعت کا کرنے والا (۴) اور میرے اہلبیت کی خونریزی اور آبرو ریزی کو حلال کرنے والا (۵) اور میری امت پر زبردستی حاکم بن جانے والا تاکہ ذلیل وخوار کرے (۶) مسلمان ہوکر مدینہ کی ہجرت کرنے کے بعد پھر مرتد ہوکر جنگل میں یعنی اپنے دار الکفر میں جا رہنے والا: ———

(۵۹)

اخرج الحاکم فی تاریخہ والدیلمی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثَلَاثٌ مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفَظَ اللّٰہُ لَہٗ دِیْنَہٗ وَدُنْیَاہُ وَمَنْ ضَیَّعَهُنَّ لَمْ یَحْفَظِ اللّٰہُ لَہٗ شَیْئًا حُرْمَةَ الْاِسْلَامِ وَحُرْمَتِیْ وَحُرْمَةَ رَحِمِیْ ٥

حاکم اور دیلمی نے ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان چیزوں کی حفاظت کرے گا۔ اللہ اس کی دنیا اور دین دونوں کی حفاظت فرمائے گا۔ اور جو شخص اُن باتوں کو ضائع کرے گا اللہ اس کے کسی کام کی حفاظت نہیں کرے گا ایک اسلام کی عزّت دوسرے میری عزّت تیسرے میرے قرابت داروں اور اہلبیت کی عزّت ؛

(۶۰)

اخرج الدیلمی عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ النَّاسِ الْعَرَبُ وَخَیْرُ الْعَرَبِ قُرَیْشٌ وَخَیْرُ قُرَیْش

بَنُوْهَاشِمٍ ۞ تَمَّ الْکِتَابُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وصلی اللّٰہ علٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے اچھے عرب لوگ ہیں اور عرب میں سب سے اچھا قبیلہ قریش کا ہے اور قریش میں سب سے عمدہ کنبہ نبی ہاشم کا ہے ۞ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی سیّدنا محمدؐ وآلہ وصحبہ وسلم ۞

مرغوب احمد لاجپوری

سورتی۔ خادم مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ

نمبر ۳۳۸ مغل اسٹریٹ رنگون

۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

خصوصیاتِ بنی فاطمہ رض

تیسری فصل

خصوصیاتِ بنی فاطمہ رض

عموماً یہ امر مسلم ہے کہ ہر عورت کی اولاد اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نرینہ اولاد حیات نہ تھی اور صاجزادیوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیّدہ فاطمہ رض سے ایک خاص خصوصیّت و مناسبت تھی و نیز آپکی ذرّیات طیّبات کا سلسلہ تا قیامت حضرت سیّدہ رض ہی سے علم الٰہی میں مقدّر تھا۔ بنابریں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سادات بنی فاطمہ رض کو اپنی ذات مقدّسہ کی طرف منسوب فرمایا۔ کہ بنی فاطمہ یعنی حسن رض و حسین رض میرے بیٹے ہیں۔ اور میں ان کا عصبہ و ولی ہوں گویا یہ میری صلبی اولاد ہے اور میں اُن کا باپ ہوں۔ حضرت حسن رض کی نسبت اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ اور حضرت حسین رض کو حُسَیْنٌ مِنِّیْ حضورؐ نے فرما کر اس خصوصیت کو ظاہر فرمایا۔ اس فرمان کی بناء پر حضرت فاطمہ رض زہراء کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوئی اگرچہ فی الحقیقت ان کے والد حضرت سیّدنا علی رض ہیں۔ لیکن یہ شرف رمزیت و خصوصیّت حضرت فاطمہ رض کی ہے کہ ان کی اولاد بجائے باپ کے ماں کی طرف منسوب ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ بجز حسن رض و حسین رض کے اس لیے کہ وہ دونوں میرے (حکماً) بیٹے ہیں اور (حقیقۃً) نواسے ہیں۔

روض الزاہر میں حضرت شعبی رض سے منقول ہے کہ حجاج بن یوسف کو خبر پہنچی کہ یحییٰ بن یعمر رض کہتے ہیں کہ حضرت حسن رض و حسین رض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت اور نسل میں ہیں۔

یحییٰ بن یعمرؓ خراسان میں تھے۔ چنانچہ حجاج نے والی خراسان قتیبہ بن مسلمؒ کو لکھا کہ یحییٰ بن یعمرؓ کو میرے پاس بھیجدو۔ قتیبہؓ نے حسب الحکم یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیجدیا۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ جس وقت یحییٰ حجاج کے سامنے آئے تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ حجاج نے کہا۔ یحییٰ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا یہ خیال ہے کہ حسنینؓ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت میں ہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ ہاں اے حجاج صحیح ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ مجھ کو ان کے "اے حجاج" کہنے کی جرأت پر بہت تعجّب ہوا۔ حجاج نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تو نے اس کو قرآن مجید کی واضح دلیل سے ثابت نہ کیا تو مارتے مارتے تیری کھال اُدھیڑ دوں گا۔ اور ہاں آیات مباہلہ کو دلیل میں پیش نہ کرنا۔ کہ "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی بیبیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیبیوں کو بلاؤ" (کہ اس سے ذرّیت رسولؐ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا) یحییٰ بن یعمرؓ نے کہا۔ اچھا اگر قرآن شریف کی واضح دلیل سے میں نے ثابت کردیا تب تو مجھکو امان ملے گی؟ حجاج نے کہا ہاں ضرور"۔

یحییٰ نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ الخ اور عطا کئے ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کہ ان سب کو ہدایت بخشی۔ اور نوحؑ کو ہم پہلے ہدایت دے چکے تھے اور ان کی ذرّیت میں داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارون کو بنایا اور نیکوکار بندوں کو ہم ایسے ہی انعام دیا کرتے ہیں۔ اور زکریاؑ اور یحییٰ اور عیسٰےؑ اور الیاسؑ کو ان کی ذرّیت میں کیا۔ اس آیت کی تلاوت کے بعد یحییٰ بن یعمرؓ نے کہا اب بتاؤ کہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت میں شامل فرمایا۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان کا زمانہ بہت زیادہ ہے اس زمانہ کی نسبت جو حضرات حسنینؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے"۔

حجاج قایل ہوگیا۔ اور کہنے لگا یحییٰ تم واقعی گرفت سے نکل گئے اور صریح دلیل سے تم نے ثابت کردیا۔ بخدا میں نے اس آیت کو بارہا پڑھا مگر مجھے کبھی نہ معلوم ہوا کہ بیٹی کی اولاد

بھی ذرّیت میں داخل ہے۔

شرافتِ نسبی

جن سادات شریف النّسب کا سلسلۂ نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بسندِ صحیح ثابت ہے۔ یہ جملہ اشراف القاب مشہورہ اہلبیت۔ ذرّیت۔ عترت۔ آل اہل کسار۔ آل عبا۔ اہل قربیٰ۔ وغیرہ کے مصداق ہیں اور بفحوائے "فاطمۃ بضعۃ منّی" بضعۃ الرسولؐ حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے توسط سے قیامت تک کے صحیح النّسب سادات پارۂ گوشتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ان ہی کی محبت شرعًا واجب ہے، انہی کی خبرگیری کا ارشاد ہے انہیں کے مُسیئین اور گنہ گاروں کے باب میں وَتجاوزُوا عن مُسیئھم اور صلحاء کے لیے فَاقبلُوا مِن محسنھم وارد ہے۔ انہی کے دامنِ عاطفت میں چمٹے رہنے کی ترغیب ہے۔ انہی کے علمائے عالمین کے ساتھ تمسک کا حکم ہے۔ ان ہی کے نسب نامے ضبط واتقان کی شکل میں علمانے مختلف ومتعدد تالیفات میں مندرج کیے ہیں۔ اسی نسب کے مفید ہونے کے باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے بجز میرے رشتے کے کہ وہ قائم رہے گا۔ اسی لیے حضورؐ نے حفاظتِ نسب کی تاکید وترغیب فرمائی۔ اور جھوٹے دعویداروں کو تنبیہ وترہیب فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (۱) من ادعیٰ الیٰ غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام (بخاری)

جو شخص اپنے اصلی باپ کے سوا اور کسی کو باپ بتاتے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنّت حرام ہے۔ (۲) لاترغبوا عن اٰبائکم فمن رغب عن ابیہ فھو کفر (بخاری)

اپنے اصلی باپ دادوں سے انحراف نہ کرو اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بناؤ جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنلئے اس نے کفر کیا۔

ایک روایت میں ہے فعلیہ لعنۃ اللّٰہ وملئکتہ والناس اجمعین اپنے نسب کو چھوڑ کر دوسرے نسب میں گھسنے والے پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہے۔" ان احادیث کی بنا پر محتاط علماء نے کسی کے نسب میں نفیاً یا اثباتاً کلام کرنے اور توغل کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس باب میں فقہی روایات بھی بہت سخت ہیں۔

مسئلہ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص سیادت وشرافت کا جھوٹا دعویٰ کرے اُسے سخت سزا دینی چاہیئے۔ اور مدّت تک قید میں رکھنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ توبہ کرے اس لیے کہ اس میں استخفاف وہتک حرمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ ایک نااہل، بدگہر اولادِ نبوی واہل بیت مصطفویؐ میں داخل ہوتا ہے لیکن با این ہمہ جس سیّد کے نسب میں طعن کیا جاتا امام ممدوح اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے شاید حقیقت میں سیّد ہو۔

حُرمتِ صَدقہ واجبہ

سادات کرام واہل بیت عظام پر زکوٰۃ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حرام ہے، اکثر ائمہ مذاہب کا صحیح مسلک یہی ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی، ابوطالب، ابن قدامہ، ابن ارسلان نے اس کی حرمت پر ائمہ مذاہب وجمہور علماء کا اجماع واتفاق نقل کیا ہے، علماء احناف کا بھی بناء بر ظاہر الروایت اور ظاہر المذہب مفتی بہ قول یہی ہے۔

ہاں امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ابوعصمہ نے نقل کی ہے کہ اس زمانہ میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا اور ان کو لینا جائز ہے اس لیے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ کا عوض یعنی بیت المال سے پانچویں حصہ

کا پانچواں ملا کرتا تھا وہ اب نہیں ملتا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ سادات کا آپس میں ایک دوسرے کو زکوٰۃ لینا دینا درست ہے۔

انہی روایات کی بنا پر امام طحاوی و بعض متاخّرین علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا و لینا درست ہے۔ لیکن جمہور علمائے احناف اس روایت نوادر کو ظاہر الروایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مفتیٰ بہ فرما رہے ہیں کتب احناف کے تمام معتبرات و مُتون سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا بعض علماء کا یہ استدلال کہ حرمت زکوٰۃ کی وجہ بیت المال سے خمس الخمیس کا تقرر ہے اور اب خمس نہیں ملتا تو سادات کو زکوٰۃ دینی اور ان کو لینی درست ہے کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لیے کہ سادات بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہونے کی علت یہ نہیں ہے کہ خمس الخمیس مقرر تھا بلکہ حرمت کی علّت حسب تصریحاتِ احادیث صحیحہ اوساخ الناس اور غسالۃ الایدی ہے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان الصدقۃ لاینبغی لاٰلِ محمد انما ھی اوساخ الناس" (مسلم)

(۲) وفی روایۃ "نحن اھل البیت لاتحل لنا الصدقۃ" (بخاری)

(۳) وفی روایۃ "اخذ الحسن بن علی تمرۃً من تمرۃ الصدقات فجعلھا فی فیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ ارم بہا اما علمت انا لاتحل لنا الصدقۃ" (رواہ الشیخان)

(۴) وفی روایۃ "لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئٌ انما ھی غسالۃ الایدی وان لکم فی خمس الخمس مایغنیکم (طبرانی)

اور یہ علت زکوٰۃ کے لیے لازم الماہیت ہے اور ہر زمانہ میں اس کے ساتھ موجود ہے جب کبھی زکوٰۃ پائی جائے گی۔ اُس کا اوساخ الناس اور غسالۃ الایدی ہونا ضروری

اور لازمی ہے۔ لہٰذا سادات بنی ہاشم یعنی آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل پر ہمیشہ اور ھر زمانہ میں زکوٰۃ کی حرمت ثابت ہو گی۔ اور اگر تقرر خمس الخمس[1] بھی علت مان لی جاوے تو حرمت کی دو مستقل علتیں ہوں گی۔ ایک علت اوساخ الناس[2] و غسالۃ الایدی اور دوسری تقرر خمس الخمس تو ایک علت کے ارتفاع سے معلول کا ارتفاع نہ ہو گا، بلکہ ایک علت اوساخ الناس اور غسالۃ الایدی ہر وقت اور ہر زمانہ میں باقی رہی اور باقی رہے گی۔ لہٰذا حرمت زکوٰۃ علی السادات کا حکم بہر حال باقی رہے گا۔

امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ دین کا مختار مذہب یہی ہے ہاں صدقات نافلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن اکثر حنفیہ نفلی صدقات کے جواز کے قائل ہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ بحر الرائق میں متعدد کتابوں کے حوالہ سے اس کے جواز پر علماء کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، اور اسی کو مذہب مختار لکھا ہے۔ ایسے ہی مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک بھی بنا بر قول صحیح جائز ہے۔

علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ سادات پر حرمت زکوٰۃ بوجہ نجابت ذاتی اور شرافت نسبی کے ہے۔ لیکن اگر ان حضرات کو فقر و تنگدستی سے زکوٰۃ لینے کی شدید احتیاج ہو تو زکوٰۃ ان کو دی جاوے ——— چنانچہ علامہ امام سبکی اور ایک جماعت علماء شوافع نے اس کا فتویٰ دیا ہے "حدیث: ان لکم فی خمس الخمس مایکفیکم" کے مفہوم سے امام سبکی کے فتوے کی تائید ہوتی ہے کہ جب سادات کو ہدایا، عطایا، آمدنی اوقاف وغیرہ سے نہ ملتا ہو یا اتنا قلیل ملتا ہو کہ کافی نہ ہوتا ہو تو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

میرے شیخ قطب الوقت حضرت علی خواص رح بھی احتیاج شدیدہ کی صورت میں سادات کو زکوٰۃ لینا دینا جائز فرماتے تھے۔

---

[1] پانچویں کا پانچواں حصہ [2] لوگوں (کے مال کا) میل کچیل اور ہاتھ کا دھوون

شکایاتِ اہلِ زمانہ و چند کلماتِ خیر خواہانہ

افسوس، مسلمانوں نے ان جگر پارۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سادات اہل بیت کی دینی و دنیوی ترقی و بہبودی کی طرف سے حد درجہ سرد مہری اور بے حد تغافل برتا ہے اس قدر طویل و عریض بر اعظم ہندوستان میں جہاں سیکڑوں انجمنیں و اسلامی سوسائیٹیاں موجود ہیں ۔ اور آئے دن درجنوں قائم ہوتی رہتی ہیں ۔ لیکن میری نظرِ قاصر میں کوئی ایک انجمن بھی خالص ایسی وجود میں نہ آئی جو ان مفلوک الحال تباہ روزگار بے علم سادات اہل رسولؐ کی دینی و دنیوی ضرورتوں کی متکفل ہوتی، آج ان شریف النسب سید زادوں کی نونہال، پیاری اولاد بڑی تعداد میں بوجہ غربت و تنگدستی دینی و دنیوی علوم و فنون سے یک لخت محروم ہو رہی ہے ۔ اے کاش نام لیوا یان محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آقا و محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور احسان کا کچھ پاس ہو اور بصیرت کی آنکھوں سے آپ کے فرمان واجب الاذعان کو دیکھیں اور غور کریں کہ آل رسولؐ کے باب میں اُمت کو آپ کی کیا وصیّت ہے اور اُمّت اُس وصیّت کو کس طرح پورا کر رہی ہے۔

آج ہزاروں مسلمان عاشورہ ، بارہویں اور گیارہویں کی رسمی مجالس میں صرف نام و نمود و شہرت کے لیے حضرت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب میں شہید ملّت حضرت سیّدنا امام حسین رضؓ مظلومِ کربلا کے ماتم میں حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضؓ کی مجالس وفات میں ہر سال لاکھوں روپیہ غیر محتاج بلکہ زیادہ تر مالدار مسلمانوں کے کھلانے، اور شیرینی تقسیم کرنے اور منڈپ کی فضول آرائش و زیب و زینت میں صرف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے حقوق مصطفوی ایک مجلس پڑھا کر ادا کر دئے ۔ اور عاشورہ میں پانی کی پُر تکلّف سبیل لگا کر اور گیارہویں کا کھانا کھلا کر اہلبیت کی محبت کا پورا حق ادا کر دیا۔

مُسلمانو! اپنے اس مَن ملانے فیصلے پر نظر ثانی کرو اور غور کرو کہ یہ کونسا انصاف

ہے، یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آل رسولؐ بھوکوں مر رہی ہوں، اولاد بتولؓ فاقہ مست ہوں، ذریات امام حسینؓ جہالت اور آوارگی کی حالت میں زمانہ کے ہاتھوں پامال ہو رہی ہوں، حضرت غوث پاک کے جگر پارے غربت اور ناداری کی بدولت اپنے جدّ امجد کے علوم و فیوض سے بیگانہ ہو رہے ہوں، لیکن تمہیں ان کی فاقہ مستی، ان کی تباہ حالی، ان کی جہالت، ان کی پریشان حالی اور آوارہ گردی پر مطلق ترس نہیں آتا، ان کی فاقہ مستی دور کرنے کی تمہیں فکر نہیں، تعاون واحسان کا ہاتھ بڑھا کر ان کو زیورِ علم و عمل سے مزیّن کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر توفیق ہوئی تو یہی ہوئی کہ رسمی اور غیر شرعی مجالس کرو، ہزاروں روپیہ نہایت بے دردی سے تقسیم شیرینی میں صرف کر دو۔ بہت بڑی رقم پیاسے اور مظلوم شہیدؓ کے نام کی سبیلوں میں لگا دو۔ بارہویں اور گیارہویں کے للّٰہی کھانوں میں مال داروں کی خوب خوب آؤ بھگت کرو اور غربار و فقرار کو دھکے دے کر نکال باہر کرو۔ کیا عاشقان محمدؐ و محبّین آل رسولؐ کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے۔ کہ رسم ادا کرنے کی خاطر ان ہی بزرگوں کے نام پر لاکھوں روپیہ صرف کریں اور ان حضرات کے جگر گوشوں کی دینی و دنیوی ضرورتوں کو نظر انداز کر دیں، یہ کہاں کی محبت ہے اور اہلبیت کی خبر گیری میں حضورؐ کے حقوق ادا کرنے کا یہ کونسا صحیح طریقہ ہے۔ کیا صرف مجالس رسمیہ ادا کرنے میں آپ کی رضا مندی کے خواہاں ہو۔ حاشا و کلاّ یہ رضا مندی کے حصول کا طریق نہیں۔ آپؐ کی رضامندی کے خواہاں ہو تو آپؐ کا اتباع و اسوۂ حسنہ اختیار کرو۔ آپ کی اولاد و ذرّیات کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ان کو پامالی اور بربادی سے بچاؤ۔ ان کی خستہ حالی دور کرو۔ ان کی ہونہار اولاد کو اپنی نگرانی میں لو۔ اِن کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرو۔ اور ان کو لکھا پڑھا کر ان کے جدّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یعنی علوم نبویہ کا سچا وارث بنا دو۔ بیشک ان باتوں سے حضورؐ کی رُوح پر فتوح ضرور شادمان ہوگی۔

مالدار اور صاحبِ اوقاف مُسلمانو! اپنی نیک کمائی اور اپنے مرحوم بزرگوں کے

اوقاف سے صحیح النسب غریب ساداتوں کی خبرگیری کرو۔ شریف زادوں کے لیے اسکالرشپ اور وظائف مقرر کرو کہ آلِ رسولؐ کے نونہال اپنے جدامجد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی علمی میراث بے فکری سے حاصل کر سکیں۔ اور تم قیامت کے رستخیز اور ہولناک دار وگیر میں کہ جہاں بجز لطف وکرم احمدی کے نجات کا کوئی ذریعہ و وسیلہ نہیں۔ مُنہ بتلانے کے قابل ہوسکو۔

وُجوب محبّتِ اہلبیتؑ

جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا دعویٰ کرے اُسے آپ کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے ضرور ہے کہ آپؐ کے فرزندوں یعنی اہلبیتِ رسالت کو دل و جان سے دوست رکھے۔

محبت سے مراد محبتِ ایمانی ہے جس سے اہل بیت کی تعظیم وتکریم وعزوشرف دل میں پیدا ہو۔ اور انہیں حضرات کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرے۔ ان حضرات کی کامل محبّت کی علامت یہ ہے کہ ان کی طرح لذات دنیویہ سے بیزار ہوکر آخرت کی دائمی اور پائیدار نعمتوں کا طالب ہو۔ اور خواہشاتِ نفسانی کی زنجیروں اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوکر عشق مولیٰ ومعرفت خداوندی کے اعلیٰ مقام پر ان حضرات کے قدم بہ قدم پہنچنے کی سعی کرے۔ جبکہ یہ بزرگوار حضرات اہلبیت بتطہیر الٰہی سبحانہٗ وتعالیٰ مقام عزّت وقرب خداوندی میں تھے تو ان کی پیروی کرنے والا ضرور مقامِ اعلیٰ میں پہنچے گا۔ جیسے بہت سے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام محبّتِ صادقہ اور اتباعِ حسن کی بدولت معرفتِ الٰہی قرب رضائے خداوندی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ کر فائز المرام ہوئے۔ اہلبیتِ رسالت سے مودّت ومحبّت وخلوص وحُسن عقیدت رکھنے کے باب میں کثرت سے احادیث صحیحہ وارد ہیں:۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسلیئے

بھی محبّت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبّت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبّت رکھنے کی وجہ سے۔ اور میرے اہلبیت سے محبّت رکھو میرے ساتھ محبّت رکھنے کی وجہ سے۔ (ترمذی)

حضرت عباسؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک کہ اے میرے اہلبیت تم لوگوں سے اللہ و رسول کے واسطے محبّت نہ رکھے (ترمذی)

سنہ ۹ ہجری میں جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر واپسی میں مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیانی حصہ میں یعنی غدیر خم میں پہنچے اور آپؐ کی معیت میں عرب کے تمام قبائل کے گروہ غدیر خم تک ساتھ تھے۔ یہ وہ جگہ تھی کہ جہاں سے بہت سے راستے نکلے ہیں ہر قبیلہ یہاں سے اپنے مقام کی طرف روانہ ہوجاتا اور یہ ایک لاکھ صحابہؓ کا بڑا مجمع یہاں سے حضورؐ کو الوداع کہتا ہوا منتشر ہوتا۔ لہذا آپؐ نے یہاں ایک رخصتی خطبہ پڑھا۔ اور جملہ صحابہؓ اور صحابہؓ کے توسط سے جمیع امّتِ محمدؐ کو یہ حکم عام پہنچایا کہ میں عنقریب دنیا سے اُٹھالیا جاؤں گا۔ میرے بعد ہدایت پر قائم رہنے کی یہی صورت ہے کہ قرآن پاک پر عمل کرو کہ اس میں سراسر نور و ہدایت ہے مجمل اور مفصل ہر چیز اس میں موجود ہے۔ اور اہلبیت کی محبت و تعظیم و تکریم کرو۔

یعنی ان دو اشرف و اعلیٰ چیزوں کے ساتھ ہر وقت چمٹے رہنے کا حکم فرما کر امّت محمدیہ میں علی الاعلان ان کے شرف و مجد و بزرگی کا اظہار فرما دیا کہ ان دو چیزوں میں لگے رہنے میں تمہاری نجات ہے اور ان کو چھوڑنے میں ہلاکت ہے۔ ظاہر ہے کہ دین کا قیام ان ہی دو چیزوں پر ہے۔ قرآن شریف تو ظاہر ہے کہ رہنما اور مرشد اعظم ہے اور اہلبیت اس وجہ سے کہ ان کو بوجہ غایت قرب کے اور بوجہ مجھ سے زیادہ احکام سُننے کے کثرت سے احکامِ الٰہی و مسائل دین معلوم ہوئے۔ خصوصًا ازواج مطہراتؓ سے خاص خاص اور

باریک باریک ایسے مخفی مسائل اور ایسے پوشیدہ مطالب ظاہر ہوئے کہ ایسے مسائل بجز راز دار کے اور کوئی نہیں بتلا سکتا تو گویا یہ حضرات قرآن پاک کی تفسیر اور راز دارانِ دین اور مثل قرآن حکیم کے رہنمائے مخلوق ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان پر اہلبیتؓ کا احترام تعظیم، تکریم، لازم وضروری ہے۔ بوجہ ذریات پاکیزہ اور سب سے اشرف واعلیٰ خاندانِ نبوّت سے ہونے کی وجہ سے جملہ سادات واجب التعظیم ہیں۔ خصوصاً جبکہ سید، عالم، متقی، متبع سنّتِ مطہرہ، ومجتنب بدعات سیئہ ہو تو اُس وقت میں طہارت نسبی اور طہارت روحی دونوں جمع ہو جانے سے بہت زیادہ قابلِ تعظیم وتکریم ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کی ایک مشہور رُباعی ہے :ـــ

یا اھل بیت رسول اللہ حبّکم ❖ فرض مِنَ اللہ فی القراٰن انزلہ

یکفیکم من عظیم الفخر انّکم ❖ من لم یصلّ علیکم لاصلوٰۃ لہ

ترجمہ :- اے اہلبیتؓ رسول اللہ تمہاری محبت اللہ نے فرض کر دی ہے کہ اس قرآن میں نازل فرمایا ہے۔ تمہاری عزّت اور رفعت شان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے تم پر نماز میں درود وسلام نہ بھیجا اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

الغرض محبتِ رسولؐ کے لوازمات ذاتیہ سے محبّت اہلبیتؓ ہے ورنہ دعویٰ محبّتِ رسولؐ غلط اور جھوٹا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب مُوئے مبارک کی تعظیم وشرف ہر سچّے اور فدائی مُسلمان کے دل میں جذبات محبّت پیدا کر دیتی ہے کہ ہمارے آقا کی یہ نشانی اور مبارک بال ہے۔ تو پھر اہلبیت رسولؐ و اولاد بتولؓ تو آپ کی محترم کہاں ہیں ان کو اور قُرآن کو دنیا میں ایک دوسرے کا ساتھ کیا ہے دونوں حوض کوثر پر ساتھ ساتھ آئیں گے۔ لہذا آپ کی اولاد سے محبت کرنا ایمان کا جزو اعظم ہے۔ ہر سیّد صحیح النّسب کو غیر سیّد پر شرف عظیم حاصل ہے۔ قیامت میں ہر نسب وسبب منقطع ہو جائے گا۔ بجز رشتہ ونسب محمّد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور یہ شرف و بزرگی و خصوصیت خاص اہلبیت کے لیے ہے کوئی غیر اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں :- ؎

جوہرِ جامِ جم از طینت کان دگر است ❊ تو توقع زگلِ کوزہ گراں میداری

نسب سے مطلب یہ ہے کہ آپ کی نسل سے ہو۔ اور سبب سے یہ مراد ہے۔ کہ سادات سے رشتہ داری ہو گو خود سیّد نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے سیّدہ امّ کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام سے اسی مطلب و امید کے لیے رشتہ کیا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قوی تعلّق پیدا ہو جاوے۔ ورنہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت امّ المؤمنین حفصہؓ حضورؐ کی زوجہ طاہرہ تھیں۔ اور خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یک جدی تھے مگر اُس قرابت کا کچھ اعتبار نہ کیا۔ اور اس سببی رشتہ داری و قرابت کو جو گوشت و پوست رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ اپنے لیے موجب فخر و باعث نجات سمجھا حالانکہ خود صحابی جلیل القدر، خلیفہ رفیع الشان تھے، عشرہ مبشرہ میں جنّت کی بشارت بھی پا چکے تھے، مگر اس وصلت اور رشتہ کے طالب ہوئے، اپنے رشتہ داروں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے صلہ رحمی و سلوک کرتے تھے غرض اہلبیت اولاد رسولؐ کی تعظیم کرنا، ان کی خبر گیری رکھنا، ان کے گنہ گاروں سے عفو و درگذر کرنا، ان کے بھوکوں کو کھانا کھلانا، ان کے بے علموں کو علم پڑھانا عین ایمان و موجب دخول جنان ہے۔

قیامت تک دُنیا میں جتنے صحیح النسب سید پیدا ہوں گے وجوب محبّت میں سب کا یہی حکم ہے کہ اُن سے محبت رکھے، ان کی خدمت کرے، ان کی تعظیم بجالائے۔ جو علاقہ گوشت و پوست اگلے سادات و اوائل عترت کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل تھا وہی تعلق اواخر سادات یعنی پچھلے سادات کو جناب نبوّتؐ سے باقی ہے۔

ہاں اس سعادتِ عظمیٰ وفضیلت کبریٰ کے حصول کے لیے حسن عقیدہ واتباع سنّت سنیہ واجتناب بدعات سیئہ نامرضیہ ضرور ہے۔ ورنہ نوح علیہ السلام کا بیٹا عملِ غیر صالح کی وجہ سے ان کی فرزندی سے علیحدہ کر دیا گیا۔

خلت ابراہیمی ع آذر کے کچھ کام نہ آئی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمادیا :- یَا فَاطِمَۃ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِی مَاشِئْتِ مِنْ مَالِی لَا اُغْنِی عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۵ (بخاری ومسلم)

پیاری بیٹی فاطمہ رضؓ میرے پاس جو کچھ بھی مال ہو تم مانگو (میں دے دوں گا) لیکن خدا (کے عذاب سے بدوں اجازت خداوندی) میں تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا۔

بہرحال بزرگی سادات کی اسی میں ہے کہ یہ حضرات مصداق عَادَاتُ السَّادَاتِ سَادَاتُ العَادَاتِ ہوں ورنہ پھر بھی اتنی بات باقی ہے کہ ان کے فاجر فاسق دوسرے فاجر فاسقوں سے۔ اور ان کے صلحاء دوسرے صلحاء سے اور ان کے علماء دوسرے علماء سے جو سادات نہیں ہیں کسی قدر شرف ذاتی رکھتے ہیں۔ ہم کو ان کا پاس ادب ہر حال میں رکھنا لازم ہے۔ ہدایت اُسی ہادی مطلق کے قبضہ میں ہے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

محبّتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہلِ بیت کی محبّت بدوں صحابہ رضؓ کی محبت کے کچھ کام نہیں آسکتی۔ امام احمدؒ نے ابوذر رضؓ سے روایت کی ہے کہ کعبۃ اللہ کا دروازہ پکڑے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "میرے اہلبیت کی مثال تم لوگوں میں ایسی ہے جیسے نوح ع کی کشتی کہ جو اس میں سوار ہو گیا وہ ساحلِ نجات پر پہنچ گیا۔ اور جو رہ گیا وہ بلا کے بھنور میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔"

اور رزین نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے صحابہ چمکتے ہوئے ستاروں کے مثل ہیں۔ ان میں تم جس کا بھی اقتدا و اتباع کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

ان دونوں حدیثوں میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ امت بحرِ تکلیف میں پڑی ہوئی ہے اور ان کو شبہات و وسوسۂ شیطانی اور خواہشات نفسانی کے تھپیڑوں نے حرکت میں ڈال رکھا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ سمندر میں سوار ہونے والے کو اپنی سلامتی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک ایسی کشتی کی جو سوراخ وغیرہ نقصانات سے خالی ہو۔ اور دوسرے ستاروں کی جن کے ذریعے سے کشتی کو منزل مقصود تک پہنچانے میں رہنمائی حاصل کی جائے تو جو شخص ستاروں کی رہنمائی کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا اس کے لیے تو سلامتی کی توقع غالب ہے۔ ورنہ ہلاکت یقینی ہے۔ اس لیے کہ اندھیری رات میں بدوں رہنمائی انجم کشتی کا چلنا ممکن نہیں۔ اسی طرح محبت اہلبیت کی کشتی بے رہنمائی ستارۂ محبتِ صحابہ رضؓ ایمان کے دریا میں چل نہیں سکتی۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ صرف اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو محبت اہلبیت کی کشتی میں سوار ہوئے اور ستارہ ہائے محمدیہ ﷺ یعنی حضرات صحابہ کا اقتدار کیا لہٰذا ان کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت و سلامتی یقینی ہے۔ باقی جو لوگ کشتی میں سوار ہوئے اور ستاروں کا اتباع نہ کیا یا ستاروں کا اقتدا کیا مگر کشتی میں سوار نہ ہوئے ایسے لوگوں کی جان و ایمان یقیناً ہلاکت کے خطرے میں ہے۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى حُبِّهِمْ وَاَمِتْنَا عَلٰى حُبِّهِمْ جَمِيْعًا ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط

چوتھی فصل

اہلبیت کا احترام

حضرات صحابہؓ و صلحائے اُمت کی نظروں میں

①

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر ممبر نبویؐ پر جو تقریر فرمائی اس میں خاص طور پر اہلبیت کی محبت کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے — (بخاری)

②

ایک بار حضرت عباسؓ نے ایک معاملہ میں حضرت عمرؓ سے اصرار کیا اور کہا۔ یا امیر المؤمنین اگر موسیٰ علیہ السلام کے چچا (بالفرض) کسی معاملہ میں آپ کے پاس آتے تو آپ کیا کرتے ۔ کہا ۔ میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا ۔ تو پھر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں ۔ کہا ۔ اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے ؟ خدا کی قسم آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں ۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے ۔ اور میں سردارِ دوعالم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں ——— (طبقات ابن سعد)

(۳)

حضرت عباسؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا جب انتقال ہوا تو بنی ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان غنیؓ نے حکومت کی طرف سے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اعلان کرایا۔ جس نے سُنا چل کھڑا ہوا۔ کیا مرد کیا عورت۔ اس کثرت سے لوگ جمع ہوئے کہ جنازۂ مبارک تک کوئی شخص پہنچنا چاہے تو بہ دقّت پہنچ سکتا تھا۔ خود بنو ہاشم اور اولاد عبد المطلب نے مبارک جنازہ کو اس طرح گھیر لیا تھا کہ آخر حضرت عثمانؓ کو پولیس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہٹانا پڑا ———— (ابن سعد)

(۴)

جب عرب میں قحط پڑا کرتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو واسطہ بنا کر بارش کی دعا کرتے کہ الٰہ العالمین جب ہم پر قحط آیا کرتا تھا تو ہم اپنے نبی محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری مقدس بارگاہ میں وسیلہ لایا کرتے تھے۔ اور بارش برس جایا کرتی تھی۔ اب ہم اپنے نبیؐ کے بزرگ چچا کو تیری درگاہ میں وسیلہ لاتے ہیں تو اپنا فضل کر اور بارش برسا چنانچہ بارش ہو جاتی ———— (بخاری)

(۵)

۱۷ھ کی خشک سالی میں لوگوں نے بار بار صلوٰۃ استسقاء پڑھی اور بارش کی دعائیں مانگیں مگر پانی نہ برسا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انشاء اللہ کل ایسے شخص کے واسطے سے دُعا کروں گا کہ بارش ہو ہی جائے گی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا کہا کون ہے۔ جواب دیا عمرؓ ہے، کہا کیا کام ہے۔ کہا باہر تشریف لائیے کہ آپ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا اچھا بیٹھ جائیے۔ اور تمام بنی ہاشم کے پاس کہلا بھیجا کہ نہا دھو کر عمدہ سے عمدہ کپڑے پہن لو۔ حسب الحکم سب نہا دھو کر آ گئے تو حضرت عباسؓ خوشبو نکال کر لائے اور سب کے ملی۔ اور پھر

روانہ ہوئے کہ حضرت علیؓ تو آگے آگے تھے اور حضرت امام حسنؓ ان کے دائیں اور حضرت امام حسینؓ بائیں اور بنی ہاشم پیچھے پیچھے اور فرمایا کہ اے عمرؓ دوسروں کو ہمارے ساتھ مت شامل ہونے دو۔ حضرت عباسؓ اس برگزیدہ خلق اور افضل ترین جماعت کو ہمراہ لیے ہوئے اس شان سے عیدگاہ میں پہنچے اور کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا کے بعد عرض کیا۔ بارِ الٰہا تو نے ہم کو پیدا کیا اور ہم سے مشورہ لے کر ہم کو پیدا نہیں کیا۔ اور تو ہم کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ ہم کیسے عمل کریں گے۔ بایں ہمہ تیری اس واقفیت نے ہماری رزق رسانی سے تجھ کو باز نہیں رکھا تو اے مولیٰ جس طرح تو شروع میں فضل واحسان فرما چکا ہے۔ اسی طرح آخر میں بھی فضل فرما۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ذرا ہی دیر گذری تھی کہ آسمان سے اس زور سے پانی برسا کہ پانی میں گھس گھس کر ہم اپنے گھروں تک پہنچے۔ حضرت عباسؓ نے پانچ مرتبہ فرمایا کہ میں نزولِ باران کا واسطہ ہوں۔ اور اس شخص کا بیٹا ہوں جو نزول باران کا واسطہ اور امام بنتا تھا ——— (تاریخ دمشق)

(۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نماز پڑھ کر مسجد نبویؐ سے باہر نکلے۔ حضرت علیؓ بھی ہمراہ تھے۔ مسجد کے آگے حضرت امام حسنؓ بچوں میں کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو فرطِ محبت سے تاب نہ رہی۔ لپک کر امام حسنؓ کو اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا: ؎

بابی شبیہ بالنبیؐ لیس شبیھًا بعلیؓ

میرا باپ تم پر قربان کہ ہُو بہُو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہو۔ علیؓ کے مشابہ نہیں ہو۔ حضرت علیؓ مسکراتے جاتے تھے ——— (بخاری)

(۷)

ایک دن بہت سے صحابہؓ مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت

امام حسینؓ آ نکلے اور سلام کیا۔ سب نے سلام کا جواب دیا۔ لیکن عبداللہ بن عمروؓ بن العاصؓ خاموش رہے۔ جب سب چپ ہوئے تو بہ آوازِ بلند کہا السّلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ کہکر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین شخص کون ہے یہی جو جا رہا ہے۔" جب سے میں نے جنگِ صفین میں ان کے خلاف حصّہ لیا۔ انھوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے ——— (اسد الغابہ)

(۸)

یزید کے دربار میں جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سرِ مبارک کٹ کے آیا اور اس نے چھڑی سے منہ مبارک کو ٹھکرایا تو موتی کی طرح دندانِ مبارک چمکنے لگے ایک صحابی نے یہ گستاخانہ حرکت دیکھی تو بے تاب ہو گئے اور یزید کو للکارا کہ اپنی چھڑی کو ہٹا۔ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس مبارک دہن کا بوسہ لیتے تھے (اسد الغابہ)

(۹)

حضرت ابو الطفیلؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے بہت بڑے حامی و مددگاروں میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے اُن سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابو الحسنؓ (علیؓ) کے غم میں تمہارا کیا حال ہے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال اُن کی ماں کا تھا ——— (استیعاب)

(۱۰)

ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ حضرت امام حسن علیہ السّلام سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولیے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ وہیں میں بھی بوسہ دوں گا۔ چنانچہ پیٹ کھلوا کر وہیں بوسہ دیا ——— (مسند امام احمد)

(۱۱)

ایک مرتبہ حضرت امام باقرؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ اس وقت اگرچہ حضرت امام باقرؓ طالب العلمانہ اور نیاز مندانہ حیثیت سے گئے تھے۔ تاہم حضرت جابر بن عبد اللہ نے نہایت تپاک سے اُن کا خیر مقدم کیا پہلے ان کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سر سے چادر ہٹائی۔ قمیص کے بٹن کھولے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ اور مرحبا کہا۔ پھر اصل مسئلہ پر گفتگو کرنے کی اجازت دی ـــ (ابوداؤد)

(۱۲)

ایک عراقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ "مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟" دریافت کیا کہاں کے رہنے والے ہو۔ کہا عراق کا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ "ان کو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسہ کو شہید کر ڈالا۔ اور مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتے ہیں ـــــــ (ترمذی)

(۱۳)

ایک بار حضرت عمرؓ نے شفا بنت عبد اللہ العدویہ کو بُلا بھیجا۔ وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی۔ لیکن شفا کی چادر کچھ کم قیمت کی تھی۔ اس لیے انھوں نے کہا کہ امیر المومنین میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام ہوں۔ اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں اور آپ نے مجھے اس غرض کے لیے بلایا تھا اور عاتکہ تو یوں ہی اتفاقیہ آ گئی تھیں۔ فرمایا میں نے یہ چادر تمہارے ہی دینے کے لیے رکھی تھی۔ لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو میں نے اپنی قرابت کا خیال چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا لحاظ مقدم رکھا ـــــــ (اصابہ)

(۱۴)

حضرت ہند بن ابی ہالہ۔ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی پرورش فرمائی تھی۔ جب اُن کے بیٹے کا بصرہ میں مرض طاعون میں انتقال ہوا۔ اور کثرتِ اموات کی وجہ سے تمام لوگ اپنے اپنے مُردوں کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ایسی نفسی نفسی کی حالت میں ایک عورت نے پکارا۔ وَا هند بن هنداه وابن ربیب رسول اللہ، یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مُردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر ان کے جنازے میں شریک ہو گئے اور لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بصرہ کا بازار بند ہو گیا ——— (استیعاب)

(۱۵)

قبیلہ بنو زہرہ میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننہال تھی۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی کسی بات پر عبد اللہ بن زبیر رضی سے ناراض ہو گئیں تو انھوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو اپنا شفیع بنایا۔ اور اُن کی سفارش سے اپنا قصور معاف کرایا ——— (بخاری)

(۱۶)

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن حسن رضی بن علی رضی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس کسی کام کو تشریف لے گیے۔ خلیفہ نے کہا کہ حضرت آپ کو جب کچھ کام ہوا کرے تو آدمی بھیج کر مجھ کو بلوا لیا کیجئے میں حاضر ہو جایا کروں گا یا رقعہ لکھ کر بھیج دیا کیجئے مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازہ پر دیکھے ——— (نور الابصار)

(۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں سے محبت کرتے تھے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی و سلف صالحین ان کی نہایت توقیر و عزّت و احترام کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی نہ صرف آپ کے دوستوں کی عزّت کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ بنا لیا تھا۔ ان کے ساتھ و نیز اُن کی اولاد کے ساتھ نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے

تھے اور ہمیشہ حُسنِ سلوک و احسان مرعی رکھتے تھے ــــــــ

(۱۸)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت اُسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ نے اُسامہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی وہ تو کسی جنگ و غزوے میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔ فرمایا زید تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے اور حضور اُسامہ پر تم سے زیادہ محبّت کرتے تھے۔ اس لیے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی ــــــــ (ترمذی)

(۱۹)

حضرت ضماد ازدی زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست رہ چکے تھے۔ اس لیے حضرات صحابۂ کرام ان کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے تھے کہ ایک بار حضرت علیؓ ایک فوج کے ساتھ یمن کو روانہ ہوئے راہ میں اہلِ فوج نے چند اونٹ پکڑ لیے لیکن جب علیؓ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ضماد کے قبیلہ کے اونٹ ہیں تو حضورؐ کی سابق محبت و دوستی کا خیال کر کے سب اونٹ ان کے قبیلہ کے واپس کر دیئے ــــ (طبقات ابن سعد)

(۲۰)

ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجدِ نبوی میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ کو یہ امر گران گذرا۔ پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ایک شخص نے کہا آپ ان کو نہیں پہچانتے یہ حضورؐ کے متبنیٰ حضرت زید کے پوتے محمد بن اُسامہ ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے گردن جھکا لی اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا اگر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان سے محبت کرتے ــــــــ

(۲۲)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لیے گئے ہیں وہ آزاد ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے مولیٰ ہیں۔" یہ سُن کر لوگ ایک خواجہ سرا کو لائے جس کا نام مندر تھا۔ آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ آپ کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے۔ اسی مندر نے ایک مرتبہ مصر جانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے گورنرِ مصر حضرت عمرو بن العاص کو خط لکھا کہ حضورؐ کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا ـــــــــ (مسند امام احمد)

(۲۳)

ایک مرتبہ دختر اسامہ بن زید حضرت خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس کسی کام کو گئیں۔ خلیفہ نے ان کی نہایت تعظیم کی اور ان کو اپنی مسند پر بٹھلایا۔ اور آپ بذاتِ خود اُن کے سامنے بیٹھے۔ اور ان کا ہر کام پورا کر دیا۔ غور کا مقام ہے کہ حضورؐ کے آزاد کردہ غلام کی پوتی کے ساتھ یہ برتاؤ تھا۔ تو پھر آپ کے اہلبیت و ذرّیات کے ساتھ کس قدر شریفانہ برتاؤ کرتے ہوں گے ـــــــــ (نور الابصار)

(۲۴)

حضرت امیر معاویہؓ کو یہ بات پہنچی کہ حابس بن ربیعہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل و مشابہ ہیں تب سے جب کبھی وہ آتے تو حضرت امیر معاویہؓ ان کی تعظیم کے لیے اپنے تخت سے اُٹھ کر اُن کا خیر مقدم کرتے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے ـــــــــ (نور الابصار)

(۲۵)

حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرات اہلبیت کرام و سادات عظام کی بہت ہی تعظیم و تکریم و عظمت و احترام کیا کرتے تھے۔ اور نہایت مخلصانہ تعلق رکھتے تھے اور کھلے اور چھپے ان حضرات کی مالی خدمتیں کر کے ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے کی سعی کرتے حتیٰ کہ

منقول ہے کہ ائمہ سادات میں سے ایک امام کے پاس کہ جو بادشاہ وقت کے ظلم سے چھپے ہوئے تھے بارہ ہزار درہم مخفی طور پر نذر کئے اور اپنے رفقاء و محبوں کو بھی ان کی خدمت گذاری کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

شیخ ابوسعید ماوردی نے مناقب امام ابوحنیفہؒ میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ سادات کی توقیر و احترام اور علویوں کی تعظیم و اکرام میں بہت مبالغہ کرتے تھے چنانچہ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام اعظمؒ مجلس میں کئی کئی دفعہ اُٹھتے اور بیٹھتے تھے لوگوں کو بظاہر اس کا کوئی سبب نہ معلوم ہوا تو دریافت کیا کہ جناب بار بار اُٹھنے کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا اِن بچوں میں ایک علوی بچہ ہے جب میں اُس کو دیکھتا ہوں تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا ہوں ——— (نور الابصار)

(۲۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ حضرت شیخ امان پانی پتیؒ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ممدوح طالبان علوم دینیہ و سالکانِ طریقت کی تعلیم و تربیت و ارشاد میں مشغول ہوتے اور سادات اہلبیت کے بچے کھیلتے ہوئے ان کی طرف آپہنچتے تو شیخ ادب کے لحاظ سے کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ کھیلتے رہتے یہ بھی کھڑے ہی رہتے جب طلبہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ امان کو زیبا نہیں کہ اولاد رسولِ خداؐ کھڑی ہو اور امان بیٹھا رہے۔

حضرت شیخ امان فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نظروں میں سرمایۂ درویشی دو چیزیں ہیں۔ ۱۔ تہذیبِ اخلاق و ۲۔ محبتِ خاندانِ پیغمبرؐ کمالِ محبت کی علامت یہ ہے کہ محبت کا اثر محبوب سے گزر کر متعلقین محبوب تک پہنچ جائے۔ یعنی محب کی نظروں میں محبوب کے محبوب بھی محبوب ہوں" اس بنا پر کمال محبت حق تعالیٰ کا نشان یہ ہے کہ اس کی محبت میں اُس کے محبوب پیغمبرؐ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی کرے

اور محبتِ پیغمبرؐ کی علامت یہ ہے کہ آپ کے اہلبیت کی محبت و تعظیم و خدمت کرے ——————— (اخبار الاخیار)

(۲۷)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعیں۔ آپ کی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین کا اس قدر احترام و ادب کرتے تھے کہ جب آپ کی ایک حرمِ محترم کا انتقال ہوگیا۔ تو ایک شخص نے اس واقعہ ہائلہ کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دی وہ اس وحشت اثر خبر کو سُنتے ہی سجدہ میں گر پڑے لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں۔ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرلیا کرو پھر ازواج مطہرات کی وفات سے بڑھ کر قیامت کی کونسی نشانی ہوگی ——————— (ابوداؤد)

(۲۸)

مقام سرف میں جب اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ نے وفات پائی۔ تو حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے۔ حاضرین سے فرمایا۔ مسلمانو" یہ زوجۂ طاہرہ رسولؐ اُمّ المومنین حضرت میمونہ ہیں ان کا جنازہ اُٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو نہایت وقار و سکون کے ساتھ چلو ——————— (نسائی)

(۲۹)

بعض صحابہ عزت و محبت کی وجہ سے اور حقوق نبویؐ علی الامّت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اہلبیت نبی یعنی ازواج مطہرات پر اپنی جائدادیں وقف کرتے تھے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ازواجِ مطہرات کیلئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار ہزار پر فروخت کیا گیا (ترمذی)

(۳۰)

خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعیں، امہات المومنین ازواج مطہرات کے

ادب و احترام کا نہایت لحاظ رکھتے تھے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے طیار کرائے تھے۔ جب ان کے پاس میوہ اور کھانے کی کوئی عمدہ چیز آتی تو اُن پیالوں میں رکھ کر نہایت عزت کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ ——— (مؤطا امام مالک)

(۲۰)

۲۳ھ ہجری میں جب حضرت فاروق اعظمؓ امیر الحجاج بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ازواج مطہراتؓ کو بھی نہایت ادب و احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو محافظت کے لیے سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ ہر دو حضرات آگے پیچھے پہرہ دیتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات جب منزل پر اُترتی تھیں تو خود حضرت عمرؓ کے قریب ان کی حفاظت میں قیام فرماتی تھیں، حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے ——— (طبقات ابن سعد)

(۲۱)

ایک بار حضرت عبد اللہ بن امام حسنؓ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس کسی ضرورت سے تشریف لے گئے، نوعمر خوبرو ہاشمی جوان تھے ان کو دیکھتے ہی خلیفہ نے مسند سے اُٹھ کر استقبال کیا اور نہایت توجہ فرمائی جو کچھ کام تھا وہ کر دیا۔ پھر محبت سے ان کے پیٹ کی سلوٹ میں چٹکی دی اور کہا اس سے مقصود شفاعت کا یاد دلانا ہے۔ جب حضرت عبد اللہؓ روانہ ہو گئے تو خلیفہ سے ان کے کسی قریبی رشتہ دار نے بطور ملامت کے کہا کہ تم نے یہ نوعمر کے پیٹ میں چٹکی دی اس سے کیا حاصل۔ خلیفہ نے کہا مجھے ایسے معتبر اور ثقہ لوگوں سے ایک حدیث پہنچی ہے گویا میں نے خود حضورؐ کے منہ سے سنی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جن باتوں سے فاطمہؓ کو خوشی ہوتی ہے

مجھے بھی خوشی ہوتی ہے۔" اور میں جانتا ہوں کہ جو خوش طبعی اور پیار میں نے عبد اللہؓ سے کیا اگر حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ زندہ ہوتیں تو یہ دیکھ کر خوش ہوتیں۔ اور شفاعت کی یاد کا مقصد یہ ہے کہ ہر بنی ہاشم کو شفاعت کا ایک منصب دیا گیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس جوان سید کی شفاعت سے میرا بیڑا پار ہو ——— (شرف المؤبد)

(۳۱)

جعفر سلیمان عباسی گورنر مدینہ نے جب حضرت امام مالکؒ کے اس جرم میں کہ آپ نے محمد ذی النفس الزکیہ کے دعوئے خلافت میں رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔ کوڑے مارے اور اس صدمہ میں جب تاب نہ رہی اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ دیکھنے آئے جب بیہوشی سے افاقہ ہوا تو لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر سب سے پہلے یہ فرمایا:۔ صاحبو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے جعفر کو معاف کر دیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا میں ڈرا کہ اگر میں اس صدمہ سے مر گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو مجھے آپ سے بڑی شرمندگی ہوگی کہ میری وجہ سے آپ کا قریبی رشتہ دار دوزخ میں جائے۔ جب خلیفہ منصور عباسی مدینہ آیا تو اس نے امام مالکؒ سے کہا کہ آپ پر جعفر نے بے حد ظلم کیا ہے آپ اس سے بدلہ لیجئے، آپ نے فرمایا۔ معاذ اللہ میں بدلہ لوں۔ جعفر کا کوڑا جب میری پیٹھ سے اٹھتا تھا اسی وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا خیال کرتے ہوئے میں معاف کر دیتا تھا ——— (صواعق محرقہ)

پانچویں فصل

مُبشّراتِ منامیہ

(۱)

حضرت جُنید بغدادیؒ فن سپہ گری کُشتی و پہلوانی میں بڑے نامور تھے۔ بادشہ کے ہاں نوکر تھے یومیہ پانچ روپے مقرر تھے۔ ایک مرتبہ ایک نو وارد شہر میں آیا اور بادشہ سے عرض کیا کہ میں آپ کے مشہور پہلوان جُنیدؒ سے کُشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ بادشہ نے اسے دیکھ کر فرمایا وہ ایک زبردست قوی ہیکل نامی گرامی پہلوان ہے اور تو دُبلا پتلا کمزور لاغر آدمی بھلا اس سے کیا لڑے گا، اس نے کہا حضور آپ دُبلے پتلے کا کچھ خیال نہ کیجیے جب کشتی ہوگی تب معلوم ہوگا۔" اس کے اصرار پر کشتی مقرر ہوئی۔ شہر میں بھی اعلان کرا دیا گیا۔ وقتِ مقررہ پر ہزارہا خلقت جمع ہوگئی۔ بادشہ بذاتِ خود بھی موقع پر تشریف لائے۔ دونوں پہلوان اکھاڑے میں اُترے، جُنیدؒ جب خم ٹھونک کر مقابل ہوئے اور کُشتی شروع ہوگئی تو اس کمزور آدمی نے چُپکے سے جُنیدؒ کے کان میں کہدیا کہ جنید میں کوئی پہلوان نہیں ہوں، مصیبت کا مارا سیّد آلِ رسولؐ ہوں۔ نہایت محتاج اور فاقہ مست ہوں، مصیبت یہاں تک لے آئی ہے۔ آگے تمہیں اختیار ہے، یہ سن کر جنید رو دیئے اور اصل حقیقت سمجھ گئے اور لڑتے لڑتے گر پڑے مجمع میں بڑا شور و غل مچا کہ جنیدؒ کو مار لیا۔ بادشہ بھی حیرت میں پڑ گیا۔ دوبارہ کشتی ہوئی جنیدؒ پھر گرے، تیسری بار کشتی کرائی اب کے جنیدؒ ایسے گرے کہ چاروں خانہ چیت ہوگئے بادشہ کو بڑا رنج و صدمہ ہوا، آخر اُس نو وارد شخص کو بہت کچھ انعام و اکرام دے کر عزت سے رخصت

کیا۔ اور جنیدؒ کو تنہائی میں بُلاکر پوچھا کہ کہو اصل بات کیا ہے، بادشہ کے اصرار پر جنیدؒ نے اصل حقیقت کھول دی کہ حضور یہ سیّد آلِ رسولؐ بال بچوں کے ساتھ بہت تکلیف میں تھا، بادشہ کو بڑی حیرت ہوئی کہ اللہ اکبر دُنیا میں ایسے نیک اور بے نفس لوگ بھی ہیں جو ایک سید آلِ رسولؐ کے مفاد کی خاطر مشہد عظیم اور مجمع عام میں اپنے لیے ایسی ذلت اختیار کریں یہ تو اولیاء اللہ کا کام ہے اسی شب میں جنیدؒ نے حضرت سیّد السادات خواجۂ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمارہے ہیں۔ شاباش اے جنیدؒ تو نے ہماری اولاد کے ساتھ بڑا سلوک کیا آؤ ہم بھی تمہارے ساتھ سلوک کرتے ہیں، یہ فرماکر جنیدؒ کو اپنے سینے سے لگالیا، صبح اُٹھے جاذبۂ الٰہی پیدا ہوا نوکری چھوڑکر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوگئے اور حضورؐ کی توجہ اور حُسنِ سلوک کا یہ اثر ہوا کہ ولی کامل ہوکر سیّد الطائفہ کہلائے یہ آلِ رسولؐ کے ساتھ سلوک کا نتیجہ تھا ——— (کشف المحجوب)

(۲)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب "مسامرات الاخیار" سے علامہ یوسف نبہانی مصریؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ بغداد میں ایک قافلہ مکہ معظمہ جانے کے لیے وارد ہوا اور میں بھی اس قافلہ میں جانے کیلئے آمادہ ہوگیا، چنانچہ ایک ہمیانی میں پانچسو اشرفیاں لیے ہوئے حج کا ضروری سامان خریدنے کے لیے بازار میں نکلا۔ میں ایک راستہ پر چل رہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آکر کہنے لگی میں ایک شریف النسب سیدانی ہوں۔ میری بیٹیوں کے تن پر کپڑا تک نہیں ہے۔ آج چوتھا روز ہے کوئی چیز کھانے کو ملی نہیں، سیدانی کی دردناک حالت سُن کر میرے دل پر ایک چوٹ لگی، پانچسو اشرفیاں میرے پاس تھیں میں نے سب کی سب اس سیدانی کے پلّے باندھ دیں اور کہا بی بی اسے اپنے گھر لیجاؤ اور اپنی ضرورت میں اسے صرف کرو، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوا مکان واپس آیا۔ اس سال خدا نے میرے دل سے حج کا شوق نکال دیا، چنانچہ حاجیوں کا قافلہ روانہ

ہوگیا، جب حج سے فارغ ہوکر قافلہ واپس لوٹا تو میں بھی حاجیوں کے استقبال اور دوستوں کو مبارکباد کہنے کے لیے باہر نکلا، جس دوست سے میں نے کہا "بارك الله حجك وقبل الله سعيك" اس نے بھی مجھے ویسا ہی جواب دیا خدا تمہارے حج اور سعی کو قبول کرے، جب میں نے متعدد حاجیوں سے یہی جواب سُنا تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے اسی حیرت و استعجاب میں تھا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ فرما رہے ہیں کہ تعجب مت کر تو نے ایک محتاج کو غنی کردیا اور ہمارے اہلبیت کے ایک مُضطر کی بڑے سخت وقت میں دستگیری اور مدد کی ہے ہم نے بھی تیرے لیے خدا سے دُعا کی تو خدا نے تیری شکل میں ایک فرشتہ کو پیدا کیا جو تیری طرف سے ہر سال حج کرتا رہے گا۔ اب تو چاہے حج کر چاہے نہ کر ——— (شرف المؤبد)

(۳)

امیر تیمور لنگ کو مرض الموت میں لوگوں نے دیکھا کہ نہایت اضطراب اور شدید کرب و بے چینی میں ہے چہرے کی رنگت بھی سیاہ پڑ گئی ہے جب کچھ افاقہ ہوا تو کسی نے کہا اس وقت تم پر بہت شدت تھی، جواب دیا عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے اُن کو دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرشتوں سے فرمایا ہٹ جاؤ ان کو چھوڑ دو یہ میری ذریت و اہلبیت کے ساتھ محبت رکھتا اور اچھا سلوک کرتا تھا۔ ایسے ہی ایک شخص نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ امیر تیمور لنگ آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ خواب میں دیکھنے والے کو تعجب ہوا۔ امیر تیمور سے کہا۔ دشمنِ خدا تو حضورؐ کے دربار عالی تک پہنچ گیا۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ باتیں چھوڑ دو۔ یہ میری ذریت سے محبت رکھتا تھا ——— (صواعق محرقہ)

(۴)

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے زمانہ کے نامی گرامی علماء میں

بلند پایہ اور مایۂ ناز عالم تھے۔ سلطان ابراہیم شرقی والیٔ جونپور کے عہد میں قاضی القضاۃ اور صدر الصدور ریاست تھے، ان کے زمانہ میں سادات بنی فاطمہؓ میں سید اجمل نامی ایک بزرگ اکابرینِ وقت سے تھے۔ لیکن جمالِ نسب زیورِ علم و فضل سے عاری ہونے کی وجہ سے اُمّی محض تھے۔ ایک روز سلطان کے دربار میں ہر دو بزرگوں میں کچھ گفتگو اور بحث ہوگئی کہ سیّد اُمّی کو فضیلت ہے یا عالم کو۔ ملک العلماء پہلے اس کے حامی ہوئے کہ تقدیم و فضیلت عالم کو ہے، اس لیے کہ عالم ہونا ایک امر یقینی ہے اور سیّد کی سیادت محل کلام میں مشتبہ اور مشکوک ہے لہذا عالم کا یقینی شرف سیّد کے مشکوک شرف سے افضل ہوگا۔ لیکن دلیل ایسی لچر اور کمزور تھی کہ انہیں خود اس پر اعتماد نہ ہوا۔ اور اپنے پہلے قول سے رجوع کیا۔ اور اس بات کے قائل ہوئے کہ دونوں کا درجہ مساوی ہے۔ چنانچہ اس مسلک پر ایک رسالہ لکھا، ملک العلماء کے اُستاد قاضی عبد المقتدرؒ کو اپنے شاگرد کی سید اجمل پر یہ جسارت اس قدر ناگوار و شاق گذری کہ ملک العلماء کی طرف سے ان کا مزاج بدل گیا۔ ملک العلماء نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں کہ سیّد اجمل سے معافی مانگو اور ان کو راضی کرو۔ ملک العلماء بہت نادم ہوئے اور سیّد اجمل کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی اور معذرت چاہی۔ پھر ایک رسالہ مناقب السادات نام کا ایسا جواب لکھا کہ جس میں اہلبیت کی محبت کا حق ادا کر دیا، حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلویؒ اس رسالہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔ "قاضی شہاب الدین رسالہ دارد مسمّٰی بمناقب السادات درینجا دادِ عقیدت و محبت باہل بیت نبوّتؐ سلام اللہ علیہم اجمعین دادہ سرمایۂ سعادت و موجب نجات وے در آخرت خواہد بود انشاء اللہ تعالیٰ۔ (اخبار الاخیار)

(۵)

رئیس شمس العمری کہتے ہیں محمود عجمی کوتوال شہر مجھے اور اپنے درباری امراء و معززین کو لیے ہوئے سید عبد الرحمٰن طباطبی کے گھر گئے اجازت چاہی اسید باہر نکلے، کوتوال کو

عمائدین کے ہمراہ اپنے مکان پر دیکھ کر بہت متعجب ہوئے، گھر میں لے گئے سب کو عزت سے بٹھلایا، جب مجلس میں سکون ہوا تو کوتوال محمود عجمی نے نہایت ادب سے سیّد سے عرض کیا، سیدی میں آپ کے در دولت پر معذرت کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے معاف فرمادیں، سید نے تعجب سے کہا مولانا کیسی معافی، کہا کل سلطان ظاہر برقوق کے دربار میں آپ تشریف لائے اور مجھ سے اوپر صدر میں بیٹھے تو مجھے نہایت گراں گذرا اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ سید دربار میں مجھ سے اوپر صدر میں کیسے بیٹھ سکے، جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ فرمار ہے ہیں محمود تجھے شاہی دربار میں ہماری اولاد سے نیچے بیٹھتے ہوئے عار آتی ہے۔ یہ سن کر سید نے ایک چیخ ماری کہ ہائے مجھ جیسے آدمی کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آیا۔ ساری مجلس پر گریہ طاری ہوگیا۔ سیّد سے دعاء کرائی اور مجلس برخاست ہوئی ——— (صواعق محرقہ)

(۶)

عراق کا ایک امیر شرفاء کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا، دربار میں خواہ کوئی بڑے سے بڑا رفیع المنزلت عظیم المرتبت کیوں نہ بیٹھا ہو۔ مگر سادات کو دربار میں ان سب پر عزت دیتا اور صدر میں بٹھا لیتا تھا۔ ایک مرتبہ دربار میں ایک ذی مرتبت نامی گرامی عالم وجامع العلوم فاضل بیٹھے ہوتے تھے۔ کہ ایک شریف سید آئے، اور امیر کے حسب منشاء عالم کی نشست سے اُوپر صدر میں جا بیٹھے، مولوی کا نفس بڑا ہوتا ہے۔ سیّد کا صدر میں بیٹھنا نہایت شاق گذرا، کچھ دیر تو غصّہ میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ جب صبر و ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اُبل پڑے، زبان سے نامناسب الفاظ وگلنے لگے۔ امیر کو عالم کی یہ کم ظرفی تعلّی کبر و غرور نہایت ناپسند آیا۔ مزاج بدل گیا۔ لیکن ضبط سے کام لیا جب دربار ختم ہوا تو عالم صاحب کے بیٹے سے جو ساتھ تھے والد صاحب کے حالات دریافت کرنے شروع کیے۔ بیٹے نے خوب دل کھول کر والد صاحب کے علمی مناقب و کمالات بیان کیے۔

جب مدح و ثنا کر چکے تو امیر نے کہا صاحبزادے والد صاحب کے علمی فضائل تو آپ نے بہت کچھ بیان کیے۔ لیکن ان کی شرافتِ نسبی کے متعلق کوئی ایسا نسب نامہ مرتب نہیں کیا کہ جس سے یہ اہلبیت نبوی میں شمار ہوں، صاحبزادے نے عرض کیا حضور شرافت نسبی تو کوئی کسبی چیز نہیں یہ تو ایک وہبی اور خدا داد شرف ہے کسب انسانی کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ حاکم نے نہایت غصہ کیا اور عالم صاحب سے کہا۔ خبیث جب تو جانتا ہے تو پھر ایک شریف النسب سیّد کے صدر میں بیٹھنے سے تجھے کیوں عار آتی ہے، خبردار آئندہ ہمارے دربار میں قدم مت رکھنا اور مارے غصّہ کے مجلس سے نکلوا دیا ——————— (شرف المؤبد)

(۷)

ملتقط ابن جوزی سے شیخ عدوی نے نقل کیا ہے، ایک علوی سید کا بلخ میں انتقال ہوگیا، بیوی بہ اندیشۂ شماتتِ اعداء اپنی بچیوں کو لیے ہوئے سمرقند چلی گئی مسافرانہ حالت سردی کی تکلیف سے بچیوں کو ایک مسجد میں بٹھا کر آپ کچھ کھانے کے اہتمام میں شہر میں گئی۔ ایک مجلس میں ایک رئیس کو دیکھا جسے بہت سے حاشیہ نشیں گھیرے بیٹھے تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہی شیخ حاکمِ شہر ہے۔ اس بی بی نے اُس سے کہا کہ میں ایک شریف زادی سیّدانی ہوں۔ میرے ساتھ میری یتیم بچیاں ہیں جو ایک مسجد میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ بھوکی، پیاسی ہیں، ہماری غربت پر رحم کیجئے خدا آپ پر بھی رحم کرے گا۔ حاکم نے کہا مجھے کیسے یقین ہو کہ تم سیدانی ہو۔ اپنی علویت و سیادت کے گواہ پیش کرو۔ کہا حضور میں ایک مسافر عورت ہوں۔ یہاں میں اپنی شرافت کے گواہ کہاں سے لاؤں۔ حاکم نے کہا تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا۔ غریب مایوس ہو کر واپس لوٹی۔ راستہ میں ایک مجوسی امیر نظر آیا پوچھنے سے معلوم ہوا شہر کوتوال یہی ہے۔ سیدانی نے اس سے حاکم شہر کی سرگذشت بیان کی اور کہا میری بچیاں فلاں مسجد میں بھوکی پیاسی بیٹھی ہوتی ہیں۔ پارسی نے سنتے ہی نوکر

کو بلا کر کہا کہ گھر جا کر اپنی سیدہ سے کہو کہ کپڑے بدل کر باہر آؤ۔ چنانچہ کوتوال کی بیوی لونڈیوں کے ساتھ باہر آئی۔ کوتوال نے کہا تم اس علویہ کے ساتھ فلاں مسجد میں جاؤ اور وہاں سے ان کی بچیوں کو لا کر اپنے گھر میں عزت سے رکھو۔ حسب الحکم کوتوال کی عورت بچیوں کو لے آئی اور ایک علیحدہ مکان میں سب کو باعزت ٹھیرایا۔ اور نہلا دھلا کر سبکو عمدہ کپڑے پہنائے اور نفیس کھانا کھلایا۔ اسی رات کو حاکم شہر نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی۔ اور حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم لواء الحمد لیے تشریف فرما ہیں اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس جھنڈے کے نیچے جمع ہو رہی ہے۔ میں نے بھی آپؐ کے جھنڈے تلے کھڑا ہونا چاہا تو آپؐ نے میری طرف سے رخ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ میں بھی آپ کی امت کا مسلمان ہوں۔ فرمایا تو اپنے مسلمان ہونے کے گواہ پیش کر۔ میں پریشانی کے عالم میں گواہ کی تلاش میں نکلا۔ نفسی نفسی کا عالم تھا ہر چند مارا مارا پھرا کوئی گواہ نہیں ملا۔ واپس آکر عرض کیا یارسول اللہؐ کوئی گواہ نہیں ملتا۔ آپؐ نے فرمایا تو حاکم شہر ہے تجھے اپنے شہر میں بھی کوئی گواہ میسر نہیں آتے تو ایک غریب الوطن سیدانی پردیس میں اپنی سیادت و شرافت کے گواہ کہاں سے لاتی۔ دیکھ یہ عالیشان محل شہر کوتوال کے لیے ہے جس نے سیدانی اور اس کے یتیم بچوں کو باعزت اپنے گھر میں ٹھیرایا ہے۔ اسی گھبراہٹ میں حاکم کی آنکھ کھل گئی۔ روتا تھا اور منہ پر طمانچے مارتا تھا کہ ہائے یہ کیا ہو گیا۔ غلاموں کو علویہ کی تلاش میں دوڑایا خود بھی تلاش کو نکلا۔ پتہ لگا کہ مجوسی کوتوال کے گھر میں ہے۔ کہا میں لے جانا چاہتا ہوں جواب دیا یہ نہ ہوگا۔ کہا ایک ہزار اشرفی لے اور سیدزادیوں کو میرے حوالہ کر۔ کہا ہزار نہیں اگر تو لاکھ اشرفی دے جب بھی نہیں دے سکتا، حاکم نے جب بہت منت سماجت اور الحاح وزاری کی تو کوتوال نے کہا جناب جیسا خواب تم نے دیکھا۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ اور جس محل پر تم للچاتے ہو وہ تو میرا ہی حق ہے۔ تمہیں مجھ پر جو شرف تھا وہ اسلام کی وجہ سے تھا۔ واللہ جب

سے اس شریفہ نے میرے گھر میں قدم رکھا ہے میں اپنے سارے خاندان کے ساتھ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اُس وقت سے میرے گھر میں برکات برس رہی ہیں۔ مجھے بھی عالم رویا میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھے بشارت دی کہ تو نے سیّدانی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا۔ اس کے عوض میں تیرے اور تیرے متعلقین کیلئے یہ قصر عالیشان جنّت میں دیا گیا ہے ——— (شرف المؤبد)

(۸)

مدینہ منوّرہ کے ایک حاکم کو اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعظیم و تکریم میں بڑا اہتمام تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا سادات بنی فاطمہ رضؓ میں مطیر نامی ایک سیّد تھے ہمیشہ کبوتر بازی و لہو و لعب میں رہا کرتے تھے جب اُن کا انتقال ہو گیا تو مجھے ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے میں تردّد رہا۔ اس لیے میں نے نماز نہیں پڑھائی، اس کے بعد میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ حضرت سیّدہ فاطمہ رضؓ الزہرا بھی ہیں اور مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا سیّدہ آپ سے مہربانی کا طالب ہوں، آپ مجھ سے کیوں خفا ہیں۔ فرمایا ہمارے دامن جاہ میں مطیر کی گنجائش نہیں تھی کہ تو نے اس کے جنازہ کی نماز میں توقف کیا ——— (صواعق محرقہ)

(۹)

مکہ معظمہ میں شریف ابی نُمی حسنی کا جب انتقال ہو گیا تو شیخ عفیف الدین ولاصبی نے ان کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ خواب میں حضرت سیّدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھا آپ رضؓ کعبۃ اللہ میں بیٹھی ہیں سب لوگ آپ رضؓ کو سلام کر رہے ہیں۔ شیخ نے بھی آپ رضؓ کو سلام کرنا چاہا۔ آپ نے ناراضی سے مُنہ پھیر لیا۔ جب تین مرتبہ اعراض فرمایا تو شیخ نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ یا سیدہ رضؓ آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں۔ فرمایا ناراض

کیوں نہ ہوتی۔ میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو جاوے اور تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھے، شیخ نے توبہ کی اور معافی چاہی ——— (صواعق محرقہ)

(۱۰)

یعقوب مغربی کا بیان ہے کہ سنہ ۸۱۷ھ میں حرمِ نبویؐ میں شیخ عابد محمد فارسی نے مجھ سے اپنا ذاتی واقعہ بیان کیا کہ میں اشرافِ مدینہ بنی حسین سے بوجہ میلان الی الرفض کے بغض رکھتا تھا۔ ایک دن روضۂ اطہر کے سامنے میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ اے شخص یہ کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا حاشا للہ میں اُن سے بغض رکھوں، یارسول اللہؐ ان حضرات کو اہلسنّت کے ساتھ جو تعصّب ہے یہ مجھے ناپسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں کہ نافرمان اور عاق اولاد نسب میں اپنے باپ ہی سے ملحق اور منسوب ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں یہ مسئلہ فقہ کا ہے آپؐ نے فرمایا تو ان کو نافرمان اولاد سمجھو لیکن ہماری اولاد تو ہے۔" اس واقعہ سے مجھے تنبیہ ہوا۔ اس کے بعد سے جب کبھی بنی الحسین سے ملتا ہوں تو نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آتا ہوں ——— (صواعق محرقہ)

(۱۱)

قاضی القضاۃ عزالدین عبدالعزیز بغدادی حنبلی مصاحب ملک موید کا بیان ہے کہ میں نے سنہ ۸۲۲ھ میں ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا ہوں، اور قبر شریف کھل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لاتے اور قبر شریف کے کنارے بیٹھ گئے اور اپنا کفن مبارک ہاتھ میں تھا۔ مجھے حضورؐ نے ہاتھ کے اشارے سے بلایا میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ ملک موید سے کہو کہ امیر مدینہ شریف عجلان کو قید وبند سے رہا کر دو۔ اور ان کے ساتھ احسان کرو۔ میں نے ملک موید سے من وعن

سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے شریف عجلان کو نہ کبھی دیکھا اور نہ انہیں پہچانتا ہوں۔ یہ سُن کر بادشاہ بذاتِ خود جیل خانہ میں گیا اور شریف عجلان کو قید سے رہائی دی اور اچھا سلوک واحسان کیا ——— (صواعق محرقہ)

(۱۲)

قطب الوقت حضرت عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ کاشف البحیرہ نام کے ایک شخص نے ایک مرتبہ کسی سیّد کو زد و کوب کیا۔ اسی شب میں اس نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ بہت ناراض اور غصّہ میں ہیں۔ عرض کیا حضور مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ ناراض ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے مارا حالانکہ میں قیامت میں تیرا شفیع ہوں۔ عرض کیا یارسول اللہ میں نے تو کبھی ایسی گستاخی آپ سے نہیں کی۔ فرمایا تو نے میرے فلاں بیٹے کو نہیں مارا ؟ میں نے اقرار کیا ہاں اس کو مارا تھا۔ فرمایا دیکھ تیری ضرب یہ میرے ہاتھ پر لگی ہے، میں نے ہاتھ مبارک دیکھا جس طرح بھڑ کے کاٹنے سے ورم ہو جاتا ہے۔ ویسا ہی دست مبارک سوجھا ہوا تھا۔ نسئل اللہ العافیہ ——— (شرف المؤبد)

(۱۳)

تقی بن فہد مکیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس ساداتِ بنی ہاشم میں سے سید عقیل آتے اور شام کا کھانا طلب کیا میں نے عذر کر دیا کہ معاف کرو میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں۔ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خادم حدیثِ نبویؐ ہوں آپ مجھ سے ناراض کیوں ہیں۔ فرمایا ناراض کیوں نہ ہوتا میری ذرّیت سے ایک سیّد نے تم سے کھانا مانگا تم نے اُسے نہیں کھلایا، جب صبح ہوئی تو میں سیّد عقیل کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت چاہی اور جو مجھ سے ہو سکا اُن سے سلوک کیا ——— (صواعق محرقہ)

(۱۴)

علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ حاکم مصر کے مقرب اور خواص مصاحبوں میں ایک رئیس نہایت فاجر فاسق تھا۔ اس بد طینت نے بہ ارادۂ بد ایک شریفہ کو جبراً راہ سے پکڑ کر اپنے گھر میں لے لیا، رات کا وقت تھا، کوئی یار و ناصر اس ظالم کے پنجہ سے چھڑانے والا ایسا نظر نہیں آیا جو شریفہ کی عصمت کو بچالے، آخر مجبور ہو کر مضطربانہ حالت میں بعض صلحائے اُمت کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ الٰہی تیرے سوا میری عفّت کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں، اس ظالم کے شر سے مجھے محفوظ رکھ، اس التجا میں تھی کہ دفعۃً شاہی دوڑ اس کی گرفتاری کے لیے پہنچی اور فوراً گرفتار کرلیا اور شریفہ کو صحیح وسالم باعزّت اپنے گھر پہنچا دیا۔ اسی گرفتاری میں شریفہ کی بددُعا سے بہزار ذلّت و نکبت یہ خبیث ہلاک ہوگیا ——— (صواعق محرقہ)

(۱۵)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ایک ذی علم نے سچّا واقعہ مجھ سے بیان فرمایا کہ شہر فارس میں ایک شخص قتل کے جرم میں ماخوذ ہوا، عدالت نے ہر طرح کی تحقیقات کے بعد اس کے قتل کا فیصلہ صادر کیا، بادشاہِ وقت نے قاضئ شرع کو کہلا بھیجا کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے ہیں کہ اسے قتل نہ کرو، لہٰذا اس مجرم کو چھوڑ دو۔ قاضئ شرع نے انکار کیا کہ نہیں جب جرم ثابت ہوگیا ہے تو ضرور قصاص میں قتل ہونا چاہیئے۔ دوسرے روز بادشاہ نے پھر قاضی کو کہلایا کہ آج دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے قتل سے خواب میں منع فرمایا ہے۔ اس لیے تم اسے چھوڑ دو، قاضی اپنے شرعی فیصلہ پر مضبوطی سے اڑے رہے کہ کل ضرور قتل کرا دوں گا۔ تیسرے دن پھر خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشہ کو منع فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو، قاضی کو بادشہ نے پھر روکا، لیکن قاضی نے جواب دیا حضور ہم احکامِ شرع کو خواب کی بنا پر کیسے

چھوڑ سکتے ہیں، شرعًا اس کا قتل ضروری ہے، چنانچہ تیسرے دن جب اسے مقتل میں لے گئے تو اولیاء مقتول میں سے ایک ولی نے آگے بڑھ کر قاضی صاحب سے درخواست کی میں اپنے مقتول کا خون معاف کرتا ہوں، مجرم رہا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے قاتل کو بلوایا اور کہا تمہارا کیا واقعہ ہے، صحیح صحیح بے کم و کاست بیان کرو کہا حضور مجھے اس کا اعتراف ہے، قتل تو میں نے ہی کیا ہے، لیکن واردات یہ ہوئی کہ ہم دونوں ایک راستے پر بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے ایک شریف زادی سیدانی کا گذر ہوا تنہائی کا عالم دیکھ کر اس بدذات نے اُس کی عصمت دری کرنی چاہی میں نے ہرچند اس کو منع کیا لیکن باز نہ آیا آخر اتمامِ حجت کے لیے میں نے اِسے دھمکایا بھی کہ اس پاجیانہ حرکت سے باز آ۔ ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا۔ لیکن خبیث باز نہ آیا آخر شریفہ کی آبرو کی حفاظت کی خاطر میں نے اسے قتل کیا، بادشاہ نے تصدیق کی کہ تو نے سچ کہا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو صاحبِ شرع حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مکرر سہ کرر خواب میں مجھے یہ نہ فرماتے کہ اِسے قتل نہ کرو ——————— (صواعق محرقہ)

۱۶

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ سید صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں تھا ایک سید کو میں نے رشوت خوار شخص کے پاس دیکھا کہ اسی کا کھانا کھاتا اور اسی کے کپڑے پہنتا ہے، یہ دیکھ کر مجھے اس سید کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور میں اُس سے بدعقیدہ ہو گیا، رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھری مجلس میں تشریف فرما ہیں اور مخلوق آپ کو صف بستہ گھیرے ہوئے ہے اور میں بھی صف میں کھڑا ہوں کہ دفعتًہ کسی نے بلند آواز سے پکارا "صحیفے حاضر کرو" دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ اوراق سامنے لائے گئے جو اس طرز پر لکھے ہوئے تھے جس طرح سلطانی پروانے ہوا کرتے ہیں۔ حضورؐ کے سامنے رکھ دیئے گئے، مجلس میں

سے ایک شخص پیش کار بن کر آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا اور ایک ایک پروانہ آپ پر پیش کرتا ہے۔ اور جس کے نام کا ہوتا ہے اس کو دیتا جاتا ہے، تو سب سے اوّل ایک بڑا پروانہ نکالا گیا اور اس سیّد کا نام لے کر پکارا گیا جس پر مجھ کو اعتراض ہوا تھا، چنانچہ وہ شخص نام سُن کر چلا اور ٹھیک آپؐ کے پاس جاکر کھڑا ہوا، آپؐ نے وہ پروانہ اس کو دینے کا حکم دیا، حسب الحکم پروانہ دیا گیا اور یہ سیّد شاداں و فرحاں پروانہ لیکر اپنی جگہ واپس آیا، اس واقعہ سے جو کچھ بھی گرانی اُس کی طرف سے میرے دل میں تھی سب جاتی رہی اور تمام حاضرین پران کے مقدم ہونے سے مجھ کو معلوم ہوگیا کہ انکا حرام آمدنی والے کے پاس کھانا پینا اس ضرورت شدیدہ کی وجہ سے تھا جو مردار کھانے کو بھی حلال بنا دیتی ہے ——— (صواعق محرقہ)

(۱۷)

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو جب پادشاہت ملی تو بعض واقف کار لوگوں نے اطلاع دی کہ حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے خانہ ہی میں رہا ہے، خلیفہ نے جستجو کر کے سر مبارک حاصل کیا، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تمام ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی ہیں، تھوڑی دیر اپنے پاس رکھا، پھر خوشبوئیں کر کفن دیا، اور قبرستان میں دفن کر دیا، اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ ملائمت ولطف و مہربانی فرما رہے ہیں۔ حضرت حسنؓ بصری سے اس کی تعبیر پوچھی، انھوں نے فرمایا شاید تجھ سے حضورؐ کے اہلبیت کے حق میں کوئی احسان و بھلائی ہوئی ہے، سلیمانؒ نے کہا میں نے سر مبارک امام حسینؓ کا یزید کے خزانہ میں پایا تو کفن دے کر نماز پڑھی اور دفن کر دیا ہے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تیرا یہی کام آنحضرتؐ کی رضامندی کا موجب ہوا ہے۔

——— (تہذیب التہذیب و صواعق محرقہ)

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

چھٹی فصل

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں، قبل نبوت پانچ سال جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عمر پینتیس سال تھی سیدہ رض کی ولادت ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ خانہ کعبہ بوجہ جل جانے کے از سرِ نو مالِ حلال کے چندہ سے بنایا جارہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس تعمیر میں شریک تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شفیق باپ کے ظلِّ عاطفت اور خدیجہ رض جیسی فرزانۂ روزگار مہربان والدہ کی آغوش میں پرورش پاتی رہیں، پانچواں سال شروع ہوا تھا کہ خدائے برتر نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فاران کی چوٹی پر وہ نور چمکایا کہ جس نے تاریک دنیا کو روشن اور اندھے دلوں کو بینا کر دیا۔

حضرت فاطمہ رض ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت کعبۃ اللہ میں نماز میں مشغول تھے، بہت سے کفار قریش بھی وہاں موجود تھے، جب حضور سجدہ میں تشریف لے گئے تو عقبہ بن معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور کی پشت مبارک پر لا رکھی، حضور اسی حالت میں بہت دیر تک سجدہ میں رہے، اس واقعہ کی اطلاع حضرت فاطمہ رض کو ہوئی، دوڑی ہوئی آئیں اور معظم باپ کی پشت سے آلائش کو دور کیا۔

(بخاری)

غزوۂ احد میں جب یہ وحشت خیز خبر مدینہ منورّہ میں مشہور ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو حضرت سیّدہ فاطمہ رضؓ میدانِ جنگ میں پہنچیں، اس وقت حضورؐ غار سے باہر نکل آئے تھے، زخم زیادہ لگے ہوئے تھے، خون بہ رہا تھا، حضرت سیدہؓ نے زخموں کو دھویا، حضورؐ فرماتے جاتے تھے کہ کس طرح فلاح پائے گی وہ قوم جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا، جب دیکھا کہ زخموں سے خون نہیں تھمتا تو حضرت سیدہؓ نے کھجور کی پُرانی چٹائی جلا کر اُس کی راکھ محترم باپؐ کے زخموں پر رکھ دی جس سے خون بند ہو گیا۔ (مسلم)

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیاری بیٹی کی بیمار پُرسی کو تشریف لے گئے دریافت فرمایا بیٹی تمھارا کیا حال ہے، جواب دیا مجھے تکلیف ہے اور مزید براں یہ کہ ہمارے یہاں گھر میں آج کوئی چیز کھانے کی بھی نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تسلّی و تشفّی کے فرمایا:

یا بنیۃ اما ترضین انک سیّدۃ نساء العالمین قالت یا ابت فاین مریم بنت عمران۔ قال تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالِمِهَا وَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكِ، اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنيا وَالْاٰخِرَةِ ۞

بیٹی، تم اس پر رضامند نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو، فاطمہؓ نے عرض کیا باداجان تو پھر مریم علیہا السلام کا رتبہ کہاں گیا، فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں، اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو، قسم خدا کی میں نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

ابی ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر کو تشریف

لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت سیدہؓ سے مل کر روانہ ہوتے اور جب سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے دو رکعت نفل پڑھ کر پہلے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر تشریف لاتے۔

حضرت فاطمہؓ کبھی آپ سے ملنے آتیں تو آپ نہایت محبت سے بعض وقت ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اپنے برابر پاس میں بٹھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کی بزرگی کے علاوہ قدرت نے ان کی ذات میں بہت سے اوصافِ حمیدہ و عاداتِ پسندیدہ عطا فرمائے تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ما رأیت احداً کان اصدق لھجۃ من فاطمۃ ۔ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہیں دیکھا۔

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بات چیت میں اور چال ڈھال میں مشابہ اور کوئی نہ تھا، وہ جب حضورؐ کے پاس آیا کرتی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے اور مرحبا فرما کر پیشانی پر بوسہ دیتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادی سے ملنے جاتے تو وہ بھی اسی طرح کرتیں۔

ایک صحابی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا، کہا، فاطمہؓ۔ انھوں نے پوچھا مردوں میں سب سے زیادہ پیارا کون تھا، کہا، فاطمہؓ کے شوہر۔ اور یہ بھی کہا کہ علیؓ تو بڑے صوّام (روزے رکھنے والے) و قوّام (بڑے عبادت گذار) تھے۔ (ترمذی)

علیؓ مرتضیٰ نے ایک روز ابن عبد الواحد سے فرمایا، میں تم سے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کروں جو سارے کنبے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیاری تھیں، ابن عبد الواحد نے کہا ہاں سنائیے:

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ نے اتنی چکّی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔

پانی کی مشک اُٹھاتے اُٹھاتے گردن پر نشان پڑ گئے، گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھیں دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے جو صحابہ میں آپ تقسیم فرما رہے تھے، میں نے فاطمہ رضؓ سے کہا تم بھی اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ اور ایک لونڈی مانگو کہ گھر کے کام کاج کی محنت سے چھوٹ جاؤ، فاطمہ رضؓ اسی ارادہ سے آپ صؐ کے پاس گئیں، مگر آپ صؐ اُس وقت مکان پر نہیں ملے، حضرت عائشہ رضؓ سے کہہ کر چلی آئیں، آپ صؐ گھر میں تشریف لائے تو عائشہ صدیقہ رضؓ نے ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد فرصت پا کر فاطمہ رضؓ کے گھر تشریف لائے اور اُن سے دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی فاطمہ رضؓ چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا حضور بات یہ ہے کہ چکّی پیستے پیستے اُن کے ہاتھوں پر گٹّے پڑ گئے ہیں۔ اور مشک اُٹھاتے اُٹھاتے گردن پر نشان پڑ گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صؐ کے پاس خادم آئے ہیں تو میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ تم حضور کے پاس جا کر کوئی خادم مانگو کہ اس تکلیف سے تمھیں رہائی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خادم سے بھی اچھی بات تمھیں بتاتا ہوں۔

اِتَّقِیْ اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ وَاَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّکَ وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِکِ۔ وَاِذَا اَخَذْتِ مضجعك فَسَبِّحِیْ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ۔ وَاَحْمَدِیْ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ۔ وَکَبِّرِیْ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ۔ فَذٰلِکَ مَائَۃٌ۔ ھِیَ خَیْرٌ لَکِ مِنْ خَادِمٍ ؁

اے فاطمہ رضؓ تقویٰ اختیار کرو، فرائض الٰہی ادا کرتی رہو اپنے کنبہ اور گھر کے کام کاج کیا کرو۔ اور جب بستر خواب پر سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ پورا سینکڑہ ہو گیا۔ یہ تسبیح تمھارے لیے خادم سے اچھی ہے۔

حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا رَضِیْتُ عَنِ اللّٰہِ وَعَنْ رَسُوْلِہٖ

میں خدا اور خدا کے رسول سے اسی حال پر خوش ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں وَلَمْ یُخْدِمْهَا حضرت فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

(رواہ اکثر اصحاب السنن)

اس واقعہ سے حضرت علیؓ مرتضیٰ کے کنبہ کی معیشت۔ حضرت فاطمہؓ کا زہد۔ ریاضت، تسلیم ورضا، اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے لیے اور اپنے عزیز ترین اہلبیت کے لیے دنیا اور اسباب دنیا سے علیحدگی اور ہر حال میں آخرت کو دنیا پر مقدم رکھنا اور اسی کی تعلیم مدنظر رکھنے کا حال بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ اللھم صل علی ھذا النبی وآلہ وسلم۔

حضرت فاطمہؑ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا فَاطِمَةُ مَنْ یَمْنَعُكِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْكَ بِهٖ اَنْ تَقُوْلِیْ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ ط

(بیہقی عن انس)

اے فاطمہؑ میری وصیت سمجھ کر یا حی یا قیوم الخ کا وظیفہ برابر پڑھا کرو۔

(بیہقی انس)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت فاطمہؑ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھلا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لاکر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ کے ہاتھ میں ہار دیکھا اور فوراً واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہؑ سمجھ گئیں، انھوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خرید کر اسے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی بہت خوش ہوئے اور شکر کیا۔ (نسائی)

حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ان سے ایک مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جاتے ہیں یہ تو مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جنازہ کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے ملک حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے وہ تمھیں دکھلاتی ہوں۔ پھر انھوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائیں اور اس پر چادر ڈال دی اور گہوارہ کی شکل بنا کر بتایا اسے دیکھ کر حضرت فاطمہؓ خوش ہوئیں اور کہا کہ یہ بہت اچھا طریقہ ہے اس سے نعش بھی نظر نہیں پڑتی اور مرد عورت کے جنازہ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے! اور کہا کہ میرے انتقال کے بعد تم اور علیؓ مل کر مجھے غسل و کفن دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا اور میرے غسل و کفن کے وقت کسی کو آنے نہ دینا اور جیسا تم نے گہوارہ بنا کر دکھلایا ہے میرے جنازہ پر ضرور ایسا پردہ بنا دینا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت فاطمہ کو آپ نے بلایا۔ فاطمہ آئیں تو آپ نے اپنے پاس بٹھا کر ان کے کان میں کچھ بات کی جسے سُن کر وہ رو پڑیں۔ پھر آپ نے پاس بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنسنے لگیں مجھے تعجب ہوا۔ وہاں سے اُٹھنے کے بعد میں نے فاطمہ سے رونے اور جلدی ہنس دینے کا راز دریافت کیا۔ فاطمہ نے کہا جو بات آپؐ نے چھپا کر مجھے کہی ہیں اُسے ظاہر نہ کروں گی۔

پھر حضورؐ کے وصال کے بعد میں نے فاطمہ سے دریافت کیا کہ اب تبلاؤ وہ کیا باتیں تھیں۔ فاطمہ نے کہا کہ حضور نے مجھے پہلے یہ فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ رمضان المبارک میں قرآن شریف کا ایک دور کیا کرتے تھے، اس سال دو مرتبہ دور کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اور میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سُن کر میں بے اختیار رو پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ سب اہلبیت سے پہلے تم مجھ سے ملو گی اور تم جنّت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔ اس بات سے

میں خوش ہو کر ہنسنے لگی۔ (بخاری)

وفات نبوی پر حضرت سیدہ کے دو شعر ہیں:

اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا
وَغَابَ مُذْ غِبْتَ عَنَّا الْوَحْیُ وَالْكُتُبُ

ہماری محرومی حضورؐ سے ایسی ہے جیسے زمین سے تراوت کا جاتا رہنا
جب سے آپؐ روپوش ہوئے ہمارے پاس وحی اور کلامِ الٰہی کا انقطاع ہو گیا

فَلَيْتَ قَبْلَكَ كَانَ الْمَوْتُ صَادَفَنَا
لَمَّا لُغِيْتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُتُبُ

کاش حضورؐ کے وصال سے بیشتر اور اس سے پہلے جبکہ مٹی نے حضورؐ کو پوشیدہ کر دیا تھا
ہمیں موت آجاتی اور ہم مر گئے ہوتے ....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ کے فضائل میں ارشاد فرمایا ہے:

(۱) فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ ط (بخاری)
فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو غصہ دلایا اور ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(۲) سیدات نساء اهل الجنة اربع مریم وفاطمة وخدیجه وآسیه ط (ترمذی)
چار عورتیں جنت کی سردار ہیں۔ مریم و فاطمہ و خدیجہ و آسیہ۔

(۳) اذا کان یوم القیامة نادیٰ منادٍ من وراء الحجاب یا اهل الجمع غضوا ابصارکم عن فاطمة بنت محمد حتی تمرّ ط (حاکم)
جب قیامت کا دن ہوگا ایک پکارنے والا پردہ کے پیچھے سے پکارے گا کہ اے مجمع کے لوگو فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گذر جانے تک اپنی آنکھیں بند کر لو۔ (حاکم)

(۴) کل بنی اُنثیٰ فان عصبتھم لابیھم ما خلا ولد فاطمۃ فانی انا عصبتھم وانا ابوھم ط (طبرانی)

ہر عورت کی اولاد کا عُصبہ اس کے باپ سے قریبی رشتہ دار ہوتا ہے سوائے فاطمہ کی اولاد کے ان کا عُصبہ د والی میں ہوں۔

(۵) انّ فاطمۃ احصنت فرجھا نحرم اللہ ذریتھا علی النار (طبرانی)

فاطمہ نے اپنے ناموس اور عصمت کی حفاظت کی تو اللہ نے ان کی ذریت کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہ میں ایک مرتبہ رنجش ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حال دریافت فرمانے لگے تو عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ جو فاطمہ کہتی ہیں وہ ٹھیک ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت فاطمہ کو آپ کی جدائی کا غم لگ گیا، جینا دشوار ہوگیا دنیا سے دل ٹھنڈا ہوگیا، دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہنے لگا، فرط غم میں بے قرار ہو کر کبھی کبھی حضورؐ کے خاص خادم انسؓ سے کہا کرتی تھیں کہ اے انسؓ تمھارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو، حضرت انسؓ روتے ہوئے جواب دیتے تھے کہ خدا کے حکم میں دم مارنے کی جگہ نہیں۔

آپؐ کے وصال کے بعد قریب چھ مہینے کے زندہ رہیں مگر کسی نے ان کو ہنستے بولتے نہیں دیکھا، دل کا داغ سخت تھا، مرض بڑھتا رہا اس صدمۂ جانکاہ میں ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات کو اس فانی دنیا سے کوچ فرمایا اور اہلبیت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ علیین میں جا ملیں، حضرت سیدہ کی آرزو تھی کہ رات ہی کو دفن ہوں اس لیے ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیسؓ زوجہ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت

علیؓ کی معاونت میں ان کو غسل دیا، حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات ہی کو جنت البقیع میں امانتِ محمدی کو سپردِ خاک کیا۔

حضرت سیدہ کی عمر میں قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وفات کے وقت حضرت سیدہ کی عمر اٹھائیس ۲۸ اور تیس ۳۰ کے درمیان تھی۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن حسن بن امام حسن تشریف لائے وہاں کلبی مشہور مؤرخ پہلے سے موجود تھا۔ ہشام نے دریافت کیا کہ سیّدہ فاطمہ کی کیا عمر تھی۔ حضرت عبداللہ نے کہا تیس ۳۰ سال، اس پر کلبی بول اُٹھا کہ پینتیس ۳۵ سال، ہشام نے عبداللہؓ سے کہا، ابو محمدؒ سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سربرآوردۂ زمان ہے کیا کہتا ہے، حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین میری ماں کا حال مجھ سے پوچھیے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے دریافت کیجیے۔ ہمارے گھر کے حال سے ہم کلبی سے زیادہ واقف ہیں۔

حضرت علیؓ مرتضیٰ کو سیدہ فاطمہ کے انتقال پُرملال سے ایک کاری زخم دل پر اور لگا اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد سیدہ کو آپ کی نشانی سمجھتے تھے، حضورؐ کے بعد تسکین دہِ دلِ حزیں آپ ہی تھیں اس حالتِ پریشانی میں حضرت فاطمہ کی جدائی پر حضرت علیؓ کے دو شعر مشہور ہیں: ؎

لِكُلِّ اِجْتِمَاعٍ مِّنْ خَلِيْلَيْنِ فُرْقَةٌ
وَكُلُّ الَّذِىْ غَيْرَ الْفِرَاقِ قَلِيْلٌ

ہر دو دوستوں کے اجتماع کے بعد جدائی ضرور پیش آئے گی
اور فراقِ محبوب کے سوا ہر مصیبت تھوڑی ہے

وَاِنَّ افْتِقَادِىْ فَاطِمًا بَعْدَ اَحْمَدَ
دَلِيْلٌ اَنْ لَا يَدُوْمَ خَلِيْلٌ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اب فاطمہ کو کھو دینا

اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہ رہے گا

حضرت سیدہ فاطمہؓ کو اپنی محترم بہنوں پر یہ خاص شرف بھی حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذرّیت چلی، بڑے بڑے عظیم المنقبت، فخیم المرتبت ائمہ کرام اور اولیاء عظام ان ہی کی ذریاتِ طیبات سے وجود میں آئے کہ جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض امام مہدیؑ آخر الزماں بھی ان ہی کی ذرّیتِ طیبہ سے ہوں گے جو زمین کو عدل و داد و خیر و برکات سے بھر دیں گے، علیہم السلام۔

حضرت سیدہ کے بطن اطہر سے امام حسنؓ، امام حسینؓ، محسن، ام کلثوم، زینب، رقیہ پیدا ہوئے۔ محسن اور رقیہؓ کا انتقال صغر سنی ہی میں ہو گیا تھا، سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ سے ہوا، چالیسؓ ہزار درہم یعنی دس ہزار روپیہ ان کا مہر تھا، ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کے ہاں زیدؓ اور رقیہؓ پیدا ہوئے، زید بن عمرؓ کا اسی روز انتقال ہوا جس روز ان کی والدہ ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تھا، بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے، زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، شب کی تاریکی میں اُن کو شناخت نہیں کیا گیا، ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز زندہ رہ کر راہیِ عالم بقا ہوئے۔

سیدہ زینبؓ کا نکاح حضرت علیؓ نے اپنے بھتیجے عبد اللہؓ بن جعفر طیار کے ساتھ کیا تھا، جو سخاوت میں بہت مشہور تھے، سیدہ زینبؓ بنت فاطمہؓ میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم امام معظم شہیدِ کربلا حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھیں۔ بقیہ اہلبیت کی گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا، اور اپنے مظلوم شہید برادر کے اہلبیت کی پرورش کی اور اعدائے اشقیاء کو خوب خوب جواب دیئے، ان کے فرزند عدی بن عبد اللہ بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر میں بھی مؤرخین کا اختلاف ہے، بعض نے لکھا

ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں۔ اور جب مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تو یہ جگہ مسجد نبوی میں شامل ہو گئی تھی، شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے ساتھ ہی یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ بنو اُمیہ نے اس جگہ کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا تھا، لیکن اکثر مؤرخین کا وہی قول ہے جس کو ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے، امام حسنؓ امام زین العابدینؒ اور عم رسولؐ حضرت عباسؓ کی قبریں بھی اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ ۳۰۲ھ میں جنّت البقیع میں ایک پتھر ملا تھا جس پر یہ کندہ تھا:

هٰذا قبر فاطمةؓ بنت الرسول صلى الله عليه وسلم

فاطمہؓ بنت الحسینؓ نے اپنی جدہ سیدہ فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رب اغفرلی ذنوبي وافتح لی ابواب رحمتك پڑھنا چاہیے، اور مسجد سے نکلتے وقت درود شریف کے بعد رب اغفرلی ذنوبي وافتح لی ابواب فضلك پڑھنا چاہیے۔ (ترمذی)

(یہ روایت مرسل ہے کیونکہ فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی دادی حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کو نہیں دیکھا)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ساتویں فصل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیّت ابوالحسن تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیّت ابوتراب فرمائی تھی، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم تھا۔ آپ سب سے پہلی ہاشمیہ ہیں جو اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اور مواخات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں، آپ عالم ربّانی اور مشہور بہادر اور بے مثل زاہد اور مشہور و معروف خطیب تھے۔ آپ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے قرآن حکیم مرتب اور جمع کرکے خدمتِ نبوی میں پیش کیا تھا، آپ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں اور آپ نے اسلام لانے میں سبقت فرمائی ہے، بلکہ ابن عباسؓ اور انسؓ اور زید بن ارقمؓ اور سلمان فارسیؓ اور بہت سے صحابہ اس پر متفق ہیں کہ اوّل آپ ہی اسلام سے مشرف ہوئے اور بعض کا اس پر اجماع بھی ہے۔

ابویعلیٰؒ خود حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور میں منگل کے دن مسلمان ہوا۔ جس وقت آپ اسلام لائے آپ کی عمر مبارک دس ۱۰ سال تھی بلکہ بعض نو ۹ بعض آٹھ ۸ اور بعض اس سے بھی کم تبلاتے ہیں۔

حسنؓ بن زیدؓ بن حسنؓ کہتے ہیں کہ آپ نے بچپن میں بھی بُت پرستی نہیں کی۔ (ابن سعد)

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ کا ارادہ فرمایا تو آپ کو حکم کیا کہ تم ہمارے بعد چند روز مکہ معظمہ میں ٹھیرو کہ لوگوں کی جو امانتیں میرے پاس رکھی ہیں وہ پہنچا دو، چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیل فرمائی، آپ تمام غزوات میں سوائے غزوہ تبوک کے حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں، غزوہ تبوک میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر مدینہ منوّرہ میں ٹھیرایا تھا، تمام لڑائیوں میں آپ کے بہادرانہ کارنامے اور شجاعانہ آثار مشہور ہیں، آپ کا بدن مبارک بہت فربہ تھا۔ خود (لوہے کی جنگی ٹوپی) کی وجہ سے سر کے بال اکثر جھڑ گئے تھے، میانہ قد قدرے مائل بہ پست قد تھے، پیٹ بھاری تھا داڑھی گھنی تھی مونڈھوں کے درمیان گوشت بھرا ہوا تھا، رنگ زیادہ گندم گونی تھا، سارے جسم پر بال تھے، بڑی بڑی آنکھیں تھیں، سینہ چوڑا تھا، نہایت حسین وجمیل تھے۔

فضائلِ علیؓ از قرآن مجید

واحدیؒ نے کتاب اسباب النزول میں بیان کیا ہے کہ ایک مجلس میں حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ میں صاحب البیت ہوں، کعبۃ اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے، حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ پانی پلانے کا شرف مجھے حاصل ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے سب لوگوں سے پہلے چھ مہینے نماز پڑھی ہے اور میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہوں اُس پر یہ آیت نازل ہوئی: "اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجدُ الحرام کا آباد کرنا اس شخص کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہوں گے۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے پاس صرف چار درہم تھے، اور کچھ نہ تھا، آپ نے ایک درہم رات کو اور ایک درہم دن کو اور ایک درہم پوشیدہ اور ایک درہم ظاہر میں صدقہ کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور اُن پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (تفسیر واحدی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ قرآن شریف میں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہے وہاں سمجھنا چاہیے کہ حضرت علیؓ ان کے امیر و سردار ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند جگہ قرآن شریف میں اکثر صحابہ پر عتاب فرمایا ہے، مگر حضرت علیؓ کا ہر جگہ خیر کے ساتھ ذکر ہے۔ (طبرانی و ابن ابی حاکم)

احادیث درباب فضائل علی رضی اللہ عنہ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے فضائل میں اس قدر کثرت سے حدیثیں وارد ہوتی ہیں کہ اتنی حدیثیں کسی دوسرے صحابی کے لیے نہیں آئیں۔ (حاکم)

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا اور جب آپ کو کوئی اس نام سے پکارتا تھا۔ تو بہت خوش ہوتے تھے، اور کیوں خوش نہ ہوتے جبکہ آقائے دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ لقب عنایت فرمایا تھا، کیونکہ آپ ایک دن سیدۃ النساء فاطمہ زہراؓ سے ناراض ہو کر مسجد نبوی میں آکر لیٹ گئے تھے، اور آپ کے بدن مبارک پر کچھ مٹی لگ گئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے بدن پر جو مٹی لگی تھی اُسے حضورؐ

جھاڑتے تھے اور یہ فرماتے تھے، ابو تراب اُٹھو۔ ابو تراب اُٹھو۔ (بخاری فی الادب)

سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں آپ کو مدینہ منوّرہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا کہ حضورؐ کیا آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچّوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمھیں اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری ومسلم)

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگِ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ سے خداوند تعالیٰ اس قلعہ کو فتح کرائے گا اور اس نے خدا اور خدا کے رسول کو خوش کر لیا ہے اور خدا اور خدا کے رسول اس سے راضی اور خوش ہیں۔ رات کو جب صحابہ سوئے تو غور و فکر کر رہے تھے کہ دیکھیے صبح کو جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہر ایک کے دل میں تمنّا تھی کہ شاید مجھے یہ فخر حاصل ہو، الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ علی رض کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں، اس لیے تشریف نہیں لائے۔ آپؐ نے فرمایا انھیں فوراً بلا لو۔ جب آپ تشریف لائے تو حضورؐ نے جھنڈا آپ ہی کو عطا فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ الخ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض، حضرت فاطمہ رض زہرا، حضرت حسن رض و حضرت حسین رض کو بلا کر دعا کی الٰہی یہ میرے اہلبیت یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس نے دانہ اُگایا اور جان

پیدا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ اے علی مؤمن تجھ سے محبت رکھے گا۔ اور منافق تم سے بغض رکھے گا۔ (مسلم)

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف کے دن حضرت علی کو بلوا کر کچھ کان میں باتیں کہیں جس پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضورؐ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت دیر تک سرگوشی کی، حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سرگوشی کے لیے خاص نہیں کیا، بلکہ خداوند کریم نے ان سے سرگوشی کی۔ (ترمذی)

زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ (صاحب) ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں، بعض راوی اتنا اور زیادہ کرتے ہیں کہ الٰہی جو علیؓ سے محبّت رکھے اس سے تو بھی محبّت رکھ اور جو علیؓ سے بغض رکھے اس سے تو بھی بغض رکھ۔ (ترمذی)

بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبّت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ خدا بھی ان سے محبّت رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ چار کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک علی ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا کہ ابوذر، مقداد، اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (ترمذی)

حبشی بن جنادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے آپس میں مواخاۃ یعنی بھائی چارہ کر دیا تو حضرت علیؓ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہؐ آپ نے تمام صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کر دیا مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

ابو سعد سے روایت ہے کہ ہم منافق کو حضرت علیؓ کے بغض اور دشمنی سے پہچان لیتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازہ ہیں۔ (ترمذی وحاکم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف (گورنر بناکر) بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے یمن بھیجتے ہیں اور میں ایک نوجوان ناتجربہ کار آدمی ہوں۔ معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ آپؐ نے یہ سُن کر میرے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا الٰہی اس کے دل کو روشن فرمادے اور اس کی زبان کو استقلال اور مضبوطی نصیب فرما۔ واللہ اس روز سے مجھے معاملات کے فیصل کرنے اور مقدمات کے چکانے میں کبھی شک نہ ہوا۔ (حاکم)

ابوالطفیلؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صحن میں لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم میں میری نسبت کیا فرمایا تھا۔ تیس۳۰ آدمی ان میں سے کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی۔ کہ ہمارے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کا میں صاحب ہوں علیؓ بھی اس کے صاحب ہیں۔ الٰہی جو علیؓ سے محبّت رکھے تو بھی اس سے محبّت رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اُس سے دشمنی رکھ۔ (احمد)

ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ میرے اور تمھارے دو کے سوا کسی تیسرے کو غسل کی حاجت میں مسجد نبوی میں سے گزرنا درست نہیں ہے۔ (ترمذی)

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں اور میں اور علیؓ ایک ہی درخت سے ہیں۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (رواہ الطبرانی باسناد صحیح)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں اپنا مبارک لعاب دہن لگایا اس کے بعد سے نہ کبھی میری آنکھیں دکھنے آئیں اور نہ سر میں کبھی درد ہوا۔ (احمد)

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علیؓ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ (ابویعلی)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علیؓ کو محبوب رکھا اُس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اُس نے اللہ کو محبوب رکھا، اور جس نے علیؓ سے دشمنی رکھی اُس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔ (طبرانی)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے علیؓ کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا۔ (احمد)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تم قرآن مجید کی حفاظت پر اس طرح جھگڑتے ہو جیسے میں قرآن شریف اتارے جانے پر جھگڑتا ہوں۔ (احمد وحاکم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جیسی ہے کہ یہود نے ان سے یہاں تک بغض و دشمنی کی کہ اُن کی والدہ ماجدہ (حضرت مریم) پر بھی بہتان لگا دیا، اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبّت کی اور ان کو یہاں تک بڑھا دیا کہ وہ اس کے لائق نہ تھے، یاد رکھو انسان کو دو چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں ایک تو اتنی محبّت کہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے

جو اس میں نہ ہوں۔ دوسرے اس درجہ بغض و دشمنی کہ بُرا کہتے کہتے تہمت بھی لگا دے۔ (بزار، ابو یعلی، حاکم)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور یہ دونوں مجھ سے جدا ہونے کے بعد حوض کوثر پر آملیں گے۔ (طبرانی)

حسنؓ بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ سید العرب کو میرے پاس بلواؤ۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ سید العرب نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں سید اولاد آدمؑ ہوں اور علیؓ سید عرب ہیں۔ جب حضرت علیؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یا معشر الانصار کیا میں تمھیں ایسا شخص نہ بتلاؤں کہ تم اگر اُس سے تمسک کرو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ شخص یہ علیؓ ہے تم انھیں میری محبّت کی وجہ سے دوست رکھو، اور میری بزرگی کی وجہ سے ان کی تعظیم کرو۔ جو بات میں نے تم سے فرمائی اس کے اظہار کا خدا کی طرف سے جبرئیل مجھے حکم دے گئے ہیں (طبرانی)

عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دو آدمی سب سے زیادہ شقی ہیں۔ ایک تو احیمر ثمود جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور داڑھی خون میں تر بتر ہو جائے گی۔ (احمد و حاکم)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی شکایت کی آپؐ نے فوراً منبر پر چڑھ کر خطبہ میں فرمایا کہ علیؓ کی شکایت کبھی نہ کرنا وہ خدا کے معاملات اور اس کی راہ میں بہت سخت ہیں۔ (حاکم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں ایک پرندہ کا گوشت بھونا ہوا رکھا تھا۔ آپؐ نے دعا کی کہ الٰہی میرے ساتھ اس پرند کے کھانے

میں ایسے شخص کو شریک کر دے کہ جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب اور پیارا ہو۔ اس دعا کے بعد حضرت علیؓ آئے اور آپؐ کے ساتھ مل کر کھایا۔ (ترمذی)

ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سُنا اور آپؐ دونوں دستِ مبارک اُٹھائے ہوئے دعا فرماتے تھے کہ الٰہی جب تک علیؓ خیر و عافیت سے واپس نہ آجائیں اور میں اُسے دیکھ نہ لوں اُس وقت تک مجھے موت نہ دے۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو خصوصیت خاصہ اور قدر و منزلت مجھے نصیب تھی وہ کسی دوسرے کو نہیں تھی میں حضورؐ کی خدمتِ عالی میں پچھلی رات کو حاضر ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہتا اگر حضورؐ کھنکارتے تو میں واپس اپنے مکان لوٹ جاتا اور اگر نہ کھنکارتے تو میں حضورؐ کی خدمت میں بے تکلف حاضر ہو جاتا۔ (نسائی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حدیثیں بہت زیادہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دریافت کرتا تھا تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھایا کرتے تھے اور جب میں چپکا رہتا تھا تو حضورؐ خود بتلایا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے شخص ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ مدینہ منوّرہ میں ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم اور مقدمات کے عمدہ فیصل کرنے والے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے جب کوئی مسئلہ

پوچھا تو جواب باصواب پایا۔ (ابن سعد)

سعید بن مسیب رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب پیچیدہ اور مشکل معاملات آجاتے تھے اور حضرت علیؓ اتفاق سے اس وقت موجود نہ ہوتے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں مقدمہ غلط نہ فیصل ہوجائے۔ (تاریخ الخلفاء)

سعید بن مسیب رضؓ کہتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ میں حضرت علیؓ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مدینہ بھر میں حضرت علیؓ سے زیادہ فرائض جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص نہیں تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی شخص سُنّت کا جاننے والا نہیں تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

مسروقؓ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، عمرؓ، علیؓ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر ختم ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء)

عبداللہ بن عباسؓ۔ بن ابو ربیعہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ میں علم راسخ پختہ اور مضبوط تھا۔ اور آپ تمام عشرہ مبشرہ میں تقدم اسلام اور دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ فی السُّنّت اور دلیری اور شجاعت اور سخاوت فی المال کی وجہ سے افضل ہیں۔
(تاریخ الخلفاء)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصّہ میں ہوتے تھے تو حضرت علیؓ کے سوا کسی کی مجال نہ تھی کہ آپؐ سے گفتگو کرے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کو تین نعمتیں ایسی ملی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی بیٹی فاطمہ زہرا رضؓ کا اُن سے نکاح کیا۔ دوسری آپ نے اُن دوتوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ وہاں ان کو حلال ہے مجھے نہیں۔ تیسری آپ نے ان کو جنگ خیبر میں جھنڈا عطا کیا۔ (ابویعلی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علیؓ ابرار اور متقیوں کے پیشوا ہیں۔ کفار کے قاتل ہیں جس نے ان کی نصرت کی وہ منصور ہوا۔ اور جس نے ان کو رسوا کیا وہ رسوا ہوا۔ (حاکم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جس طرح صبح کا ستارہ چمکتا رہتا ہے اسی طرح علیؓ جنّت میں چمکا کریں گے۔ (بیہقی والدیلمی)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمھاری محبّت ایمان ہے اور تم سے دشمنی نفاق ہے سب سے پہلے جنّت میں تمھارا دوست اور سب سے پہلے دوزخ میں تمھارا دشمن جائے گا۔

(کتاب الآل لابن خالویہ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ذرّیت اللہ نے اُن کی پشت سے پیدا کی اور میری ذرّیت اللہ نے علیؓ کی پشت سے پیدا کی۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ توبہ ومغفرت کا دروازہ ہے جو اس دروازہ سے داخل ہوا وہ مؤمن ہوگا اور جو اس سے خارج ہوا وہ کافر ہوا۔ (دار قطنی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب کی محبّت مؤمن کے صحیفۂ ایمان کا سرنامہ ہے۔ (خطیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت تین شخصوں کی مشتاق ہے، علیؓ، عمارؓ

کی صورت سے میراث کا حکم جاری ہوگا (یعنی اگر اس کا خاص مقام مردوں کے مشابہ ہے تو وہ مرد سمجھا جائے گا ورنہ عورت۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) زر ابن حُبیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو شخص کھانا کھانے کے لیے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین تھیں اتنے میں ایک تیسرا آدمی آگیا۔ اوران دونوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ ان تینوں نے آٹھوں روٹیاں کھالیں۔ جب وہ تیسرا شخص جانے لگا تو اس نے آٹھ درہم ان کو دے کر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے یہ اس کا عوض ہے۔ ان دونوں کا ان درہموں کی تقسیم میں جھگڑا ہوگیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا میں پانچ درہم لوں گا اور تجھے حصہ رسد تین درہم دوں گا اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ برابر حصہ لوں گا۔ یہ قضیہ حضرت علیؓ کے یہاں آیا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ تو اتنا لے لے جو یہ دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اور تیری کم تھیں۔ اُس نے کہا کہ واللہ میں کبھی راضی نہیں ہونے کا یہاں تک کہ میرا حق مجھے پورا نہ دلوا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حق پوچھتا ہے تو تیرا فقط ایک درہم کا حق ہے۔ اور دوسرے کے سات درہم ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا سبحان اللہ یہ کس طرح ذرا مجھے بھی سمجھا دیجیے کہ میں اس بات کو مان لوں۔ آپ نے فرمایا کہ کل آٹھ روٹیاں تھیں اور کھانے والے تم تین آدمی تھے۔ چونکہ یہ مساوی طور پر حصہ تقسیم نہیں ہوتا۔ اس لیے آٹھ کو تین میں ضرب دو تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس نے کم کھائی اور کس نے زیادہ کھائی اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ سب نے برابر کھائیں اس لحاظ سے تو نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور تمہارا ایک ٹکڑا بچا۔ اور پانچ روٹیوں والے نے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ کھائے اور سات کھائے اب اس آٹھ درہم دینے والے شخص نے تیرا ایک ٹکڑا کھایا اور اس کے سات بچے۔ لہذا ظاہر ہے کہ تجھے ایک درہم ملنا چاہیے اور تیرے ساتھی کو سات ملنے چاہئیں۔ اس

سلمانؓ۔ (ترمذی و حاکم)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل[1] مؤمن آل فرعون۔ حبیب[2] نجار صاحب الیاس علیہ السلام علیؓ[3] بن ابی طالب۔ (بخاری فی التاریخ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص فضیلت اور بزرگی میں سبقت لے گئے۔ یوشع[1] بن نون صاحب موسیٰ علیہ السلام۔ حبیب[2] نجار صاحب الیاس علیہ السلام۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طبرانی)

تین شخصوں نے کبھی خدا کے ساتھ شرک و کفر نہیں کیا۔ مؤمن[1] آل الیاس علیہ السلام آسیہ[2] زوجہ فرعون۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ابن عدی و ابن عساکر)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ واللہ سارے قرآن شریف میں ہر ہر آیت کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس بارے میں اُتری اور کہاں اتری اور کس شخص کے بارے میں اتری، مجھے خدا نے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عنایت فرمائی ہے۔ (ابن سعد)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی ثقہ عالم سے ہمیں حضرت علیؓ کا فتویٰ کسی مسئلہ میں معلوم ہوجاتا تھا تو پھر ہم اس سے ہٹتے نہ تھے (بلکہ اپنا دستور العمل بناتے تھے) (ابن سعد)

حضرت علیؓ کے عجیب وغریب فیصلے

(۱) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے مخالفوں کو ہم سے مسئلہ دریافت کرنے کی توفیق بخشی۔ معاویہؓ نے مجھ سے دریافت کرایا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے میراث میں شرع کا کیا حکم ہے۔ میں نے لکھ بھیجا ہے کہ اس کے خاص مقام

شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ دو شخص داد خواہی کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گدھے کو اس کی گائے نے مار ڈالا۔ تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ چوپایوں پر تاوان نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تم فیصلہ کرو۔ حضرت علیؓ نے ان سے دریافت کیا کہ گدھا اور گائے کھلے ہوئے تھے۔ یا ایک بندھا ہوا اور دوسرا کھلا ہوا۔ جواب ملا کہ گدھا تو بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی ہوئی تھی۔ اور اس کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ گائے والے پر گدھے کی قیمت کا ضمان واجب ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا فیصلہ بحال رکھا اور یہی فیصلہ نافذ فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) ایک شخص نے ایک خنثیٰ سے نکاح کیا اور مہر میں ایک لونڈی دی اور یہ شخص خنثیٰ کے پاس رہا۔ اس سے بچّہ پیدا ہوا۔ پھر خنثیٰ نے اس لونڈی سے مواصلت کی، اس سے بھی بچّہ پیدا ہوا۔ یہ عجیب قصّہ حضرت علیؓ کے پاس لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس خنثیٰ کی دونوں جانب کی پسلیاں گنو اگر دونوں جانب برابر ہوں تو وہ عورت ہے اور اگر بائیں جانب کی پسلیاں کم ہوں تو وہ مرد ہے۔ جب پسلیاں گنی گئیں تو بائیں جانب ایک پسلی کم تھی۔ فرمایا کہ یہ مخنث مرد کے حکم میں ہے۔ پھر اس کے شوہر سے تفریق کرا دی۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ نے حضرت حوّا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ اس لیے مرد کے بائیں پہلو میں ایک پسلی کم ہوتی ہے اور عورت کے دونوں پہلوؤں میں بارہ بارہ پسلیاں برابر ہوتی ہیں اور مرد میں داہنے پہلو میں بارہ اور بائیں میں گیارہ۔ (الفصول المہمہ)

لطیفہ ایک شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ پکڑ کر لے آئے۔ اس کو

لوگوں نے پوچھا تھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ تم نے صبح کیسے کی۔ اس نے کہا اصبحت احب الفتنۃ واکرہ الحق واصدق الیھود والنصاریٰ وامن بمالم ارہ واقر بمالم یخلق میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں فتنہ کو پسند اور حق کو ناپسند کرتا ہوں، یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور جس چیز کو میں نے نہیں دیکھا اس پر ایمان لاتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی اس کا اقرار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علیؓ نے اس کی بات سُن کر فرمایا یہ سچ کہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے یہ فتنہ کا دوستدار ہے۔ اور حق یعنی موت کو مکروہ اور ناپسند کرتا ہے اور اہل کتاب کی تصدیق کرتا ہے اور بے دیکھے خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور قیامت، حشر، نشر کا اقرار کرتا ہے جو اب تک موجود نہیں ہوئے ہیں۔ (الفصول المھمہ)

⑤ دراج نے قاضی شریح سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؓ جنگ صفین میں جانے لگے تو آپ کی زرہ گم ہوگئی۔ جب جنگ ختم ہوگئی اور آپ دارالخلافت کوفہ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے ایک یہودی کے پاس اُس زرہ کو دیکھا آپ نے یہودی سے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے نہ میں نے فروخت کی اور نہ ہبہ کی پھر تیرے پاس کیسی۔ اُس نے کہا یہ زرہ میری ہے اور میرے ہی قبضہ میں ہے۔ آپ نے کہا کہ میں قاضی کے یہاں تجھ پر دعویٰ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ یہودی کو لے کر قاضی کی عدالت میں گئے اور قاضی کے قریب جا بیٹھے اور فرمانے لگے کہ اگر میرا مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں آدابِ عدالت کے موافق اس کے برابر ہی عدالت میں کھڑا ہوتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب خدائے تعالیٰ نے یہود کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی حقیر سمجھو۔ قاضی شریح نے کہا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے، نہ میں نے فروخت کی نہ ہبہ کی۔ قاضی شریح نے یہودی سے کہا کہ تمہارا کیا جواب ہے۔

اس نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی نے کہا یا امیر المؤمنین آپ کا کوئی گواہ ہے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے جائز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہلِ جنّت کی گواہی جائز نہ ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔ یہ سُن کر یہودی چلّا اٹھا کہ یا امیر المؤمنین حالانکہ آپ امیر المؤمنین ہیں مگر آپ مجھے قاضی کے پاس لائے اور قاضی آپ سے عام آدمیوں کی طرح جرح و قدح کر رہا ہے۔ اور یہی آپ کے دین کی صداقت ہے۔ بیشک یہ زرہ آپ کی ہے میں صدق دل سے کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْـهَـدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُـهٗ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔

(تاریخ الخلفاء)

علمِ نحو کے موجد حضرت علیؓ ہیں

علمِ نحو کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے موجد سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اللہ نے آپ کو علم و حکمت کے شہر یا گھر کا دروازہ بنایا تھا جس طرح کسی شہر یا گھر میں آدمی دروازہ سے داخل ہوتا ہے اُسی طرح تحصیل علم میں حضرت علیؓ کی وساطت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا دار الحکمۃ وعلی بابھا ایک روایت میں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اور بعض روایت میں انا دار العلم وعلی بابھا ہے۔ چونکہ علم نحو ایسا علم ہے کہ تمام علوم کے پہلے اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے پڑھنے کے بعد دوسرے علوم پڑھے جاتے ہیں تو اس کو دروازہ سے دلچسپ مناسبت ہے چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو علم و حکمت کا دروازہ فرمایا اس لیے مصلحت ایزدی کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ واضع علم قرار

پائیں۔ اس علم کے ایجاد کا یہ سبب ہوا کہ آپ نے ایک اعرابی کو لا یا کلہٗ الا الخاطئین پڑھتے سُنا ایسے ہی مختلف ذریعہ سے آپ کو بعض بعض لوگوں کے قرآن شریف غلط پڑھنے کی اطلاع ہوئی اُس وجہ سے آپ علم نحو کی تدوین کی طرف متوجّہ ہوئے۔ ابوالقاسم زجاجی نے اماآلیہ میں بیان کیا ہے کہ ابواسد دُئلی کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سر جھکائے اور متفکر دیکھ کر عرض کیا کہ آج آپ متفکر کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تمھارے شہر میں لغات کے اندر تغیّر و تبدل شروع ہو گیا ہے اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربیّت کے اصول میں کچھ قواعد منضبط کر دوں تاکہ زبان اپنی حیثیت سے نہ گرے۔ میں نے عرض کیا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم پر بڑا احسان ہوگا اور آپ کے بعد وہ اصول ہمیشہ برقرار رہیں گے۔ تین روز کے بعد جو میں پھر حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ نکال کر میرے سامنے ڈال دیا۔ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا تھا کہ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمّٰی کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو اپنے مسمّٰی کی حرکت کی خبر دے۔ اور حرف وہ ہے جس میں یہ دونوں خاصیتیں نہ پائی جائیں۔ جب میں یہ دیکھ چکا تو آپ نے فرمایا اگر تمھارے ذہن میں بھی کچھ ہو تو اس میں زیادہ کر دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اشیاء تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر۔ مضمر۔ اور ایک نہ ظاہر نہ پوشیدہ۔ اور اس تیسری قسم کی پہچان میں علماء کے فضل و کمال کا پتہ لگتا ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ پھر میں چلا آیا اور میں نے بھی کچھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا۔ منجملہ ان کے حروف ناصبہ بھی لکھے تھے جو یہ تھے۔ اِنَّ، اَنَّ، لَیْتَ، لَعَلَّ، کَاَنَّ۔ آپ نے کہا کہ لٰکِنَّ بھی تو حروف ناصبہ میں سے ہے۔ اس کو کیوں نہیں ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے حرفِ ناصبہ نہیں سمجھتا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ بھی حرف ناصبہ ہے۔ اُن میں زیادہ کر دو۔

آپ کے مواعظ و نصائح و حکمت آمیز کلمات

عقبہ بن ابی صہبا روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے آپ کے تلوار ماری تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا بیٹا آٹھ باتیں ہمیشہ یاد رکھنا (۱) سب سے بڑی توانگری عقل ہے (۲) سب سے بڑی مفلسی حماقت ہے (۳) سب سے سخت وحشت غرور ہے (۴) سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے (۵) احمق کی صحبت اور ہم نشینی سے بچو کیونکہ ارادہ تو وہ تمھیں نفع پہنچانے کا کرتا ہے مگر ضرر پہنچا دیتا ہے (۶) جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے (۷) بخیل سے بھی گریز کرو کیونکہ وہ تم سے وہ چیزیں چھڑا دے گا جن کی تمھیں احتیاج ہوتی ہے (۸) فاجر سے بھی علیحدہ رہو کیونکہ وہ تمھیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ قبولِ عمل میں زیادہ کوشش کرو۔ کوئی عمل بغیر تقویٰ کے قبول نہیں ہوتا۔ اور واقعی خلوص کے بغیر کیسے قبول ہو سکتا ہے۔ معصیت کی سزا عبادت میں سستی اور رزق میں تنگی اور لذت میں نقصان ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر رنج اور مصیبت کے لیے انتہا ہوتی ہے اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنے حد پر پہنچ کر رہتی ہے۔ لہٰذا عاقل کو لازم ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آوے تو اس کی مدت گذرنے کے پہلے اس کے دفع کرنے کی کوشش نہ کرے کہ اس میں اور بھی زیادہ زحمت اور پریشانی ہے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا جو بغیر مانگے دیتا ہے وہ سخاوت ہے اور جو سوال کے بعد دے تو وہ بخشش اور داد دہش ہے۔ امر خیر پر بہتر توفیق بہتر کشش ہے۔ اور حُسنِ خلق اچھا دوست ہے۔ ادب عمدہ میراث ہے۔

ایک شخص نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ مجھے تقدیر کا مسئلہ سمجھا دیجیے۔ آپ نے

فرمایا کہ یہ ایک اندھیرا راستہ ہے اس میں مت چل۔ اُس نے پھر سمجھانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک بحرِ عمیق اور ناپیدا کنار دریا ہے اس میں غوطہ مت لگا۔ اس نے پھر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک بھید ہے۔ جو تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی تفتیش مت کر مگر اس نے پھر اصرار کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ اے سائل اچھا یہ بتلا کہ خالقِ آسمان و زمین نے تجھے اپنی مرضی کے موافق پیدا کیا ہے یا تیرے کہنے کے بموجب۔ اس نے کہا کہ جس طرح خدا نے چاہا پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا تو جس طرح وہ چاہے گا اسی طرح تیرا استعمال بھی کرے گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو تم شہد کی مکّھی کی طرح ہو جاؤ اگرچہ وہ پرندوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور دوسرے پرند اس کو ایک بے حقیقت چیز خیال کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اس کے اندر کیا کیا برکات ہیں۔ لوگو تم اور لوگوں کے ساتھ اپنی زبان اور جسم سے خلاملا رکھو اور اپنے اعمال اور قلوب کے ساتھ جدائی پیدا کرو۔ کیونکہ قیامت میں انسان کو اسی چیز کا بدلہ ملے گا جو اس نے کیا ہے اور وہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اُسے دنیا میں محبّت تھی ۔

آپ فرماتے تھے اے حاملانِ قرآن ۔ قرآن شریف پر عمل بھی کرو اس واسطے کہ عالم وہی ہے جو پڑھ کر اس پر عمل کرے اور اپنے عمل کو علم کے موافق بنائے عنقریب ایسے آدمی بھی پیدا ہوں گے جو علم حاصل کریں گے مگر اُن کا علم اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، ان کا باطن ان کے ظاہر کے مخالف ہوگا۔ ان کا عمل ان کے علم کے بالکل متضاد ہوگا ، وہ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے۔ ان لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں سے خدا کی طرف نہیں پہنچیں گے، زیادہ ہوشیاری سوءِ ظن ہے، محبّت اپنے سے بعید النسب شخص کو قریب کر دیتی ہے اور عداوت قریب النسب شخص کو بعید کر دیتی ہے۔ دیکھو ہاتھ جسم میں سب سے زیادہ

قریب ہے، مگر جب ہاتھ خراب ہوجاتا ہے تو کاٹ دیا جاتا ہے اور یہ پھر داغ دیا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا میری پانچ باتیں یاد رکھو۔ (۱) کسی شخص کو سوائے گنہ کے اور کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ (۲) اور سوائے اپنے رب کے کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔ (۳) جو چیز آدمی نہ جانتا ہو اس کے سیکھنے میں کبھی شرم نہیں کرنی چاہیے۔ (۴) اور جب کسی عالم سے ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا کہ وہ نہ جانتا ہو تو اسے شرم نہ کرنی چاہیے بلکہ صاف کہہ دینا چاہیے کہ مجھے معلوم نہیں خدائے تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (۵) صبر اور ایمان کی ایسی مثال ہے جیسے سر اور جسم کی۔ جب صبر جاتا رہا تو سمجھو کہ ایمان جاتا رہا۔ کیونکہ جب سر ہی جاتا رہا تو پھر جسم کہاں بچ گیا۔

آپ نے فرمایا کہ عالم اکمل وفقیہ کامل وہ ہے جو لوگوں کو خدا کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور لوگوں کو گناہوں کی رخصت نہ دے اور اللہ تعالیٰ کی عذاب سے بے خوف نہ کرے۔ جس عبادت کی آدمی کو خبر نہ ہو اس میں خیر کبھی نہیں ہوسکتی۔ جو آدمی علم کو اچھی طرح نہ سمجھے وہ علم نہیں کہلاتا۔ جس پڑھنے میں غور وفکر نہ ہو وہ پڑھنا نہیں کہلاتا۔ جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اُسے چاہیے کہ جو بات اپنے اوپر پسند کرے وہی بات دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ بہت زیادہ غصہ، زیادہ پیاس، جلدی جلدی جمائی کا آنا، قے، نکسیر، بول و براز، اور یادِ الٰہی کے وقت نیند کا آنا۔

فرماتے تھے کہ انار کو اس کی جھلی کے ساتھ جو دانوں پر لپٹی رہتی ہے کھانا چاہیے کیونکہ وہ مقویِ معدہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تیرا عالم کو ستانا یا عالم کا تجھے ستانا دونوں برابر ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مومن اور حق پر چلنے والا آدمی ایک ادنیٰ غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کی خوش بختی اور سعادت سے یہ ہے کہ اس کی بیوی مزاج کے موافق ہو اور دوست برادر اس کے صلحاء ہوں، اور اولاد اس کی ابرار و نیک بخت ہو، اور جس جگہ وہ رہتا ہے اسی جگہ اس کو رزق میسّر آتا ہو۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے اور کلماتِ طیّبات اور حکمت آمیز نصائح اور دل آویز مواعظ بطور نمونہ مختصر طور پر یہاں بیان کیے گئے کہ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ورنہ آپ کے خطبات و مکاتیب نہایت فصیح و بلیغ اور بہت مفید و عمدہ ہیں۔ بعض بعض خطبے اور خطوط تو اس قدر لطیف و پُر معنی و دل نشین و حکمت آموز ہیں کہ ان کو انسانی فضل و کمال و گویائی و دانائی کی آخری حد کہہ سکتے ہیں اور جسے دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ در اصل آپ حکیم العرب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علیؓ کی کرامات

(۱) طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے دلائل میں زاذان سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ فرمایا تو ایک شخص نے آپ کو جھٹلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے واسطے بد دعا کروں اس نے کہا کہ کر دیجیے۔ آپ نے اُس کے لیے بد دعا کر دی چنانچہ یہ شخص ابھی اس جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ اندھا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) ابونعیم دلائل میں جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک مقدمہ پیش ہوا اور آپ اس کی سماعت کے لیے ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ دیوار گرا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو میری حفاظت

کرنے والا میرا خدا ہے۔ جس وقت آپ مقدمہ کا فیصلہ دے کر وہاں سے اُٹھے تب دیوار گر پڑی۔

(۳) ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے آپ سے سوال کیا کہ میرا رب کیسا ہے، یہ سُن کر آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا، اور فرمایا کہ وہ ایسی ذات نہیں ہے کہ نہیں تھا اور پھر ہو گیا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور بلا کیفیت اور بلا کیف ہے، نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ تمام انتہائیں۔ اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ ہر ابتدا کی ابتدا ہے اور ہر انتہا کی انتہا ہے (اس کی کیفیت بیان کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے) یہ سُن کر یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) حضرت رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ابن ملجم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ یعنی مجھے قتل کرے گا۔ لوگوں نے کہا پھر آپ اسے کیوں رکھتے ہیں قتل کیوں نہیں کرا دیتے۔ آپ نے فرمایا اس نے مجھے اب قتل نہیں کیا تو پھر قصاص لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ پھر جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ابن ملجم نے آپ کو شہید کر دیا۔ بعد میں وہ بھی گرفتار ہو کر قصاص میں ہاتھ پیر کاٹ کر جلا دیا گیا۔ (استیعاب)

(۵) حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس رمضان المبارک میں شہید ہوئے اس ماہِ مبارک میں آپ کا معمول تھا کہ آپ ایک رات حضرت امام حسن رضؓ کے ہاں اور ایک رات حضرت امام حسین رضؓ کے ہاں اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے ہاں باری باری سے روزہ افطار کرتے تھے اور دو یا تین لقموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر کم کیوں کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری زندگی کی اب کچھ راتیں رہ گئی ہیں خداوند کریم کا حکم یعنی موت آ جائیگی اور میں بھوکا ہوں گا (یعنی میں خدا سے بھوک کی حالت میں ملنا پسند کرتا ہوں) پھر اسی رات میں آپ شہید کر دیے گئے، رواہ العسکری۔ (کنز العمال)

(۶) حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شب جمعہ میں جب صبح بیدار ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ رات میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ کی اُمّت یعنی اہل عراق سے بہت کچھ خصومت اور ایذا پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ تمھیں عنقریب راحت پہنچے گی۔ اس کے بعد آپ تین روز زندہ رہے اور شہید کر دیئے گئے۔ (کنز العمال)

(۷) حسن کثیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علیؓ صبح کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے تو بہت سی بطیں آپ کے سامنے آئیں اور آپ کو دیکھ دیکھ کر چلّانے لگیں، تو لوگوں نے ان کو آپ کے پاس سے ہٹانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو وہ نوحہ کرتی ہیں۔ آپ آگے بڑھے کہ ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ رواہ ابن عساکر۔ (کنز العمال)

(۸) حضرت علیؓ کی کراماتِ باہرہ سے آفتاب کا غروب ہونے سے رُک جانا ہے۔ طحاوی نے مشکل الحدیث میں دو سندوں کے ساتھ اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتر رہی تھی اور آپؐ کا سر مبارک علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا جس کے سبب سے وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اتنے میں آفتاب غروب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔ عرض کیا ابھی نہیں پڑھی۔ حضور نے دعا فرمائی کہ الٰہی علیؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مشغول تھے تو سورج کو اُس پر پھیر دے، اسماء کہتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد پھر نکل آیا اور پہاڑوں اور زمین پر دھوپ نکل آئی۔ یہ واقعہ مقامِ صہبا، حوالی خیبر میں واقع ہوا ہے۔ (شفائے قاضی عیاض)

(ف) علامہ سبط ابن الجوزی نے اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی ہے کہ میرے محترم اساتذۂ عراق کی ایک جماعت نے مجھ سے اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کیا کہ

علامہ ابو منصور مظفر بن اردشیر قبادی واعظ نے عصر کے بعد مسجد میں وقوف شمس کی حدیث کا ذکر کیا اور اس کے الفاظ لوگوں کو لکھوائے اور فضائل اہلبیت بیان فرما رہے تھے کہ دفعتاً زور کا ابر چڑھا اور آفتاب کو ڈھانپ لیا، مجلس میں اندھیرا ہو گیا لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ منبر پر کھڑے ہو گئے اور آفتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے: ؎

لَا تَغْرُبِیْ یَا شَمْسَ حَتّٰی یَنْتَهِیْ مَدْحِیْ لِاٰلِ الْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِهٖ

اے آفتاب جب تک کہ میں آلِ رسول والادِ مصطفیٰ کی مدح ختم نہ کر لوں تو غروب ہونے سے رُک جا

وَاَثْنِیْ عَنَانَكَ اِنْ اَرَدْتَ ثَنَاءَهُمْ اَنَسِیْتَ اِذْ كَانَ الْوُقُوْفُ لِاَجْلِهٖ

اہلِ بیت کی مدح وثنا اگر تجھے منظور ہے تو اپنی باگ موڑ لے، کیا تو ان کے لیے اپنے ٹھہرنے کو بھول گیا

اِنْ كَانَ لِلْمَوْلٰی وَقُوْفُكِ فَلْيَكُنْ هٰذَا الْوُقُوْفُ لِخَيْلِهٖ وَلِرَجْلِهٖ

جبکہ تیرا پہلا ٹھہرنا حضرت علی کے لیے تھا تو اس وقت بھی تجھے اُن کی بزرگ اولاد مقدس جماعت کے لیے ٹھہر جانا چاہیے۔

ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً کالی گھٹا ہٹ گئی اور آفتاب اپنی تیزی کے ساتھ نکل آیا۔ (صواعق محرقہ)

مناقب خاصہ ومفاخرِ مخصوصہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس ہستی بہت سی خوبیوں کی جامع تھی آپ کے صفاتِ عالیہ ومفاخرِ خاصہ میں نمایاں صفت شجاعت ہے۔ بڑے بڑے سخت سے سخت معرکے پیش آئے لیکن کبھی آپ کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔ سب سے پہلے ان کی بہادری کا اظہار اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر ان کو اپنے بستر پر سلایا تھا۔ مکان کے باہر دشمن شمشیر بکف قتل کرنے کے لیے کھڑے تھے۔

لیکن بے خوف وخطر سو رہے۔ اس کے بعد غزوہ بدر اور خیبر کے شجاعانہ کارناموں نے ان کی شہرت میں چار چاند لگا دیے۔ ان کی دلیری، بسالت اور شجاعت کی کفاروں میں دھاک بیٹھ گئی، بڑے بڑے جنگ آور، میدانِ کارزار کے شیر، نامی گرامی پہلوان ان کے سامنے آتے ہوئے لرزتے تھے گھمگھمی کی لڑائیوں میں گھستے ہوئے کبھی ان کو پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ موت کی طرف جا رہا ہوں یا موت میری طرف آ رہی ہے۔

تفقہ فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، مجتہدین صحابہ میں آپ ممتاز حیثیت رکھتے تھے، تبادر ذہن، دِقّتِ نظر ملکہ استنباط، قوتِ فکر، کمال عقل کے جوہر آپ میں علی وجہ الکمال پائے جاتے تھے، فطری طور پر آپ میں ہاشمی فہم و فراست، مطلبی ذہن و ذکاوت موجود تھی، ہمیشہ حضور کی خدمت میں حاضر باش رہے اور خصوصیت سے قرآنی تفقہ سیکھا۔ نیز دربارِ رسالت کے کاتبِ خاص تھے، ان وجوہات سے دینی احکام کے صحیح استنباط کا بے نظیر ملکہ آپ میں پیدا ہو گیا تھا۔ خلفائے راشدین خاص کر حضرت عمرؓ آپ سے دینی و سیاسی معاملات میں مشورہ لیا کرتے تھے اور کسی دینی مسئلہ میں جب کبھی اختلاف واقع ہوتا تھا تو اکثر آپ ہی کی رائے کی طرف رجوع کرتے تھے، اسی طرح زہد، ورع، تقویٰ، ترک دنیا، ایثار، رضا جوئی حق، عبادت و ریاضت، کمالِ علم و حکمت، جود و سخا، وغیرہ جس بات پر ہم نظر ڈالتے ہیں آپ ان صفات میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اختلافِ اُمّت اور آپ کی شہادت

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے دن تمام صحابہ نے سوائے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ مکہ معظمہ چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ

مکہ معظمہ میں تھیں ان کو ہمراہ لے کر بصرہ پہنچے وہاں پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے۔ یہاں جنگ جمل واقع ہوئی جس میں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ شہید ہو گئے اور طرفین کے تیرہ ہزار آدمی کام آئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ۳۶ھ میں واقع ہوا۔ حضرت علیؓ بصرہ میں پندرہ روز قیام فرما کر پھر کوفہ تشریف لے گئے۔ شام میں حضرت معاویہؓ نے آپ پر خروج کیا جب یہ خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپ بھی اس طرف کو بڑھے اور مقام صفین میں صفر ۳۷ھ میں خوب معرکہ آرائی ہوئی اور کئی روز تک برابر جنگ ہوتی رہی، آخر حضرت عمروؓ بن العاص کے غور و فکر و صوابدید کے بعد اہلِ شام نے قرآن شریف بلند کر دیے۔ لوگوں نے اس صورت میں لڑائی کو بُرا سمجھا اور صلح کے لیے اپنی اپنی طرف سے دونوں نے حَکَم مقرر کر دیے۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری مقرر ہوئے۔ انھوں نے ایک عہد نامہ لکھا کہ آئندہ سال مقامِ اذرح میں آکر اصلاح امت کے متعلق گفت گو کی جائے۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو حضرت معاویہؓ شام کو اور حضرت علیؓ کوفہ کو واپس چلے گئے۔ کوفہ میں آپ کی جماعت میں سے ایک گروہ نے خروج کیا جو خارجی کہلائے اور انھوں نے حضرت علیؓ کی خلافت سے انکار کیا اور کہا کہ بجز اللہ کے کوئی حاکم نہیں اور مقام حرورا میں چھاؤنی ڈالی اور ایک جمعیت قائم کر کے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا، حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے پاس اتمامِ حجت کے لیے بھیجا۔ حضرت ابن عباسؓ نے خارجیوں سے زور کا مناظرہ کیا اور ان کو قائل کیا چنانچہ بہتیروں نے رجوع کیا اور آپ کے لشکر میں آکر مل گئے اور کچھ اپنے قول پر جمے رہے اور نہروان کی طرف بھاگ گئے اور وہاں جا کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر حضرت علیؓ نے نہروان پہنچ کر ان باقی ماندہ کو تہ تیغ کیا اور ان ہی میں ذو الثدیہ (پستان والا) بھی مارا گیا جس کے مقتول ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی

تھی۔ یہ واقعہ ۳۸ھ میں ہوا، اسی سال کے شعبان میں حسبِ وعدہ بموجب قرار داد سالِ گذشتہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ صحابہ اذرح میں جمع ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے ہوشیاری اور زیرکی اور طلاقت لسانی کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو آگے بڑھایا کہ اوّل آپ اپنی رائے کا اظہار کیجیے، چنانچہ آپ نے تقریر کی اور حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کر دیا، پھر عمرو بن العاصؓ نے تقریر کی اور حضرت معاویہؓ کو خلافت پر برقرار کہا اور اُن سے بیعت کرلی۔ اس فیصلہ پر لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور لوگوں میں گروہ بندی ہو گئی اور حضرت علیؓ اپنے رفقاء سے بھی خلاف ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے حضرت علیؓ کو بدستور خلیفہ قائم رکھا اور کچھ لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے، اس فیصلہ پر حضرت علیؓ اپنی انگلی کاٹتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا میرے حکم کی مخالفت اور معاویہؓ کی اطاعت ہو گی۔ عالم اسلامی کا یہ اضطراب دیکھ کر خوارج میں سے تین شخص عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکر تمیمی مکہ معظمہ میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ اس مصیبت سے اُمت کی رہائی کی کیا صورت ہے، آخر میں انھوں نے یہ طے کیا کہ حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ یہ تینوں قتل کر دیے جائیں تو جھگڑا مٹ جائے اور مسلمان اِن فتنوں اور تفریق سے چھوٹ جائیں۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص ان میں سے ایک ایک کے قتل کا ذمہ لے۔ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لیا، عمرو بن بکر نے حضرت عمرو بن العاصؓ کا اور برک نے امیر معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لیا اور تینوں نے قسم کھائی کہ یا تو ہم ماریں گے یا مر جائیں گے باہم معاہدہ کیا کہ تینوں کا قتل ایک ہی رات میں ہونا چاہیے، ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کی تاریخ مقرر ہوئی کہ اس روز تینوں پر حملہ کریں، ابن ملجم نے اس ارادہ کی اطلاع اپنے بھائیوں میں سے بھی کسی کو نہیں دی اور کوفہ میں آگیا۔ یہاں تیم رباب کے قبیلہ کے کچھ لوگ تھے جن کے دس آدمی نہروان کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی فوج نے قتل کیے تھے۔ ان مقتولین میں شجنہ اور اس کا بیٹا بھی تھا شجنہ کی بیٹی قطام کوفہ میں تھی۔ ابن ملجم نے جو اسی قبیلہ میں

ٹھہرا ہوا تھا جب اس کو دیکھا تو اس کے غیر معمولی حسن و جمال کی وجہ سے فریفتہ ہو گیا اور نکاح کا پیغام بھیجا، قطام نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہے کہ پہلے مہر ادا کر دو۔ اس نے کہا کس قدر۔ کہا تین ہزار درہم ایک غلام ایک لونڈی اور حضرت علیؓ کا سر، ابن ملجم نے منظور کیا اور کہا کہ میں اس شہر میں خاص اسی کام کے لیے آیا ہوں کہ حضرت علیؓ کو قتل کر دوں اگر تجھ کو منظور ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوں تو کسی کے سامنے اس لفظ کو زبان پر نہ لانا ورنہ راز فاش ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ میں کسی کو نہیں کہوں گی تم اچانک پہنچ کر ان کو مار ڈالو۔ اگر بچ گئے تو ہم آرام کی زندگی بسر کریں گے ورنہ آخرت کا عیش تمھارے لیے اس دنیا کے عیش سے بدرجہا بہتر ہو گا، ابن ملجم نے اپنے دوستوں میں سے ایک معتمد کو جو اس کام میں مدد دے سکے اپنا ہمراز بنایا۔ قطام نے بھی اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا، ابن ملجم حسبِ معاہدہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو مسجد میں جہاں حضرت علیؓ نماز پڑھایا کرتے جا کر گھات میں بیٹھ گیا۔ اس طرف ابن الذباح مؤذن نے حضرت علیؓ کو صبح کی نماز کی اطلاع دی، حضرت علیؓ لوگوں کو آواز دیتے ہوئے کہ نماز۔ نماز باہر نکلے کہ دفعتاً شقی ازلی ابن ملجم نے سامنے سے آکر زہر آلود تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ پیشانی سے گیسو تک کاٹتا ہوا دماغ تک جا پہنچا۔ اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی حرف بحرف صادق آئی جو آپ نے حضرت علیؓ سے فرمائی تھی کہ سب سے زیادہ بدبخت دو شخص ہیں۔ ایک قوم ثمود کا سُرخ رنگت کا آدمی اونٹنی کو ذبح کرنے والا۔ دوسرا جو تم پر اس جگہ وار کرے گا یعنی گیسو پر یہاں تک کہ داڑھی تر ہو جائے گی۔ (احمد)

پھر لوگ ہر طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو گرفتار کر لیا اور حضرت علیؓ جمعہ اور ہفتہ کو زندہ رہے اور اتوار کی شب میں انتقال فرما گئے، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور آپ کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسینؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ کے دار الامارت میں رات کے وقت آپ کو سپردِ خاک کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اس کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور ایک زنبیل میں بند کرکے اُسے آگ میں جلادیا۔

(ف) اقطام کے غالی مہر کے واقعہ کو فرزدق شاعر نے ذیل کے اشعار میں نظم کیا ہے: ؎

۱۔ فَلَوْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْسَمَاحَةٍ كَمَهْرِ قُطَامٍ بَيْنَ عَرَبٍ وَمُعْجَمٍ

میں نہیں سمجھتا کہ عرب اور عجم میں کسی جوانمرد نے قطام جیسا مہر کبھی دیا ہو۔

۲۔ ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَعَبْدٌ وَّقَيْنَةٌ وَضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ

تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور شمشیر بران سے حضرت علیؓ کا قتل۔

۳۔ فَلَا مَهْرَ اَعْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَاِنْ عَلَا وَلَا فَتْكَ اِلَّا دُوْنَ فَتْكِ ابْنِ مُلْجَمٍ

حضرت علیؓ کی شہادت سے کوئی مہر بیش قیمت نہیں ہوسکتا اور نہ ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر قتل ہوسکتا ہے۔

اپنے فرزندوں کو آپؓ کی آخری وصیّت

آپ نے وفات کے وقت اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کو وصیت فرمائی کہ پیارے بیٹو! تقویٰ اختیار کرنا، دنیا کی طلب نہ کرنا چاہے دنیا تمھیں بلاتی ہو، کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس نہ کرنا، حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، عاجزوں اور بیکسوں کی خبرگیری کرنا، آخرت کے کام میں لگے رہنا، ظالم کے دشمن اور مظلوم کے یار و مددگار رہنا، سب کام اللہ کے لیے کرنا، اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، پھر اپنے صاحبزادے بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر بادیدۂ نم فرمایا کہ بیٹا جو نصیحت و وصیت میں نے تمھارے معظّم برادروں کو کی وہ تمھیں یاد ہوگی۔ عرض کیا جی ہاں یاد ہے، فرمایا تمھیں میری یہ وصیت ہے کہ تم اپنے معظّم برادروں کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے

ان کی توقیر کرنا، ان کے بدون مشورہ کوئی کام نہ کرنا، پھر حسنینؓ سے فرمایا کہ ان کے باب میں تم دونوں کو میری وصیت ہے کہ یہ تمھارے علّاتی بھائی ہیں تمھارے باپ کی اولاد ہے اور تم جانتے ہو کہ میں ان کو بہت چاہتا ہوں یہ آپ کے آخری وصایا تھے، پھر کلمہ طیّب لاالٰہ الا اللہ پڑھا اور روحِ علوی جسد عنصری سے پرواز کر کے رفیقِ اعلیٰ میں مل گئی۔

حضرت علیؓ کی قبر اطہر

آپ کی قبر شریف کا صحیح حال کسی کو معلوم نہیں کیونکہ اس میں خدا کی حکمتِ بالغہ پوشیدہ ہے پھر بھی بعض روایات مندرجہ ذیل ہیں:

ابوبکر بن عیاشؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی قبر شریف کو اس لیے پوشیدہ کر دیا گیا کہ خارجی اس کی توہین نہ کریں۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے امام حسنؓ نے آپ کے جسد مبارک کو کوفہ کے دارلامارۃ سے منتقل کر کے مدینہ منوّرہ پہنچا دیا، چنانچہ مبرد محمد بن حبیبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اوّل وہ شخص جو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہوئے حضرت علیؓ ہیں۔

ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو آپ کے جسد مبارک کو مدینہ منوّرہ لے جانے لگے کہ وہاں حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کریں مگر راستہ میں رات کو وہ اونٹ جس پر نعش مبارک رکھی ہوئی تھی کہیں بھاگ گیا اور اس کا باوجود تلاش کے کہیں پتہ نہ چلا، اس واسطے اہلِ عراق کا قول ہے کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تلاش کرنے پر وہ اونٹ طے کے کسی شہر میں ملا اور وہاں کے حاکم نے آپ کو وہیں دفن کر دیا۔ آپ کی عمر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں محقّق قول یہ ہے کہ

شہادت کے وقت تریسٹھ سال کی عمر تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علیؓ کی والدہ

حضرت علی و جعفر و عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب اُن کو لحد میں اتارا گیا تو آنحضرتؐ بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ فرمایا "میں نے قمیص اس لیے دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو حلۂ جنّت پہنائے۔ اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

آپ کی شہادت پر ابوالاسود دُئلی نے ذیل کا درد انگیز مرثیہ کہا ہے ؎

① اَلَا یَا عَیْنُ وَیْحَكِ اَسْعِدِیْنَا ... اَلَا تَبْکِیْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَا

② وَتَبْکِیْ اُمَّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْهِ ... لِعِبَاتِهَا وَقَدْ رَاَتِ الْیَقِیْنَا

③ اَلَا قُلْ لِلْخَوَارِجِ حَیْثُ کَانُوْا ... فَلَا قَرَّتْ عُیُوْنُ الْحَاسِدِیْنَا

④ اَفِیْ شَهْرِ الصِّیَامِ فَجَعْتُمُوْنَا ... بِخَیْرِ النَّاسِ طُرًّا اَجْمَعِیْنَا

⑤ قَتَلْتُمْ خَیْرَ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا ... وَ ذَلَّلَهَا وَمَنْ رَکِبَ السَّفِیْنَا

⑥ وَمَنْ لَبِسَ النِّعَالَ وَمَنْ حَذَاهَا ... وَمَنْ قَرَأَ الْمَثَانِیْ وَالْمُبِیْنَا

⑦ وَکُلُّ مَنَاقِبِ الْخَیْرَاتِ فِیْهِ ... وَحُبُّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَا

⑧ لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٌ حَیْثُ کَانَتْ ... بِاَنَّكَ خَیْرُهُمْ حَسَبًا وَّدِیْنَا

⑨ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ وَجْهَ اَبِیْ حُسَیْنٍ ... رَأَیْتَ الْبَدْرَ فَوْقَ النَّاظِرِیْنَا

⑩ وَکُنَّا قَبْلَ مَقْتَلِهٖ بِخَیْرٍ ... نَرٰی مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْنَا

⑪ یُقِیْمُ الْحَقَّ لَا یَرْتَابُ فِیْہِ — وَیَعْدِلُ فِی الْعِدٰی وَالْاَقْرَبِیْنَا

⑫ وَلَیْسَ بِکَاتِمٍ عِلْمًا لَّدَیْہِ — وَلَمْ یُخْلَقْ مِنَ الْمُتَکَبِّرِیْنَا

⑬ کَاَنَّ النَّاسَ اِذْ فَقَدُوا عَلِیًّا — نُعَامٌ حَارٌ فِیْ بَلَدٍ سِنِیْنَا

⑭ فَلَا تُشْمِتُ مُعٰوِیَۃَ بْنَ صَخْرٍ — فَاِنَّ بَقِیَّۃَ الْخُلَفَآءِ فِیْنَا

ترجمہ:- [۱] اے آنکھ خبردار تجھ پر افسوس ہے کہ تو میری موافقت کیوں نہیں کرتی اور حضرت امیر المؤمنین پر کیوں نہیں روتی،[۲] اُن پر ام کلثوم روتی اور آنسو بہاتی ہیں، انھوں نے یقین (موت) کو دیکھ لیا[۳] خوارج جہاں کہیں ہوں ان سے کہہ دو کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوگی،[۴] کیا رمضان شریف کے مبارک مہینے ہی میں ہمیں غم دینا تھا، ایسے آدمی کی جدائی کی وجہ سے جو سرتاپا خیر تھا،[۵] تم نے اس آدمی کو قتل کر دیا جو تیز اونٹنی پر سوار ہوتا تھا، اور اس کو شہید کر دیا جو کشتی پر سوار ہوتا تھا،[۶] جو جوتے پہنتا تھا اور مثانی و مبین پڑھتا تھا،[۷] تمام مناقب اس میں موجود تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے محبت رکھتے تھے،[۸] اہلِ قریش جہاں کہیں ہوں وہ یاد رکھیں کہ شہید امیر المؤمنین رضؓ دین ونسب میں ان کے بہترین آدمی تھے[۹] جس وقت ابوالحسن رضؓ کا چہرہ سامنے آجاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ چودھویں رات کا چاند نکل آیا،[۱۰] ہم اُن کی شہادت سے پہلے سمجھتے تھے کہ ہم اپنے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور محبوب کو دیکھ رہے ہیں،[۱۱] حق قائم کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور دوست دشمن میں برابر انصاف کرتے تھے[۱۲] اور وہ اپنے علم کو چھپانے والے نہیں تھے اور نہ وہ متکبر پیدا ہوئے تھے[۱۳] حضرت علی رضؓ کو کھو کر لوگ ایسے ہو گئے جیسے شترمرغ قحط سالی میں مارا مارا پھرتا ہے،[۱۴] حضرت معاویہ رضؓ بن صخر کو بُرا نہ کہو کیونکہ خلفاء کا بقیہ اب بھی ہم میں موجود ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے واقعہ ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں: ؎

① قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَالْاَقْدَارُ غَالِبَۃٌ — ھَدَمْتَ وَیْلَکَ لِلْاِسْلَامِ اَرْکَانًا

ابن ملجم سے کہنا (گویں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے۔ کہ کمبخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا

۲ قَتَلْتَ اَفْضَلَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی قَدَمٍ وَاَوَّلُ النَّاسِ اِسْلَامًا وَّ اِیْمَانًا
وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا۔ اور اسلام اور ایمان میں سب سے اوّل تھا

۳ وَاَعْلَمُ النَّاسِ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ بِمَا سَنَّ رَسُوْلُنَا شَرْعًا وَّتِبْیَانًا
اور قرآن اور سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا۔ تو نے اُسے قتل کیا ہے

۴ صِھْرُ النَّبِیِّ وَمَوْلَاہُ وَنَاصِرُہٗ اَضْحَتْ مَنَاقِبُہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا
وہ داماد نبیؐ اور ان کا دوست اور ناصر تھا جس کے مناقب کے انوار اور برہان روشن ہیں

۵ وَکَانَ مِنْہُ عَلٰی رَغْمِ الْحُسُوْدِ لَہٗ کَانَ ھَارُوْنُ مِنْ مُّوْسٰی بْنِ عِمْرَانَا
جو علی رغم حسود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا تھا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام

۶ وَکَانَ فِی الْحَرْبِ سَیْفًا صَارِمًا ذَکَرًا لَیْثًا اِذَا لَقِیَ اِقْرَانُ اَقْرَانَا
جو لڑائی میں شمشیر برندہ اور دلیر شیر تھا۔ جبکہ خوب گھمسان کا رن پڑجاتا ہو

۷ ذَکَرْتُ قَاتِلَہٗ وَالدَّمْعُ مُنْحَدِرًا فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانَا
میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں۔ اے خدا تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے

۸ اِنِّیْ لَاَحْسِبُہٗ مَاکَانَ مِنْ بَشَرٍ یَخْشَی الْمَعَادَ وَلٰکِنْ کَانَ شَیْطَانَا
میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ یہ وہ بشر نہیں۔ جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے

۹ اَشْقٰی مُرَادٍ اِذَا عُدَّتْ قَبَائِلُھَا وَاَخْسَرَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مِیْزَانَا
اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت۔ اور میزانِ اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار

۱۰ کَعَاقِرِ النَّاقَۃِ الْاُوْلَی الَّتِیْ جَلَبَتْ عَلٰی ثَمُوْدَ بِاَرْضِ الْحِجْرِ خُسْرَانَا
(وہ تو عاقر ناقہ جیسا تھا) جس نے صالح کے ناقہ کو مارا۔ اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا

۱۱ کَاَنَّہٗ لَمْ یُرِدْ قَصْدًا بِضَرْبَتِہٖ اِلَّا لِیَصْلٰی عَذَابَ الْخُلْدِ نِیْرَانَا
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ پر وار کرنے سے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ خود جہنّم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔

آپ کے اہلبیت

حضرت علیؓ نے نو نکاح کیے ① حضرت فاطمۃ الزہرؓا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلی بیوی تھیں جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہیں حضرت علیؓ نے دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ان کے بطن سے تین صاحبزادے امام حسنؓ، امام حسینؓ، محسنؓ اور تین صاحبزادیاں زینب کبریٰؓ، ام کلثوم کبریٰؓ، رقیہؓ۔ محسنؓ و رقیہؓ کا صغر سنی ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

② ام البنین بنتِ حزام۔ ان سے عباسؓ، جعفرؓ، عبد اللہؓ، اور عثمانؓ پیدا ہوئے۔

③ لیلیٰ بنتِ مسعود تمیمی۔ ان سے دو بیٹے عبد اللہؓ و ابوبکر پیدا ہوئے۔

④ اسماء بنتِ عمیس۔ یحیٰؒ اور محمد اصغرؓ کی والدہ ہیں۔

⑤ صہبا بنتِ ربیعہ۔ بنی تغلب کے قبیلہ کی تھیں۔ ان سے عمرؓ اور رقیہؓ دو بچے تھے۔

⑥ امامہ بنتِ ابی العاص۔ یہ حضرت زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں۔ ان سے محمد اوسطؓ پیدا ہوئے۔

⑦ خولہ بنتِ جعفر الحنفیہ۔ ان سے محمدؓ پیدا ہوئے، جو ننہالی نسبت سے محمد بن الحنفیہ اور محمد حنیف کے نام سے مشہور ہیں۔

⑧ ام سعید بنتِ عروہ بن مسعود۔ ان سے دو بیٹیاں ام الحسینؓ اور رملہ کبریٰؓ تھیں

⑨ محیاۃ بنتِ امراء القیس الکلبی۔ ان کے علاوہ مختلف امہات ولد سے کئی صاحبزادیاں تھیں۔ ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ،

فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، جمامہ اور نفیسہ۔
"بغیۃ الطالب فی معرفۃ اولاد بن ابی طالب" میں لکھا ہے کہ آپ کی کتنی اولاد تھیں؟ اس میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ اخیر میں قولِ معتمد یہ لکھا ہے کہ پندرہ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف پانچ کی اولاد چلی۔ امام حسنؓ، امام حسینؓ، محمد بن حنفیہ، عباس اور عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

فضائل حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ

اٹھویں فصل

فضائلِ حضرت امام حسن رضؓ و حضرت امام حسین رضؓ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حسن رضؓ و حسین رضؓ سُرخ کُرتے پہنے ہوئے آئے مسجد تک آتے آتے صغر سنی کی وجہ سے دونوں صاحبزادوں کے پاؤں لغزش کرنے لگے چلنے میں گر پڑتے تھے، یہ دیکھ کر آپ منبر سے اترے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں لے کر منبر پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمھاری اولاد، تمھارے مال تمھارے لیے آزمائش ہیں، میں نے جوان بچوں کو دیکھا کہ چلنے میں گر پڑتے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ خطبہ چھوڑ کر انھیں اُٹھا لیا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اہلِ بیت میں آپ کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے، فرمایا حسن رضؓ و حسین رضؓ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن رضؓ و حسین رضؓ میری دنیا کے پھول ہیں۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن رضؓ و حسین رضؓ نوجوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔ (ترمذی و حاکم)

ابو ایوب رضؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسنین رضؓ حضور میں کھیل رہے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان کو بہت ہی پیار کرتے ہیں، فرمایا کیوں نہیں وہ میرے باغِ جسم کے پھول ہیں۔ (طبرانی)

اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رات کو کسی کام کے لیے حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کپڑے میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے باہر تشریف لائے مجھے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز ہے، میں جب اپنے ضروری کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے چادر میں کیا چیز لپیٹ رکھی ہے حضور نے چادر اُٹھا کر دکھلایا تو آپ کے دونوں صاحبزادے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے خدا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کے دوست داروں کو بھی دوست رکھ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد ماں باپ کے لیے ریحان ہوتے ہیں اور میرے ریحان حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ (عسکری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ میں حسنینؓ کو دوست رکھتا ہوں تمھیں بھی لائق ہے کہ ان کی محبت کو سب کی محبت پر غالب رکھو اور ان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو، جو شخص میری دوستی کا دعویٰ کرے وہ پہلے حسنینؓ کو دوست رکھے۔ حسنین کے دوست دار کو میں دوست رکھتا ہوں اور جسے میں دوست رکھوں اس کو خدا دوست رکھتا ہے، اور جسے خدا نے دوست رکھا وہ ضرور بہشت میں داخل ہوگا۔ ایسے ہی جو حسنینؓ کو دشمن رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جس کا میں دشمن ہو جاؤں خدا بھی اس کا دشمن ہے، اور خدا کا دشمن دوزخی ہے۔ (طبرانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ سے فرمایا کہ میرے سوا دنیا میں جس قدر نبی ہوتے ہیں ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی نبی ضرور ہوا ہے، لیکن نبوّت مجھ پر ختم ہو گئی اس لیے میری اولاد میں کوئی نبی نہ ہوگا۔ ہاں یہ میرے دونوں بیٹے یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کے علاوہ جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(طبرانی و ابو نعیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ مجلس میں سے کوئی کسی کے لیے کھڑا نہ ہو مگر حسنؓ و حسینؓ اور ان کی اولاد کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا روا ہے۔ (ابن عساکر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؓ مجھے زیادہ محبوب ہے، اور حسینؓ علیؓ کو۔ (ابو داؤد و احمد)

حضرت فاطمہؓ حسنینؓ کو لے کر مرض الموت میں حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ حضورؐ یہ آپ کے صاحبزادے ہیں ان کو بطور ورثہ کے کچھ دے دیجیے، آپ نے فرمایا حسنؓ کو میں نے اپنی ہیبت و سیادت بخشی اور حسینؓ کو جرأت اور سخاوت ورثہ میں دی۔ (طبرانی)

حضرت فاطمہؓ اپنے صاحبزادوں کو حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں لائیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ انھیں کچھ عطا فرمائیے حضور نے فرمایا کہ حسنؓ کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت دی اور حسینؓ کو اپنی غیرت اور شجاعت عطا کی۔ (ابن عساکر)

ف :- ان دونوں حدیثوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث صفاتِ کمال انسانی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی اگر دنیا دی مال و متاع و جائداد کو آپ میراث قرار دیتے تو ضرور ان صاحبزادوں کو کچھ نہ کچھ عنایت فرماتے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث وفی روایۃ لا نرث دینارًا ولا درھمًا ما ترکناہ صدقۃ۔ یعنی ہم انبیاء کے گروہ کسی کے وارث نہیں ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہو سکتا ہے، جو غنائم اور اموال حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائے ہیں وہ ہماری ملکیت نہیں بلکہ عام مسلمانوں کا حق ہے، اسی لیے جب یہ حدیث حضرت خلیفۂ اوّل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجمع عظیم صحابہ میں بیان فرمائی تو سب نے آپ کی تصدیق کی کہ بے شک حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کا گروہ کسی کا وارث نہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوگا، لہٰذا صدیق اکبرؓ پر کوئی اعتراض

نہیں ہوسکتا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے کچھ نہیں دیا۔ اور کیسے دیتے اور کہاں سے دیتے جبکہ آپ کا فرمان ہے کہ ہم درہم و دینار کے مالک نہیں جو کچھ ہے وہ عام مسلمانوں کا حق ہے۔

جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتوحاتِ ملکی زیادہ ہوئی اور اموالِ غنائم مدائن بہت کثرت سے آئے تو حضرت عمرؓ نے مسجدِ نبوی میں چمڑے کا دستر خوان بچھا کر اس میں مالِ غنیمت کو رکھا، اتنے میں حضرت امام حسنؓ تشریف لائے اور فرمایا، امیر المومنین خدائے تعالیٰ نے جو مال مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے اس میں سے ہمارا حق بھی ہمیں عنایت کیجیے۔ حضرت عمر نے برکت و کرامت فرما کر دلجوئی و تشفی سے ایک ہزار درہم عنایت کیے۔ تھوڑی دیر کے بعد چھوٹے صاحبزادے حضرت امام حسینؓ بھی تشریف لائے اور اپنا حق طلب فرمایا۔ انھیں بھی دربارِ عمرؓ سے ایک ہزار درہم عطا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ آئے، آپ نے انھیں پانسو درہم دے کر رخصت کیا، عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا، امیر المومنین آپ مجھے دیکھتے ہیں کہ میں طاقتور اور جوان آدمی ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کیسے کیسے بڑے معرکوں اور جہاد میں شریک رہا ہوں، میں اس وقت مجاہدین لوگوں میں تھا، جب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما مدینہ کی گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ انھیں تو آپ نے ہزار ہزار درہم عطا کیے اور مجھے پانسو ہی، حضرت عمر نے بے حد افسوس سے فرمایا، جانِ پدر، اگر تم اپنی ماں، نانا، نانی، چچا، پھوپی، ماموں، خالہ حسنین جیسے پیدا کر لوگے تو تم بھی ہزار درہم کے مستحق ہوگے ورنہ تمھارا ان کی برابری کرنا بے سود اور خلاف ادب ہے۔ ان کے والد حضرت علیؓ والدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، چچا جعفر طیارؓ، پھوپی ام ہانیؓ، ماموں قاسمؓ و ابراہیمؓ اور خالائیں حضرت رقیہؓ، زینبؓ، ام کلثوم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ہیں، عبداللہ بن عمرؓ یہ فضائلِ خاصہ سُن کر خاموش ہو رہے، یہ خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو فرمایا۔ میرے کان اُس بات کو یاد رکھتے ہیں جو ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ جنتیوں کے چراغ ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین نے جب یہ سُنا تو ایک بڑے مجمع کو ہمراہ لیے ہوئے حضرت علیؓ کے درِ دولت پر تشریف لائے اور دستک دی حضرت گھر سے باہر تشریف لائے سلام کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے علیؓ آپ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے اپنے کانوں سے میرے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سُنے ہیں کہ عمرؓ اہلِ بہشت کا چراغ ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا بیشک میں نے کانوں سے سُنا اور میرا دل اسے یاد رکھتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تو جناب آپ ہی اپنے دستِ مبارک سے اس جنت کے دستاویز کو لکھ کر دیجیے، حضرت علیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ دیا:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما ضمن علی ابن ابی طالب لعمر بن الخطاب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل علیہ السلام عن اللہ تبارك وتعالیٰ ان عمر بن الخطاب سراج اھل الجنۃ فی الجنۃ۔ حضرت عمرؓ نے اس نوشتہ کو حضرت علیؓ سے لے کر اپنی اولاد کو سپرد کیا اور وصیت کی کہ جب دنیا سے اٹھ جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا تاکہ اسی دستاویز کے ساتھ خدائے کریم سے ملاقات کروں۔ جب حضرت عمرؓ شہید ہوئے تو آپ کی اولاد نے وصیت کے موافق اس کاغذ کو کفن میں رکھ دیا۔ (فصل الخطاب)

حضرت امام حسنؓ

حضرت حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب ابو محمد سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ بنص حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق آخری خلیفہ ہیں، پسندرہ

رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہؓ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ تم جاکر فاطمہؓ پر آیت الکرسی اور معوذتین پڑھ کر دم کرو اور بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہہ دینا جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو ان بیویوں نے حسب الارشاد ایسا ہی کیا، پھر آنحضرتؐ کو خبر دی آپ بھی بہت خوش ہوئے اور جلدی سے تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُہٗ وَذُرِّیَّتَہٗ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر دعا دی۔ ساتویں دن آپؐ نے حضرت حسنؓ کا ختنہ کرا دیا اور عقیقہ کیا اور حسن نام رکھا اور سر کے بال منڈوائے اور فرمایا کہ بال کے ہم وزن چاندی خیرات کردو، عقیقہ میں ایک مینڈھا حضورؐ نے بہ نفس نفیس ذبح فرمایا، نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مینڈھوں کا عقیقہ کیا، ممکن ہے ایک کا آپ نے اور ایک کا حضرت علیؓ نے کیا ہو، ایک روایت میں سر منڈوانے کے بعد سر پر خلوق یعنی زعفران وغیرہ کی مرکّب خوشبو لگانا بھی وارد ہے، آپ گورے چٹّے سُرخ رنگت کے نہایت حسین و جمیل تھے، بڑی بڑی آنکھیں تھیں، سینہ چوڑا تھا، سر پر پیچ دار بال تھے، قد میانہ تھا، ڈاڑھی میں وسمہ کا سیاہ خضاب لگاتے تھے، آپ کی انگوٹھی کا نقش "العزۃ للہ وحدہٗ" تھا۔

آپ کے مناقب میں احادیث صحیحہ

حضرت امام حسنؓ سے بڑھ کر کسی کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ملتی جلتی نہیں تھی۔ (بخاری)

ف:۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حسنؓ سر سے سینہ تک مشابہ تھے اور حسینؓ سینہ سے قدم تک حضورؐ کے مشابہ تھے، گویا ایک جان دو قالب تھے اور دونوں مل کر گویا آنحضرت کی

تصویر تھے، اور گویا صورتِ جسمیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم دو حصّے ہوکر مادّہ خلقت ہر دو نور دیدۂ نبوت میں جلوہ فرما تھی اور جس طرح صورت میں یہ دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اسی طرح اخلاق وعادات میں بھی بعینہ آپ کے نمونہ تھے۔

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ امام حسنؓ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے، الٰہی میں اس بچّے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے، اور آپؐ کے پہلو میں حضرت حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے، کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف اور فرماتے جاتے تھے یہ میرا بیٹا سیّد ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس فرزند کے وجود باجود سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا، مگر آپؐ نے خلاف عادت راہ میں مجھ سے کوئی بات نہ فرمائی، اور نہ میں آپؐ سے کچھ بول سکا یہاں تک کہ آپؐ بنی قینقاع کے بازار تک پہنچے اور وہاں سے واپسی میں حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا بچّے کہاں ہیں، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہوا خیال کرتا تھا کہ آپ کو جو اس قدر دیر ہوئی شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حسنؓ کی والدہ حسنؓ کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنانے کی تیاری کر رہی ہوں، اتنے میں حضرت حسنؓ باہر سے دوڑے ہوئے آئے اور حضورؐ کے سینے سے چمٹ گئے اور آپؐ نے بھی ان کو چمٹا لیا اور فرمایا الٰہ العالمین میں اس بچّے کو دل وجان سے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنے فضل سے دوست رکھ، اور اس کے دوست رکھنے والے کو بھی دوست رکھ۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس روز سے میں نے یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سُنا ہے اس روز سے امام حسن رضؓ سے زیادہ مجھے اور کوئی پیارا نہیں، اور کوئی وقت مجھ پر ایسا نہیں گذرا کہ میں نے حضرت حسن رضؓ کو دیکھا اور مجھے رونا نہ آیا ہو۔ ان کو دیکھ کر مارے خوشی کے مجھے بے اختیار رونا آجاتا ہے۔

ایک روز حضورؐ امام حسن رضؓ کو کندھے پر بٹھائے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا صاحبزادے تم نے کیا اچھی سواری پائی ہے، حضورؐ نے جواب میں فرمایا کہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ (ترمذی)

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ایامِ خلافت میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے، مسجد کے آگے حضرت امام حسن رضؓ بچّوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضؓ کو فرطِ محبّت سے تاب نہ رہی فوراً امام حسن رضؓ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا:

بابی شبیہٌ بالنبی لیس شبیھاً بعلی

"میرا باپ تم پر قربان ہو کہ تم ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہو، علی رضؓ کے مشابہ نہیں ہو"

یہ سُن کر حضرت علی خوشی سے مسکراتے رہے۔ (بخاری)

سب سے زیادہ محبوب اور مشابہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضؓ تھے آپ کی محبوبیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حسن رضؓ بارہا سجدہ کی حالت میں آئے اور پشتِ مبارک پر سوار ہو گئے، آپؐ سجدہ ہی میں رہتے تاوقتیکہ حسن رضؓ خود نہ اتر جاتے آپ اپنی پشت مبارک سے نہ اتارتے، راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ حضورؐ نے رکوع کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں کو کشادہ کر دیا اور حسن رضؓ آئے اور آپ کے پیروں میں سے نکل کر سامنے آبیٹھے۔ (ابن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضؓ کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے اور

حضرت حسنؓ زبان کی سُرخی کو دیکھ کر بہت ہنستے اور خوش ہوتے۔ (ابن سعد)

حضرت حسنؓ بن علیؓ ایک دن خطبہ فرما رہے تھے کہ قبیلہ اِزد کا ایک شخص کھڑا ہوا اور پکار پکار کر کہا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو گود میں لیے ہوئے فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھ سے محبّت رکھے وہ حسنؓ سے بھی محبّت رکھے، جو لوگ حاضر ہیں وہ سن لیں اور دوسرے غائب لوگوں تک اس کو پہنچادیں، اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت منظور نہ ہوتی اور حدیث کے چھپانے میں عذابِ الٰہی کا خوف نہ ہوتا تو کبھی میں یہ بات بیان نہ کرتا۔ (حاکم)

عبداللہؓ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مغرب یا عشا کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، اور امام حسنؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے، آپ نے امام حسنؓ کو تو ایک جگہ علیٰحدہ بٹھادیا اور نماز میں مشغول ہوگئے، مگر سجدہ میں اتنی دیر کی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی دیر نہیں کی تھی، راوی حدیث کے والد کا بیان ہے کہ مجھ سے نہ رہا گیا سر اُٹھا کر دیکھا تو امام حسنؓ آپ کی پشتِ مبارک پر چڑھے بیٹھے ہیں، میں یہ دیکھ کر دوبارہ سجدہ میں گر پڑا جب نماز پڑھ چکے تو حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے سجدہ کی تاخیر سے ہم کو یہ گمان ہوا کہ یا تو کوئی امر جدید پیش آگیا یا سجدہ میں وحی اتری ہے، آپ نے فرمایا دونوں باتیں نہ تھیں۔ بات یہ تھی کہ یہ بچّہ سجدہ میں میری پشت پر سوار ہوگیا تھا میں نے بطورِ خود جلدی سے اسے اتارنا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ خود بخود اتر جائے تو میں سر اٹھاؤں اس انتظار میں تاخیر ہوئی۔ (نسائی و احمد)

اسامہؓ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اور امام حسنؓ کو گود میں لے کر فرماتے "الٰہی میں ان دونوں بچّوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ (تہذیب)

آپ کی ذہانت وذکاوت

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مسجد نبوی میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بڑی مجلس میں بیٹھا ہوا آنحضرت کی حدیث بیان کر رہا ہے میں نے اس محدّث سے پوچھا کہ قرآن مجید میں " وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْد " آیا ہے اس کا مطلب مجھے سمجھائیے، فرمایا شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے عرفہ کا دن مقصود ہے، پھر میں دوسرے صاحب کے پاس گیا جو مسجد نبوی میں وعظ فرما رہے تھے اور ان سے بھی یہی دریافت کیا، انھوں نے بھی قریب قریب وہی معنی بیان کیے جو پہلے صاحب نے بیان کیے تھے، پھر میں وہاں سے ایک تیسرے شخص کے پاس گیا، جو نہایت حسین وجمیل، نورانی شکل کے خوبرو جوان جو مسجد نبوی میں وعظ فرما رہے تھے گیا، اور اِن ہی دو لفظوں کے معنی دریافت کیے، اس جوان نے جواب دیا، اے سائل، شاہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے، کیا تو نے نہیں سُنا کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پاک رسول سے خطاب فرمایا ہے: " اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا " یعنی اے پیغمبر ہم نے تمھیں مخلوق کے احوال کا شاہد اور مسلمانوں کو جنّت کی خوش خبری دینے والا۔ اور کافروں کو دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور دوسری جگہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: " ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْد " یعنی قیامت کا وہ دن ہے جس کے لیے سب لوگ جمع ہوں گے وہ دن حاضر کیا گیا ہے، پس قرآن مجید کی ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ "شاہد" پیغمبر خدا ہیں، اور "مشہود" قیامت کا دن، یہ سُن کر میں وہاں سے الگ ہو کر ان تینوں کے نام دریافت کیے، حاضرین نے کہا جس سے تم نے پہلے پوچھا وہ عبداللہ بن عباس ہیں اور دوسرے عبداللہ بن عمر، اور تیسرے جوان حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تفسیر واحدی)

آپ کی سخاوت

(۱) ایک مرتبہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں دے دیا، اور کثرتِ سخاوت کی وجہ سے بے حد تنگ دست ہو گئے اور بیت المال میں سے آپ کو سالانہ ایک لاکھ درہم کا وظیفہ مقرر ملتا تھا وہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے اب تک وصول نہ ہوا تھا، آپ کا ارادہ ہوا کہ اس بارے میں حضرت امیر معاویہؓ کو ایک خط لکھ کر اپنے سالانہ وظیفہ کی یاد دہانی کرائیں، آپ فرماتے ہیں کہ ابھی خط لکھنے میں مجھے توقّف ہی تھا کہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا حسن تمہارا کیا حال ہے، عرض کیا حضور اچھا ہوں، اور تنگدستی کا اظہار کیا، یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے دوات اس لیے منگائی تھی کہ اپنی جیسی ایک مخلوق کی طرف عرضداشت لکھ کر اپنے کو یاد دلانا چاہتے تھے، میں نے عرض کیا کیا کروں ایسا ہی ارادہ تھا، فرمایا یہ دعا پڑھا کرو:-

اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَائَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ ط اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ط

الٰہی میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے سوا سے میری امید قطع کر دے، یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے امید ہی نہ رکھوں — الٰہی جس چیز کے حاصل کرنے سے میری قوّت ضعیف ہو، اور میرا عمل

اس کے حصول سے قاصر ہو، اور وہاں تک نہ میری رغبت پہنچ سکے اور نہ میرا سوال پہنچ سکے، اور نہ میری زبان سے ادا ہو سکے یعنی وہ یقین کی دولت جو تو نے اپنی اگلی اور پچھلی مخلوق میں سے کسی کو نصیب فرمائی الٰہ العالمین مجھے وہ نعمتِ یقین خاص طور پر عطا فرما۔

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا پڑھنی شروع کی ابھی ایک ہفتہ بھی پورا نہ گذرنے پایا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے پندرہ لاکھ درہم خود بخود بھیج دیے میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ وَلَا یُخَیِّبُ مَنْ دَعَاہُ ط یعنی "خدا کا شکر ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو کبھی نہیں بھولتا اور اپنے مانگنے والے کو کبھی ناامید نہیں کرتا" اس کے بعد پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا حسنؓ کیسے ہو، عرض کیا اچھا ہوں، امیر معاویہؓ نے بے مانگے پندرہ لاکھ درہم بھیج دیے. فرمایا: یَا بُنَیَّ ھٰکَذَا مَنْ رَجَا الْخَالِقَ وَلَمْ یَرْجُ الْمَخْلُوْقَ ط یعنی "بیٹا، خالق سے مانگنے اور مخلوق سے التجا نہ کرنے کا یہی اثر ہوتا ہے، تم کو چاہیے کہ تمام حاجتوں میں رب العالمین ہی کے محتاج رہو اور مخلوق سے کوئی امید نہ رکھو۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) آپ نے دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں دے دیا اور تین مرتبہ آدھا آدھا مال فی سبیل اللہ فقراء و مساکین پر تصدق کر دیا، یہاں تک کہ ایک جوتا دے دیا اور ایک رکھ لیا، اور ایک موزہ دے دیا اور ایک رکھ لیا، ایک مرتبہ ایک سائل کو پچاس ہزار درہم سے بھی کچھ زائد دیدیے، اور ساتھ ہی معذرت فرمائی کہ مجھے اتنا مقدور کہاں کہ تمہارے مرتبے کے موافق حقِ سوال پورا کر سکوں ہاں جو کچھ میرے پاس تھوڑا سا ہے اگر معذور سمجھ کر قبول کرو تو یہ حاضر ہے، ایک دن آپ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک سائل آیا اور دو ہزار درہم کا سوال کیا آپ نے حسب سوال پورے دو ہزار درہم عنایت فرمائے، جب وہ چلا گیا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ اے صاحبزادۂ رسولؐ آپ نے دو ہزار درہم تو سائل کو عطا فرمائے

لیکن کھانا کھانے کے لیے تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا، آپ نے فرمایا بخدا اگر مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ آنے والے سائل کو روٹی کی صلاح کیا کرتے ہیں تو بدوں کھلائے نہ بھیجتا۔ (رسالہ ائمہ اثنا عشریہ للشیخ الدہلوی)

آپ کا حلم، وقار و دیگر احوال

(۱) ایک مرتبہ مروان نے حضرت امام حسن رضؓ کو سامنے رو برو ہی میں بُرا بھلا کہنا شروع کیا، آپ بالکل خاموش رہے، مگر اتفاق سے اسی مجلس میں مروان نے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی، اس پر آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر تجھے اتنی بھی تمیز نہیں اور تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ داہنا ہاتھ منہ کے واسطے اور بایاں ناپاکی کے واسطے ہے اُف ہے تجھ پر یہ سن کر مروان خاموش ہوگیا، جب مروان مدینہ میں حاکم تھا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا، مگر حضرت امام حسن رضؓ خاموش بیٹھے سُنا کرتے تھے اور کچھ بھی جواب نہ دیتے تھے، یہاں تک کہ اس کم بخت نے ایک شخص امام حسن رضؓ کے پاس بھیجا اس نے آپ کی مجلس میں تین بار حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں اور بہت نازیبا نا ملائم اور ایسی باتیں کہیں جس سے آپ کو عار آئے اور غرض اس کے کہنے کی یہ تھی کہ تم کو اگر بزرگی ہے تو ماں (حضرت فاطمہ رضؓ) کی طرف سے ہے، باپ کی طرف سے کچھ فضیلت نہیں، مگر آپ کی بردباری کا یہ عالم تھا کہ آپ نے یہ سب وشتم سن کر اس شخص سے فرمایا کہ مروان کو میری طرف سے صرف اتنا جواب پہنچا دے کہ میں تیری بدکلامی اور درشت گفتاری کے عوض کبھی تجھے بُرا نہ کہوں گا میں اپنا اور تیرا معاملہ خدائے قادر و منتقم حقیقی کے حوالے کرتا ہوں تو اپنے منہ سے جو چاہے بکا کر۔

(تاریخ الخلفاء)

(۲) ایک شامی مدینہ میں آیا اور بیان کیا کہ ایک نازک اندام جوان عربی گھوڑے

پر سوار چلا جاتا تھا، میں نے اپنی عمر بھر کوئی ایسا خوب صورت سوار نہ دیکھا تھا، اس کی نرالی چال میرے دل کو نہ صرف اپنی طرف مائل ہی کرتی تھی بلکہ اس کے گھوڑے کی ٹاپ میری روح کو پامال کرتی چلی جاتی تھی، جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، کہا حسنؓ بن علیؓ ہیں مجھے ان دونوں کا نام سنتے ہی غصہ آگیا اور حسد کے شعلہ نے میرے بدن میں آگ لگا دی کہ علیؓ کا فرزند ایسا شاندار ہو گیا، میں وہاں سے لپکا اور راہ میں ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ اے سوار تو علیؓ کا بیٹا ہے، حضرت امام حسنؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ سو میں نے حضرت علیؓ کو بہت ہی بُری بُری باتیں سُنائیں، مگر حسنؓ کے تحمل اور بردباری کی کیا تعریف کروں جب تک میں حضرت علیؓ کو بُرا کہتا رہا آپ کوہِ وقار بنے چُپکے کھڑے سُنا کیے حتیٰ کہ میں خود ہی شرمندہ ہوا، جب میں سب کچھ کہہ چکا تو آپ نے ہنس کر کہا شاید تو مسافر ہے اور ملکِ شام سے چلا آرہا ہے، میں نے کہا جی ہاں، فرمایا میرے ساتھ گھر چل کہ تیری مہمانی کروں اور تجھے کچھ مال دیکر تیری حاجت پوری کروں، یہ سُن کر میں بہت شرمندہ ہوا، اور آپ کے مکارمِ اخلاق اور حسنِ عادات سے بے حد متعجب ہوا، اس شرافت مزاجی نے میرے دل کو ایسا بے چین کر دیا کہ ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس وقت سے میں ہر چیز سے زائد آپ کو دوست رکھنے لگا۔ (الفصول المہمہ)

حکایت ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ غسل کر کے قیمتی اور فاخرہ لباس زیب تن فرمائے ہوئے عربی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے، اثنائے راہ میں ایک محتاج و مصیبت زدہ یہودی ملا، جو ایک چمڑا پہنے ہوئے تھا، بیماری نے اُسے از حد لاغر کر رکھا تھا، ذلت و خواری میں گرفتار تھا، آفتاب کی دھوپ سے جھلس گیا تھا، پیٹھ پر پانی کا ایک گھڑا لادے ہوئے تھا، اس نے حضرت امام حسنؓ کو ٹھہرا کر کہا اے ابن رسولِ خدا مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے، میرا

انصاف کیجیے، فرمایا کیا انصاف چاہتا ہے، کہا تمھارے جدّ امجد نے فرمایا ہے: " الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر " یعنی دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔ پس آپ باوجودیکہ مؤمن ہیں دنیا کے ناز و نعمت میں زندگی بسر کرتے ہیں، اور میں اپنے حق میں دنیا کو قید خانہ دیکھتا ہوں۔ " قد اهلكنى ضرها واجهدنى فقرها " فقر و فاقہ کی مشقت سے ہلاک ہو رہا ہوں " تو یہ دنیا آپ کے لیے جنّت اور میرے لیے دوزخ ہے، امام حسنؓ نے جواب دیا کہ اے پیر مرد جو نعمتیں اور ثواب خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت میں مہیّا کیا ہے اگر تو اس ٹھاٹھ کو دیکھے تو بیساختہ بول اٹھے کہ اس کی بہ نسبت یہ حالت بیشک قید خانہ ہے، اور جو عذاب، تکلیف، مصائب، تیرے اور تمام کفار کے لیے تیار ہیں اس کے اعتبار سے تیری یہ حالت جنّتی کی سی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ (الفصول المہمہ)

(۳) عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ایسی شیرینی کسی کے کلام میں نہیں پائی جیسی کہ امام حسنؓ کے کلام میں تھی، جب آپ بات فرماتے تھے تو دل یہی چاہتا تھا کہ تقریر کا سلسلہ اور بڑھے اور ختم نہ ہو، میں نے آپ کی زبان سے کوئی نا ملائم لفظ اور فحش کبھی نہیں سُنا، مگر ایک مرتبہ آپ میں اور عمرو بن عثمان میں کسی زمین کے متعلق کچھ اَن بن ہو گئی آپ نے عمرو بن عثمان کو کچھ فیصلہ کن بات فرمائی مگر عمروؓ نے قبول نہیں کی، اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ وہ اگر اس بات کو نہیں مانتے تو ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کی ناک خاک آلود کی جائے، بس یہی ایک سخت کلمہ آپ کی زبان سے سننے میں آیا ہے۔

جب امام حسنؓ کا انتقال ہو گیا تو مروان آپؓ کے جنازہ پر آ کر رویا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ بندۂ خدا اب تو آپؓ کے وصال کے بعد آنسو بہاتا اور جنازہ پر روتا ہے، اور آپؓ کی زندگی میں تو نے کیا کچھ نہیں کیا اور کہا۔ مروان نے کہا، آپؓ جانتے ہیں میں

اُس شخص کے ساتھ ایسا کرتا تھا جو اپنی فطری بُردباری اور جبلّی رحمدلی کی وجہ سے اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا سے ایسے حال میں ملاقات کروں کہ آپ کے پاک گھر یعنی بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو چنانچہ آپؓ نے پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کیے اور آپؓ کی سواری کے اونٹ آگے آگے کوتل چلا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

آپؓ کی کرامتیں

(۱) ایک شخص نے آپؓ کی قبر مبارک پر پاخانہ کر دیا وہ دیوانہ ہو گیا اور کُتّے کی طرح بھونکتا رہا اور اسی حال میں بری طرح مر گیا، مرنے کے بعد اس کی قبر سے بھونکنے کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ (ابونعیم عن الاعمشؒ)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ ایک رات بہت دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، حضورؐ نے فرمایا اے حسنؓ اپنی ماں کے پاس جاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اندھیری رات ہے میں اس صاحبزادے کو ان کی والدہ کی خدمت میں پہنچا دوں، اتنے میں آسمان سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور حضرت امام حسنؓ اس کے اجالے میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ (الفصول المہمہ)

(۳) حضرت امام حسنؓ ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ کی اولاد کے ساتھ سفر میں تھے، اتفاقاً ایک ایسے نخلستان میں اُترے جو بالکل خشک ہو گیا تھا، حضرت امام حسن نے ایک کھجور کے درخت کے نیچے بستر لگایا، اور حضرت زبیرؓ کی اولاد نے ایک دوسرے درخت کے تلے بستر بچھائے اور بڑے بڑے ابن زبیرؓ نے کہا اگر اس کھجوریں تر خرمے لگے ہوتے تو کیا خوب ہوتا، خوب مزے سے پیٹ بھر کر کھاتے، یہ سُن کر حضرت امام حسنؓ نے فرمایا تمھیں تر کھجوریں کھانے کا شوق ہے، کہا۔ ہاں، آپؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور

آہستہ آہستہ ہونٹوں میں کچھ پڑھا مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہوا کہ آپؓ نے کیا پڑھا لیکن دیکھتے دیکھتے کھجور کا ایک درخت خود بخود سر سبز ہو گیا اور اسی وقت پھول پتے آگئے اور ترو تازہ کھجوریں ٹپکنے لگیں، ان میں ایک بدوی شتربان بیٹھا تھا کہنے لگا واہ واہ یہ تو جادو ہے، حضرت امام حسنؓ نے فرمایا یہ جادو نہیں مقبول دعا کا اثر ہے لوگوں نے درخت پر چڑھ کر جس قدر کھجوریں تھیں توڑ لیں اور سارے قافلے والوں نے خوب سیر ہو کر کھائیں۔ (الفصول المہمہ)

(۴) بعض حج کے موسم میں آپ پا پیادہ مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے جس سے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے، غلام نے عرض کیا حضرت آپؓ اتنی دیر سوار ہو لیں کہ یہ پیروں کا ورم جاتا رہے آپ نے فرمایا نہیں پھر پا پیادہ چل نکلے اور فرمایا جب آگے کی منزل پر تو پہنچے گا تو ایک حبشی تجھے ملے گا اس کے پاس ایک قسم کا تیل ہوگا تو اسے خرید لینا اور میرے پاؤں میں لگا دینا ورم جاتا رہے گا، غلام نے عرض کیا حضرت ہمیں نے تو کسی منزل میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس کچھ دوا ہو، اس منزل میں کوئی کہاں سے آئے گا، آپؓ نے فرمایا نہیں ضرور آئے گا۔ جب منزل پر پہنچے تو ایک حبشی ملا آپؓ نے فرمایا دیکھ یہ حبشی ہے اس کے پاس سے تیل خرید کر مجھے لگا دے میں نے حبشی سے تیل مانگا اس نے کہا کس کے لیے چاہتا ہے کہا حضرت حسنؓ بن علیؓ کے لیے، اس نے کہا تو مجھے اُن کے پاس لے چل جب خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا میں آپؓ کا خادم ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا لیکن میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے دعا کیجیے۔ فرمایا جا تیرے گھر میں تیری آرزو کے موافق خدا نے لڑکا دیا ہے جو ہمارے محبوں میں ہوگا، اس نے گھر جا کر دیکھا تو جیسا حضرت حسن نے فرمایا تھا ویسا ہی پایا۔

(الفصول المہمہ)

آپؓ کے نصائح

① لوگوں نے حضرت امام حسنؓ سے پوچھا کہ بخل کی کیا تعریف ہے، فرمایا حقیقی بخل یہ ہے کہ آدمی راہِ خدا میں خرچ کیے ہوئے مال کو ضائع شدہ اور جمع کرنے کو شرف سمجھے۔

② پوچھا خاموشی کس کو کہتے ہیں، فرمایا کسی کے عیبوں کو چھپانا ہی نہیں بلکہ عزّت بڑھانے کے لیے اس کی خوبیوں کو ظاہر کرنا جس سے اس کے دوست بے خوف اور ہم نشین راحت میں رہے۔

③ جو تجھے خدا نے سکھایا ہے دوسروں کو سکھا۔

④ اپنے علم سے آپ بھی فائدہ اٹھا یہ دونوں باتیں علم کی حفاظت کیلئے ضامن ہیں

⑤ حسد نہ کر کیونکہ میں نے حسد کرنے والے کے علاوہ کسی ظالم کو مظلوم سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔

⑥ سنجیدہ اور عمدہ تقریر آدھا علم ہے۔

⑦ جسے عقل نہیں اسے ادب نہیں، جس میں ہمّت نہیں اس میں مروّت نہیں، جو دین نہیں رکھتا وہ شرم وحیا نہیں رکھتا، عقل کا صرف یہی فائدہ ہے کہ آدمی آدمیوں میں مل کر عمدہ حسنِ معاشرت سے زندگی گزارے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی فوائد دونوں حاصل کرے پس جو شخص عقل سے محروم ہے وہ درحقیقت دونوں جہان کی بھلائیوں سے محروم ہے۔

⑧ تین چیزیں آدمیوں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ تکبّر[1]، حرص[2]، حسد[3]۔ تکبّر تو دین کو برباد کر دیتا ہے، چنانچہ شیطان کے ملعون و مطرود ہونے کا یہی تکبر موجب ہوا، حرص نفس و جان کی دشمن ہے، حسد بُری باتوں اور بُرے عملوں کا رہنما ہے، حسد ہی سے قابیل نے ہابیل کا قتل کر ڈالا۔ (فصول المہمہ)

حضرت علیؓ کا سوال اور حضرت حسنؓ کا جواب

حضرت علیؓ نے امام حسنؓ سے پوچھا اے فرزند سداد کسے کہتے ہیں، جواب دیا، حسن خلق سے ہر برائی کو دور کرنا، دریافت کیا جواں مردی کسے کہتے ہیں، کہا، تنگی اور عسرت کی حالت میں خیرات کرنا، پوچھا ملامت کیا چیز ہے، جواب دیا مال جمع کرنا اور آبرو خرچ کر دینا، پوچھا نامردی کسے کہتے ہیں، عرض کیا دوستوں پر جرأت کرنا اور دشمنوں سے بھاگنا، پوچھا غنا اور مالداری کس کا نام ہے جواب دیا آدمی کا اپنے مقسوم پر راضی رہنا اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ پوچھا ذلت کسے کہتے ہیں، عرض کیا مصیبت کے وقت گھبرانا، جزع و فزع کرنا، پوچھا حلم کسے کہتے ہیں، جواب دیا اپنے نفس پر قادر ہونا، غصہ کو پی جانا، دریافت کیا بے وقوفی کسے کہتے ہیں، کہا شریف آدمیوں سے خواہ مخواہ یا کسی وجاہت کی طلب میں جھگڑا کرنا، دریافت کیا کلفت کسے کہتے ہیں، کہا بے فائدہ کلام اور بے معنی الفاظ بولنا، پوچھا اچھا شرف کیا ہے، جواب دیا تنگی اور احتیاج کی حالت میں لوگوں کو دینا اور ان کے قصور کو معاف کر دینا، پوچھا سیادت کیا ہے، کہا نیک کاموں کی بجا آوری، اور برے کاموں کے چھوڑنے میں کوشش کرنا، پوچھا کمینہ کون ہے، کہا، جو نالائق آدمیوں کا پیرو اور گمراہوں کا ہم نشین ہے، دریافت کیا غفلت کسے کہتے ہیں، جواب دیا فرض نمازوں کے لیے مسجدوں میں نہ جانا اور مفسد کی اطاعت کرنا۔ (ابونعیم فی الحلیہ)

حضرت امام حسنؓ سے لوگوں نے بیان کیا کہ ابوذرؓ یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک فقیری، تونگری سے زیادہ محبوب اور بیماری صحت سے زیادہ مرغوب ہے، آپؓ نے

فرمایا خدا ابو ذر پر رحم کرے گو وہ ایسا فرماتے ہیں مگر میرا یہ خیال نہیں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بالکل خداوند تعالیٰ کے ارادہ اور مرضی پر چھوڑتا ہوں میں کسی ایسی بات کی آرزو و تمنا نہیں کرتا جو اس حالت کے خلاف ہو جس کو خداوند تعالیٰ نے میرے لیے اختیار و پسند فرمایا ہے، خدائے تعالیٰ جس حال میں رکھے وہی ٹھیک ہے رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ (رضا بالقضا، تسلیم، تفویض جو بزرگانِ سلوک و طریقت کے نزدیک مقامِ عالی ہے اس کا صحیح مفہوم یہی ہے جو آپؓ نے بیان فرمایا) ۔ (تاریخ الخلفاء)

چار مفید باتیں

ایک قیمتی نصیحت آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کوئی شخص کسی دوسرے کی ملاقات بجز چار چیز کے جائز نہ رکھے:

(۱) یہ کہ اس سے کوئی دنیاوی فائدہ کی توقع اور امید ہو۔

(۲) اس شخص کی ملاقات جس کے ظلم کا خوف لگا ہوا ہو اور ملاقات کرنے سے اس کے ظلم و جور سے امن میں رہ کر اطمینان اور عزت و راحت کی زندگی بسر ہوتی ہو۔

(۳) وہ لوگ جن کے متبرک وجود اور انفاسِ طیبات سے برکات حاصل ہوں اور جن کی ملاقات باعثِ ثواب اور ان کی زیارت موجبِ عبادت ہو، جیسے علماء باللہ اور فقراء صوفیہ صافیہ کی ملاقات۔

(۴) صلہ رحمی اور حسنِ سلوک رشتہ داری کے لیے ملنا، جیسے ماں باپ وغیرہ نزدیک کے رشتہ داروں سے ملنا۔

پس بدوں ان چار وجوہ کے اور کسی وجہ سے ملاقات کرنا مناسب نہیں۔

مزید نصیحتیں

اکثر فرمایا کرتے تھے اے مردانِ خدا دنیا اور اس کے فریب سے ہشیار رہو اور تمثیلاً یہ بیت پڑھا کرتے تھے ؎

یَا اَهْلَ لَذَّاتِ الدُّنْيَا لَا بَقَاءَ لَكُمْ وَالْاِغْتِرَارُ بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ

"اے دنیا دارو اور دنیا کی فانی لذت پر مٹنے والو تمھیں یہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے تو پھر ہٹ جانے والے سایہ سے دھوکہ کھاجانا بڑی حماقت ہے"۔

اے بھائی بُرے کاموں سے باز رہ تاکہ عابدوں کا درجہ پائے، اپنے مقسوم پر راضی رہ کہ دولت مند ہو جائے، پڑوسیوں کے ساتھ نیکی کر کہ مسلمان ہو وے، جو چیز اپنے حق میں بہتر اور مفید خیال کرتا ہو وہی لوگوں کیلئے چاہ کہ منصب کہلائے اور عبرت کی نظر سے دیکھ کہ تجھ سے پہلے دنیا میں کون کون لوگ تھے انھوں نے کیسی کیسی عالیشان عمارتیں بنائیں اور یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے اور عالم خموشاں میں جا سوئے اسی طرح تو بھی انھیں چھوڑ جائے گا۔ اور دوسرے اس پر قبضہ کر لیں گے۔ نظم:

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ‏ رفت و منزل بدیگرے پرداخت
واں وگر پخت ہم چُناں ہوسے ‏ویں عمارت بسر نبرد کسے

اے نادانو! تم جس وقت سے ماں کے پیٹ سے باہر آئے ہو، تب سے دمبدم باد صرصر کی طرح عمر ختم ہوتی چلی جاتی ہے، ہر دم کو دمِ واپسیں سمجھو اور عمرِ عزیز کو غنیمت جانو اور توشۂ آخرت جمع کرنے میں صرف کرو، سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے مؤمن آخرت کا توشہ جمع کرتا ہے اور کافر اپنی عمر اور دولت سے اسی دنیا میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ (فصول المہمہ)

خلافت

حضرت امام حسنؓ خلفاء راشدین میں آخری خلیفہ ہیں، اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ کی بیعت سے خلیفہ ہوئے اور چھ ماہ کچھ دن اوپر خلیفہ برحق اور امام عادل بن کر رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی پھر سلطنت ہو جائے گی، آپؓ کی خلافت کے چھ مہینوں پر خلافتِ راشدہ کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں لہٰذا آپ کی خلافت منصوص بزبانِ رسالت ہوئی، چھ ماہ خلافت کے بعد آپؓ چالیس ہزار

لشکر جرّار لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلہ کو نکلے امیر معاویہؓ بھی لشکر لے کر مقابل ہوئے، جب ہر دو لشکر مقابل ہوئے حضرت امام حسنؓ نے خیال فرمایا کہ کوئی ایک جماعت غالب نہیں ہوسکتی، جب تک کہ دوسری جماعت کا اکثر حصہ قتل نہ ہوجائے اور مسلمانوں میں آپس میں خونریزی مناسب نہیں، لہذا آپؓ نے حضرت معاویہؓ کے نام ایک تحریر لکھی اور صلح کی خواہش کی اور امتِ مرحومہ کو جدال وقتال وخونریزی سے بچاتے ہوئے مصلحتِ عامہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے چند شرائط کے ساتھ خلافت سے کنارہ کش اور علیحدہ ہوگئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنے دستخط کر کے حضرت امام حسنؓ کے پاس بھیج دیا کہ جو شرائط آپ چاہیں اس پر لکھیں مجھے منظور ہے۔ آپؓ نے یہ شرطیں لکھیں کہ اہل عراق کو امن عامہ دے دیا جاوے گذشتہ لڑائیوں کے انتقام میں کوئی گرفت نہ ہو، خلافت آپ کے بعد مجھے پہنچے گی، حضرت علیؓ کے زمانہ سے دستور چلا آتا ہے کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ حجاز، اور عراق سے کچھ لیا نہیں جاتا یہ دستور جاری رہے گا اور آپؓ کا سب قرضہ حضرت معاویہؓ ادا کریں، اہواز کا خراج مجھے ملتا رہے، میرے بھائی امام حسینؓ کو بیس لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے، عطیہ اور صلہ میں بنی ہاشم دوسروں سے مقدم رکھے جائیں، امیر معاویہؓ نے ان شرطوں کو منظور کرلیا اور اسی پر صلح ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کہ "یہ میرا بیٹا سیّد ہے امید ہے کہ خدا اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا،" آپؓ کے ہاتھ پر پوری ہوگئی، ربیع الاول ۴۱ھ میں یہ عہد نامہ مکمل ہوا اور آپؓ مسندِ خلافت حضرت امیر معاویہؓ کے حوالہ فرما کر کوفہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لائے اور تا زیست وہیں اقامت فرمائی۔

حضرت امام حسینؓ نے حضرت امام حسنؓ سے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بھائی جان آپ نے حضرت علیؓ کے مقصد کو فوت کر کے معاویہؓ کے منصوبہ کو پورا کردیا۔ فرمایا تم

خاموش رہو میں تم سے مصلحتِ عامہ اور مفادِ امت کو زیادہ جانتا ہوں، آپؓ کے بعض مخلص احباب آپؓ کو یا عار المومنین کہہ کر پکارتے آپؓ فرماتے عار (شرم) نار (دوزخ) سے بہتر ہے، ایک شخص نے آکر کہا "السلام علیکم یا مذل المومنین،" آپؓ نے فرمایا میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں لیکن مجھے یہ امر مناسب نہیں معلوم ہوا کہ میں ملک کے واسطے تمھیں لڑاؤں اور قتل کراؤں، اس کے بعد امام حسنؓ و امام حسینؓ وغیرہ سب لوگوں نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تفرقہ کے بعد پھر ساری امت آپؓ کی برکت سے ایک علم کے نیچے آگئی، اس لیے اس سال کو عام الجماعت کہتے ہیں، یعنی اجماعِ امت کا سال۔ (تاریخ الخلفاء)

آپؓ کی شہادت

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ میری دونوں آنکھوں کے درمیان قل ہو اللہ احد لکھی ہوئی ہے، آپ نے جب یہ خواب بیان کیا تو آپؓ کے اہل و عیال خوش ہوئے مگر جب اس خواب کی اطلاع حضرت سعیدؓ ابن مسیب کو ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ اگر آپؓ کا یہ خواب سچا ہے تو آپؓ کی زندگی کے دن اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپؓ اس کے بعد بہت کم زندہ رہے اور پیغامِ اجل آپہنچا۔

علامہ طبرسیؒ نے کتاب "اعلام الوری" میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور قریب دس برس کے عافیت کی زندگی گذارتے رہے تھے کہ یزید نے اسماء بنت قیس کندی کو جو جعدہ کی ہمشیرہ تھی جعدہ زوجہ امام حسنؓ کے پاس خفیہ پیغام لے کر بھیجا اور کہلایا کہ تو امام حسنؓ کو زہر پلا کر ان کا کام تمام کر دے تو میں تیرے ساتھ نکاح کر لوں گا اور ایک لاکھ درہم مہر دوں گا اور تیرے

لیے بہت بہت مال واسباب میرے پاس موجود ہے، چنانچہ یزید کے بہکانے سے آپؓ کی بیوی نے آپؓ کو زہر ہلاہل پلادیا جس سے آپؓ چالیس روز بیمار رہے اور سخت تکلیف کے ساتھ ان ایام کو کاٹا۔ آپ نے آخری وقت میں فرمایا کہ مجھے کئی بار زہر دیا گیا مگر موثر نہ ہوا، اس مرتبہ اس زہر کے اثر سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے، اور جگر و آنتیں کٹ کٹ کر دستوں کے ذریعہ سے خارج ہو رہے ہیں اس وقت مجھے اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی ہے، آپ کی پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا بھائی صاحب آپؓ کیوں گھبراتے ہیں آپؓ تو اپنے جدّ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور والد ماجد حضرت علیؓ اور جدّہٗ طاہرہ حضرت خدیجہؓ اور والدہ ماجدہٗ حضرت فاطمہؓ اور اپنے ماموں حضرت قاسمؓ و طاہرؓ اور عمّ مکرم حمزہؓ و جعفرؓ کے پاس جارہے ہیں پھر ہراس اور گھبراہٹ کیسی، فرمایا بھائی میں ایسی جگہ جارہا ہوں جہاں پہلے کبھی نہیں گیا اور میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جسے اس کے پیشتر کبھی نہیں دیکھا۔

آخری وصیّت

حضرت امام حسنؓ نے اپنی وفات کے وقت حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ اے بھائی تمہارے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کو مسکن بنایا تو اس وقت تمہارے والد کو امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں ہی خلیفہ بنایا جاؤں گا، مگر خلافت کی باگ حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض کی گئی، حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد بھی انھیں خلافت کی توقع تھی مگر حضرت عمرؓ کو خلافت پہنچی، اور حضرت عمرؓ کی وفات کا زمانہ جب قریب ہوا تو آپؓ نے امرِ خلافت کو چھ آدمیوں کے مشورہ پر چھوڑا، اُس وقت حضرت علیؓ کو کامل یقین تھا کہ خلافت بجز میرے کسی اور کو نہ پہنچے گی، مگر اہلِ شوریٰ کے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ پر خلافت مستقر ہوئی، حضرت عثمانؓ کے بعد لوگوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی بعدہٗ مسلمانوں میں اختلاف اور جھگڑے شروع ہوگئے اور خلافت کے لیے تلواریں دونوں طرف سے

میان سے باہر سے نکل آئیں، اب میں خوب جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اہلِ بیت میں مرتبۂ نبوّت اور خلافت کو جمع نہیں کرے گا، اور میں یہ بھی معلوم کر رہا ہوں کہ میرے بعد کوفہ کے بے عقل اور بے وقوف لوگ تمھیں خلافت کے لیے اُبھاریں گے اور مدینہ سے نکلنے کے درپے ہوں گے اور بظاہر خلافت کا تمغہ تمھیں پہنانے کا ارادہ کریں گے مگر تم اُسے کبھی اختیار نہ کرنا، اور میری آخری وصیت یہ ہے کہ میں حضرت عائشہ سے اجازت لے چکا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد مجھے آپ کے حجرہ میں روضہ اقدس میں دفن کیجیے گا، انھوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، مگر میں نہیں جانتا کہ حضرت عائشہ نے شرماشرمی کی رو سے یہ اقرار وعہد کیا ہے، لہذا میرے انتقال کے بعد پھر ان سے اجازت چاہنا اگر وہ بطیبِ خاطر اجازت دیں تو مجھے روضۂ اطہر میں دفن کرنا۔ مگر میرا خیال ہے جب تم اجازت لوگے تو بنی امیّہ کے لوگ تمھیں اس کام میں مانع ہوں گے۔ اگر وہ مانع ہوں تو تم اصرار نہ کرنا اور جھگڑا نہ بڑھانا، چنانچہ حضرت امام حسین رضؓ نے آپ رضؓ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ سے اجازت لی اور آپ رضؓ نے بطیبِ خاطر اجازت دیدی، مگر مروان مانع آیا اور روضۂ اطہر میں دفن نہ ہونے دیا، اس پر حضرت حسین رضؓ اور آپ کے ساتھیوں نے مقابلہ کے واسطے تلواریں کھینچ لیں، مگر حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے منع کیا اور آپ کی وصیت یاد دلائی اور حضرت امام حسن رضؓ کو اپنی دادی فاطمہ بنت اسد اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضؓ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

قاتل کی معافی

آپ رضؓ کی شہادت ۵ ربیع الاول ۵۰ھ میں اسی زہر کی وجہ سے واقع ہوئی، وفات کے وقت آپ رضؓ کی عمر ۴۷ سینتالیس برس کی تھی، آپ رضؓ کے انتقال کے

وقت حضرت امام حسین رضؓ نے ہر چند چاہا کہ آپؓ یہ تبلا دیں کہ آپؓ کو زہر کس نے دیا ہے، مگر آپؓ نے فرمایا کہ اگر قاتل وہی ہے جس پر میرا شبہ ہے تو اللہ اس سے انتقام لینے والا ہے، اور اگر وہ نہیں ہے تو خواہ مخواہ میں کسی کو کیوں قتل کراؤں، آپؓ کی شہادت کے بعد آپؓ کی بیوی جعدہ نے یزید بن معاویہؓ کو ایفائے وعدہ کے لیے کہا جس پر یزید نے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ جب تجھے حضرت امام حسنؓ کے ہی نکاح میں نہ دیکھ سکا تو تجھے اپنے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں، تو نے امام حسنؓ جیسے محسن اور شریف آدمی کو زہر دے دیا تو مجھے تجھ پر کسی طرح اطمینان نہیں ہو سکتا، دور ہو آئندہ اس معاملہ میں مجھ سے کبھی کلام نہ کر۔ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوئی، آپؓ کے جنازہ پر آدمیوں کا اس قدر ہجوم اور کثرت تھی کہ سوئی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی، نائب السلطنت سعید بن العاص نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور امانتِ الٰہی کو سپردِ خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وسلم کما تحب وترضی لہ۔

نادرہ حضرت امام حسنؓ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر، علامہ ابن القیم نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ مرتضیٰ کے سامنے لایا گیا، گرفتاری ایک ویران اور غیر آباد مقام سے ہوئی تھی، گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا، اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی، اس شخص نے حضرت علیؓ مرتضیٰ کے سامنے اقبال کر لیا، حضرت علیؓ نے قصاص کا حکم دیدیا، اتنے میں ایک اور شخص دوڑا ہوا آیا اور خلیفۃ الاسلام حضرت علیؓ کے سامنے اس واردات قتل میں اپنے جرم کا اقبال کیا، حضرت علیؓ مرتضیٰ نے ملزم اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال کیا تھا، اُس نے کہا جن حالات میں میری گرفتاری ہوئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ مفید نہ ہوگا،

دریافت فرمایا کہ اصل واقعہ کیا ہے، اُس نے کہا میں قصاب ہوں اور جائے وقوع کے قریب ہی گائے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا تقاضا ہوا میں موقعۂ واردات کے قریب ہی پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر لاش پر پڑی میں اُسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کرلیا، سب لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص اس کا قاتل ہے مجھے بھی یقین ہوگیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میری واقعی برارت کا ثبوت لغو اور میرا بیان بے اعتبار سمجھا جائے گا، اس لیے میں نے اقبال کرلینا ہی بہتر سمجھا۔

پھر دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا، اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں مفلس ہوں، مقتول کو میں نے مال کی طمع میں قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی میں ایک گوشہ میں چھُپ گیا، اتنے میں پولیس آگئی اُس نے پہلے ملزم کو گرفتار کرلیا، اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سُنا دیا گیا، اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ ناکردہ گناہ مارا جارہا ہے، تو میرا ضمیر مجھے لعنت کرنے لگا، لہٰذا میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کرلوں، یہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمھاری کیا رائے ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے جواب دیا، امیر المؤمنین اگر اس نے ایک شخص کو ہلاک کیا ہے تو ایک کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا حضرت علیؓ نے مشورہ قبول فرمایا اور دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا، اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلا دیا۔ (الطرق الحکمیہ لابن قیم)

اولادِ امام حسن ادام اللہ علیہ رحمتہٗ ورضاہٗ

امام ہمام کے بارہ ۱۲ فرزند تھے:۔
زید، حسن مثنیٰ، حسین، طلحہ، اسمٰعیل، عبداللہ، حمزہ، یعقوب، عبدالرحمٰن

عبداللہ ابوبکر، قاسم، عمر۔

پانچ صاحبزادیاں تھیں:۔

فاطمہ کبریٰ، ام سلمہ، ام عبداللہ، ام الحسین رملہ، ام الحسن فاطمہ صغریٰ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل آپؓ کے چار فرزندوں یعنی زید، حسن مثنیٰ حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی، مگر حسین اور عمر کا سلسلہ جلد ختم ہوگیا اور اس وقت روئے زمین پر حضرت امام حسن کی جس قدر ذرّیاتِ طیّبات موجود ہیں وہ صرف زید اور حسن مثنیٰ سے ہیں۔

اولاد امام ہمام حسنؓ میں سے عمر قاسم عبداللہ میدانِ کربلا میں اپنے عمِّ بزرگوار سیدنا امام حسینؓ کی معیت میں شہید ہوگئے تھے، حضرت زید اور ام الحسن اور ام الحسین ان کی والدہ معظمہ ام بشر بنت ابو مسعود عقبہ بن ثعلبۃ الخزرجی الانصاری ہیں اور حسن مثنیٰ کی والدہ مکرمہ خولہ بنت منصور الفزاریہ ہیں۔

اور حسین، طلحہ، فاطمہ صغریٰ کی والدہ ماجدہ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبیداللہ التیمی ہیں، عمر، قاسم، عبداللہ ایک ام ولد سے تھے، ان کے سوا اور بقیہ اولاد مختلف بطنوں سے پیدا ہوئی تھیں، سلمیٰ بنت امرء القیس الکلبی بھی آپ کی ازواج میں تھیں۔

زید بن حسن (المتوفی ۱۲۰ھ)

ایک مردِ مسن جلیل القدر کریم الطبع کثیر الاحسان بزرگ تھے، بڑے بڑے علماء و فضلاء ان کی زیارت و ملاقات کو باعثِ فخر اور موجب عزت جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا جلیل القدر خلیفہ ہمیشہ نیازمندانہ ملتا تھا، اور آپ کی نہایت درجہ تعظیم و تکریم کرتا تھا، آپ نے اپنے والد ماجد اور دیگر بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کی اور آپ سے ہزارہا تابعین نے روایات احادیث کی ہیں، آپ نے نوّے (۹۰) سال

کے سن میں انتقال فرمایا، آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے ابو محمد حسن بن زید نامی تھے، یہ بھی موافق الولد سر لابیہ کے اپنے والد بزرگوار کی طرح عالم فاضل اور بابرکت آدمی تھے اکثر شعراء آپ کے مدح خواں تھے، تابعین کے ایک جم غفیر سے بہت سی حدیثیں روایت کیں اور کثیر خلق خدا نے آپ سے استفادۂ علوم کیا ۱۶۸ھ میں اس فانی دنیا سے پچاسی ۸۵ سال کی عمر میں رحلت فرما کر عالم جاودانی کو معمور فرمایا۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے، سب سے بڑے زید بن حسن بن زید تھے، اور ایک دختر نفیسہ نامی یہ دونوں باقی رہے، حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات یعنی تقسیم خمس الخمس کے مہتمم تھے، ان کا لقب ابلج تھا، جب سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عامل مدینہ کو لکھا کہ یہ پروانہ پہنچتے ہی زید بن حسن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کی تولیت سے معزول کر کے فلاں شخص کو متولی بنا دو، چنانچہ حسب الحکم خلیفہ یہ معزول کیے گئے، مگر جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عامل مدینہ کو لکھا کہ، امابعد زید بن حسن شریف بنی ہاشم اور صاحب سہم ہیں، اس فرمان کے پہنچتے ہی بدستور سابق صدقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم کرو، اور جو کچھ استعانت تم سے چاہیں ان کی مدد کرو، ان کی ہمشیرہ نفیسہ بڑی عالمہ فاضلہ اور فقیہہ تھیں، امام شافعیؒ جیسے متبحر اور زبردست عالم ان کے شاگرد تھے اور اکثر اوقات ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے، ان کی قبر مصر میں مشہور اور زیارت گاہِ خلائق ہے "یزار ویتبرک بہ"، خواجہ حضرت سید محمد گیسو دراز، خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ بھی حضرت زید بن حسنؒ کی اولاد سے ہیں، ان کا مزار بمقام گلبرکہ (علاقہ سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ) ہے، حضرت امام حسنؓ کے دوسرے صاحبزادے حسن مثنیٰؓ ہیں۔

حسن مثنیٰ ابن الحسنؓ متعنا اللہ بحبہ

یہ بھی بڑے عالم، فاضل، زاہد، جلیل القدر، عظیم المنقبت بزرگ تھے، حضرت سیدنا امام حسینؓ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں، منقول ہے کہ حسن مثنیٰ نے اپنے عمِ بزرگوار کو پیغام بھیجا، حضرت امام حسینؓ نے فرمایا پیارے بھتیجے میری دو لڑکیاں ہیں اِن دونوں میں سے جسے تم پسند کرو میں نکاح کردوں، حضرت حسن نے بوجہ حیا گردن جھکالی اور کچھ جواب نہ دیا، حضرت امام حسینؓ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی فاطمہ کو جو سیرت وصورت وجمال میں پورے طور سے حضرت فاطمہ زہراؓ کے مشابہ تھیں، حسن مثنیٰ کے نکاح میں دیدیا، حسن اپنے بزرگ چچا کے ساتھ معرکہ کربلا میں حاضر تھے اور زخموں سے چور ہوگئے تھے، اختتامِ جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا، اہلِ بیت کے زندانیوں میں یہ بھی شریک تھے، مگر اسماء بنت الحکم فرازی نے انھیں قیدیوں میں سے نکال لیا اور کہا بخدا یہ ابن خولہ کے پاس کبھی نہیں جائے گا، ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کرلی اور یہ اچھے ہوگئے، حسن مثنیٰ نے بہت سی احادیث اپنے والد ماجد اور بعض صحابہ سے روایت کیں اور بہت سے تابعین نے ان سے استفادۂ علوم کیا، ۹۷ھ ہجری میں وفات پائی، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں میں نقل کیا ہے کہ حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد ان کی بیوی فاطمہ بنتِ حسینؓ ایک برس تک ان کی قبر پر خیمہ گاڑکر معتکف رہیں، جب سال پورا ہوا اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات کو اندھیرا ہوجائے تو اس خیمے کو اکھاڑ لو جب شب کی تاریکی میں خیمہ اکھاڑا تو غیب سے آواز آئی کوئی کہتا ہے "ھل وجدوا ما فعلوا" جسے کھویا تھا اسے پالیا، دوسرے نے جواب دیا "بل یئسوا فانقلبوا" نہیں بلکہ مایوس ہوکر واپس چلے، حسن مثنیٰ کے پانچ فرزند تھے، حسن مثلث، عبداللہ محض اور ابراہیم یہ تینوں فاطمہ

بنت الحسینؓ کے بطن سے تھے، یہ تینوں وہ پہلے بزرگ زادے ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں، یہ شرف دوسروں میں نہیں پایا جاتا، ایک رومیہ ام دار سے داؤد، جعفر دو فرزند اور بھی تھے، آپ کے بڑے صاحبزادے عبداللہ محض کو لوگ شیخ العترۃ کہا کرتے تھے، اور شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے، ثقہ، بزرگ، اور کریم النفس ہونے کی وجہ سے نہایت بابرکت اور مقدس سمجھے جاتے تھے ہزار ہا حدیثیں اپنے والد ماجد اور تابعین سے نقل کیں، اور بہت سے لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے، ۱۴۵ھ میں پچھتر ۷۵ سال کی عمر میں خلیفہ منصور عباسی کی قید میں انتقال فرمایا۔

عبداللہ محض کے چھ صاحبزادے تھے۔ محمد ذی النفس الزکیہ، ابراہیم، یحییٰ، موسیٰ الجون، سلیمان، ادریس۔

امام محمد ذی النفس الزکیہ بڑے نیک، شجاع، جواد اور جامع فضائل آدمی تھے۔ ۱۴۵ھ میں منصور کے عہد میں دعویٰ خلافت کیا تھا، امام مالکؒ نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا، چنانچہ مدینہ منورہ پر قابض ہوگئے اور حجاز پر اپنا تصرف جمالیا، منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کو امام محمد کے مقابلے کے لیے روانہ کیا مدینہ کے اطراف میں سخت جنگ ہوئی آخرالامر چوتھی رمضان ۱۴۵ھ میں ترپن ۵۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، امام محمد نے بہت سی حدیثیں اپنے ہمعصر تابعین سے روایت کیں اور ایک بڑی جماعت اور کثیر خلائق کو روایتیں پہنچائیں، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں ان کی مرویات موجود ہیں۔

امام ابراہیم بھی بڑے جوانمرد، بہادر اور کریم تھے، سنہ مذکور میں بصرہ میں منصور پر خروج کیا، امام ابوحنیفہؒ نے امام محمد شہید اور امام ابراہیم ہر دو نامور اماموں کی رفاقت میں لوگوں کو ابھارا، چار ہزار درہم بطور امداد بھیجے اور ان کی دعوت

اطاعت پر فتویٰ دیا، ان کے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ ان کی مدد پر جمع ہوگیا، چنانچہ بصرہ کا محاصرہ کیا، لیکن جب ان کے بزرگ برادر امام محمد کی شہادت کی خبر پہنچی تو ان کے ساتھی ان کو یکہ و تنہا چھوڑ کر سب بھاگ نکلے، اس طرف منصور نے ابراہیم کے مقابلہ کے لیے ایک جرار لشکر روانہ کیا، ان بے رحموں نے اس شریف نبی زادہ کو شہید کر دیا، اڑتالیس ۴۸ سال کی عمر تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

امام یحییٰ نے ۱۷۶ھ میں ہارون رشید کے عہد میں شہر دُیلم میں خروج کیا، ہارون نے فضیل بن یحییٰ برمکی کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا، فضیل امام یحییٰ کو امن دے کر اپنے ہمراہ بغداد لے گیا، اور وہیں بغداد میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت موسیٰ الجون بھی نہایت عابد، زاہد اور مقدس بزرگ تھے، آپ کی نسل دنیا میں بہت پھیلی، حضرت شیخ الجلیل غوث الثقلین قطب الاقطاب امام الاولیا سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل عالی سے ہیں، آپ سادات حسینی سے مشہور و معروف مستغنی عن الاوصاف بزرگ ہیں۔

حضرت علامہ حکیم سید محمد اسمٰعیل احسن صاحب علیشؔ امروہی مقیم رنگون حضرت غوث پاکؒ کی اولاد امجاد سے ہیں۔

حضرت حسن مثنیٰ کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم الغمر ہیں، کثرتِ جود و سخا کی وجہ سے غمر لقب پڑ گیا تھا، ابو اسمٰعیل کنیت تھی، ۱۴۵ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت مثنیٰ کے تیسرے صاحبزادے حسن مثلث ہیں ابو علی کنیت سے مشہور تھے، نہایت عابد، زاہد اور پارسا بزرگ تھے، علماء کی ایک بڑی جماعت سے آپ نے روایات حدیث کی ہیں اور دیگر محدثین نے آپ سے بہت سے مرویات نقل کیے ہیں. ابن ماجہ میں آپ کی اکثر روایات موجود ہیں، یہ بزرگ ۶۸ سال کی عمر میں ۱۴۵ھ میں واصل

ہوئے اسی سال میں اہلبیت کرام کی کثیر جماعت اور بزرگانِ دین جوارِ رحمت حق میں جا ملے، حسن مثلث کی اولاد کا سلسلہ بہت پھیلا۔

حضرت امام حسن رضؓ کے تیسرے صاحبزادے عمر تھے جو حضرت سیدنا امام حسین رضؓ کی معیت میں میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، ان کے ایک نامور صاحبزادے محمد بزرگانِ دین وثقات کاملین میں سے ایک کامل بزرگ تھے، آپ نے حضرت جابر رضؓ سے بہت سی حدیثیں سنیں، اور آپ سے محدثین کی بڑی جماعت مثل امام بخاری رحؒ، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ محدثین نے بکثرت احادیث روایات کی ہیں، حضرت امام حسن رضؓ کی باقی اولاد کے تفصیلی حالات کتب تواریخ سے نہیں معلوم ہوئے، حضرت عبدالرحمٰن سیدنا امام حسین رضؓ کی معیت میں حج کو تشریف لے گئے تھے، جن کا انتقال احرام ہی کی حالت میں موضع ابواء میں ہو گیا تھا، یہ وہی مقام ہے جہاں سیدہ آمنہ والدہ ماجدہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔

نویں فصل

سیدنا امام حسینؓ سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ حضرت امام حسنؓ کے برادرِ خورد ہیں، ۵ رشعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ اپنے برادر معظم امام حسنؓ کے ایک سال دس دن بعد پیدا ہوئے، جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امام حسینؓ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اُن کے مُنہ میں اپنا مبارک لعابِ دہن ڈالا اور دُعا دی، ساتویں دن حسینؓ نام رکھا، ختنہ کیا، ایک بکری کا عقیقہ کیا۔ اور سیدہ زہراؓ سے فرمایا کہ سر منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی خیرات کردو۔

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، آپ بہت سے القاب سے ملقب تھے، جن میں سید و سبط زیادہ مشہور ہیں، "سید اشباب اھل الجنة"، "حسین سبط من الاسباط" ارشاد نبوی ہے۔ (ترمذی)

سیدنا حسنؓ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصف اعلیٰ بدن سے مشابہت تام رکھتے تھے اسی طرح سیدنا حسینؓ نصف اسفل سے پوری مماثلت رکھتے تھے۔ (ترمذی)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ کہیں دعوت

میں جا رہے تھے، راستہ میں امام حسینؓ بچوں میں کھیل رہے تھے، حضورؐ ان کو پکڑ کر پیار کرنا چاہتے تھے، مگر یہ بچپنے کی وجہ سے اِدھر سے اُدھر کبھی داہنے کبھی بائیں بھاگ رہے تھے اور ان کو گھیر کر پکڑنا چاہتے تھے آخر آپؐ نے ان کو پکڑ لیا اور ان کے گلے پر چند بوسے دیئے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں جو حسینؓ کو محبوب رکھتا ہے اسے خدائے تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ (ابن ماجہ)

امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دن منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے، میں بچہ تھا، میں بھی منبر پر چڑھ گیا اور حضرت عمرؓ سے کہنے لگا کہ میرے باپ کے منبر پر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ، انھوں نے فرمایا اے جگر گوشۂ رسولؐ اے راحتِ جانِ بتول میں کہاں جاؤں میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں، یہ کہہ کر مجھے اپنے پاس بٹھا لیا میں منبر پر بیٹھا کھیلتا رہا، جب حضرت خطبہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو مجھے گود میں لے کر اپنے گھر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ تمھیں کس نے سکھایا تھا، میں نے کہا بخدا مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔ (تہذیب التہذیب)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا کہ حسینؓ ابھی بچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا اس وقت حسینؓ کے قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت قدم پر تھے، پھر آپؐ نے فرمایا چڑھو، چڑھو، حسینؓ اوپر کو بڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ اُن کے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر تھے، اور مُنہ کے برابر مُنہ تھا، پھر فرمایا مُنہ کھولو، انھوں نے مُنہ کھولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا مُنہ چوم لیا، اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

کتبِ احادیث میں امام حسینؓ کی روایت سے آٹھ حدیثیں مروی ہیں:
امام زہریؒ نے (باسناد عن علیؓ بن الحسینؓ عن ابیہ) امام حسینؓ سے یہ حدیثِ

نبویؐ روایت کی ہے :- مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یُعْنِیْہِ، انسان کی خوبی یہ ہے کہ فضول اور بیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ سُنا اور کچھ عرصہ تک میں نے اس کا ذکر حسینؓ سے نہیں کیا، پھر میں نے جب ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے بیشتر دریافت کر چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضورؐ کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر لیے تھے۔

ابو داؤد میں ایک حدیث مرفوع امام حسینؓ سے مروی ہے:-

اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ یعنی سائل کا حق قائم ہے خواہ وہ گھوڑے ہی پر آئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ آپ کو کون پیارا ہے، فرمایا حسنؓ و حسینؓ، حضورؐ فاطمہ زہراؓ سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ جب دونوں صاحبزادے حاضر ہوتے تو آپؐ دونوں کو سونگھتے (کہ دونوں صاحبزادے آپ کے دنیاوی پھول تھے) اور گلے لگاتے۔ (ترمذی)

حضورؐ نے فرمایا ہے ھٰذَانِ اِبْنَایَ وَاَبْنَا اِبْنَتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا یعنی الٰہی یہ ہر دو صاحبزادے میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اور جو ان دونوں کو دوست رکھتا ہو تو اُسے بھی الٰہی دوست رکھ۔

(ترمذی)

پیش گوئی درباب شہادت امام حسین

ام فضل زوجہ حضرت عباسؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جنابِ نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میں نے آج رات ایک نہایت پریشان خواب دیکھا، فرمایا کیا خواب ہے میں نے کہا اس کا کہنا اور سننا سخت ناگوار ہیں۔ فرمایا آخر کہو تو وہ کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ کے مبارک جسم کا ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا ہے، حضورؐ نے فرمایا خدا مبارک کرے تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، انشاءاللہ فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا، اسے تمہاری گود میں دیں گے، اس کے بعد امام حسینؓ پیدا ہوئے اور مطابق فرمودۂ رسولؐ وہ میری گود میں دیئے گئے، چند روز کے بعد حسینؓ کو گود میں لیے ہوئے میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حسینؓ کو میں نے آپؐ کی گود میں دیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ حضورؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یہ بے محل رونا کیسا، آپؐ نے فرمایا مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی کہ میری وفات کے بعد میری امت میرے اس فرزند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے گی، میں نے تعجب سے عرض کیا، یارسول اللہ کیا آپؐ کی امت اس صاحبزادے کو قتل کرے گی، فرمایا ہاں اور اس زمین کی سُرخ مٹی مجھے دکھائی گئی۔ (طبرانی و بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسینؓ زمین "طف" (کربلا) میں مقتول ہوگا، اس زمین کی مٹی میرے پاس فرشتے لائے اور کہا اسی زمین میں اس کا مدفن اور خواب گاہ ہوگا۔ (ما ثبت بالسنہ)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کربلا کی مٹی دی اور فرمایا، لو، یہ حسینؓ کے مقتل کی مٹی ہے اسے حفاظت سے رکھو، اس کا خون ہونا حسینؓ کے

قتل ہونے کی علامت ہے میں نے اس مٹی کو ایک شیشہ میں بند کر کے حفاظت سے رکھا اور ہمیشہ اس بات کا اندیشہ لگا رہا کہ جس دن یہ مٹی خون ہو گی اُس دن کا حادثہ بڑا عظیم اور ہولناک ہو گا۔ (مسند امام احمد)

حضرت سیدنا امام حسینؓ نہایت موزوں طبع اور عالی فکر تھے شعر و شاعری کا بھی مذاق رکھتے تھے، مندرجہ ذیل اشعار اپنی صاحبزادی سُکَیْنَہ خاتون اور زوجہ محترمہ رُباب بنت امری القیس الکلبی والدہ سُکَیْنَہ کے لیے موزوں فرمائے تھے جو صاحب الاغانی نے نقل کیے ہیں :۔

① لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا — تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

تیری جان کی قسم میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھیری ہوئی ہیں

② اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِیْ — وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِیْ عِتَابُ

مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور میں اُن پر دولتِ کثیر خرچ کرتا ہوں اور کسی عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا

③ فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوْا مُضِيْعًا — حَيَاتِیْ اَوْ يُغَيِّبَنِیْ التُّرَابُ

گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں اُنکی غور و پرداخت سے بے خبر نہ رہونگا جبتک کہ زندہ ہوں اور جبتک کہ مٹی مجھے چھپا دیگی

④ كَاَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَيْلٍ — اِذَا زَارَتْ سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

جب سکینہ اور رُباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوں، تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے گویا رات کیساتھ دوسری رات مل گئی ہے

بی بی رباب جن کی محبت میں یہ اشعار انشاء فرمائے گئے تھے وہ بھی مہر و وفا کی پوری تھیں حضرت امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس نکاح کے پیغام بھیجے، مگر انھوں نے حضرت امام شہید کے بعد شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب الاغانی نے سند متصل کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو حضرت امام کی شہادت کے بعد کہے گئے تھے نقل کیے ہیں :۔

① اِنَّ الَّذِیْ کَانَ نُوْرًا یُسْتَضَاءُ بِہٖ ‏ بِکَرْبَلَاءَ قَتِیْلٌ غَیْرُ مَدْفُوْنِ

وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے، اسے کسی نے دفن بھی نہیں کیا

② سِبْطُ النَّبِیِّ جَزَاکَ اللّٰہُ صَالِحَۃً ‏ عَنَّا وَجُنِّبْتَ خُسْرَانَ الْمَوَازِیْنِ

اے سبط نبیؐ خدا تجھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے آپ میزانِ عمل کے خسران سے بچالیے گئے

③ قَدْ کُنْتَ لِیْ جَبَلًا صَعْبًا اَلُوْذُ بِہٖ ‏ وَکُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرَّحْمِ وَالدِّیْنِ

آپ میرے لیے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی میں پناہ لیا کرتی تھی، آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحیمانہ و دیندارانہ تھا

④ مَنْ لِّلْیَتَامٰی وَمَنْ لِّلسَّائِلِیْنَ وَمَنْ ‏ یُغْنِیْ وَیَاوِیْ اِلَیْہِ کُلُّ مِسْکِیْنِ

اب یتیموں اور فقیروں کا کون ہے، اب کون رہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے

⑤ وَاللّٰہِ لَا اَبْتَغِیْ صِھْرًا بِصِھْرِکُمْ ‏ حَتّٰی اُغَیَّبَ بَیْنَ الرَّمْلِ وَالطِّیْنِ

خدا کی قسم آپ کے بعد میں کسی سے رشتہ کرنا نہیں چاہتی، حتیٰ کہ ریت اور مٹی کے تودوں میں جا چھپوں

واقعہ ہائلہ شہادت

(منقول از صواعق محرقہ، سر الشہادتین، البصائر)

اس روح فرسا واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یزید بن معاویہ رجب ۶۰ھ میں دمشق کا حاکم ہوا تو اس نے لوگوں سے اپنی بیعت لینی شروع کی، یہاں تک کہ گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو ایک تاکیدی خط لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی میرے نام کی بیعت لو چنانچہ ولید نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا آپ نے یزید کے فاسق و ظالم ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا، اور چوتھی شعبان کو مع اہل و عیال مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر امن و امان کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور وہیں اقامت گزیں ہوگئے۔

اہلِ کوفہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ایک بڑی جماعت کے اتفاق و مشورہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اگر جناب یہاں تشریف لا دیں تو ہم آپ کی مدد میں

اپنی جان و مال قربان کرنے کو تیار ہیں ہم آپ کا شدید انتظار کر رہے ہیں، امید ہے کہ آپ جلد سے جلد تشریف لاکر اپنے فدائیوں کو مسرور فرمائیں گے، اس مضمون کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط پے در پے ہر جماعت و گروہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں پہنچے، آپ کو ان کی باتوں پر یقین آگیا تو پہلے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور اہلِ کوفہ کو ان کی نصرت و حمایت کے لیے ترغیب دی۔ جب مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان میں اُترے اور کئی ہزار اہل کوفہ نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام شہید سے بیعت کی۔

اس بات کی اطلاع جب نعمان بن بشیرؓ کو ہوئی جو کوفہ کے گورنر تھے اور صحابی تھے انھوں نے لوگوں کو دھمکایا کہ یزید کی بغاوت نہ کرو مگر وہ لوگ باز نہ آئے، چنانچہ مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن یزید نے، یزید کو لکھا کہ اہل کوفہ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر حضرت سیدنا امام حسینؓ کی طرف سے بیعت کرلی ہے، اور اس معاملہ میں نعمان درگذر اور چشم پوشی کر رہے ہیں، یزید نے خبر پاتے ہی نعمان کو معزول کر دیا، اور ان کی جگہ پر عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کی گورنری پر مقرر کیا، ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کو آیا اور رات کے وقت بھیس بدل کر حجازی لباس میں شہر میں داخل ہوا، لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ امام حسینؓ ہیں اور چونکہ اہل کوفہ آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے، لہذا ابن زیاد کو امام حسینؓ سمجھ کر سب نے بعد سلام اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا کہ آپ کی تشریف آوری مبارک ہو ابن زیاد خاموشی سے یہ سماں دیکھتا ہوا شہر میں داخل ہوا، جب صبح ہوئی تو لوگوں کو جمع کیا اور اپنی گورنری کا حکم پڑھ کر سُنایا، اور یزید کی مخالفت سے لوگوں کو روکا اور چالاکی سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا، جب مسلم بن عقیلؓ نے یہ رنگ دیکھا تو ہانی ابن عروہ کے مکان میں جا چھپے، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج لے کر ہانی کے مکان کی طرف روانہ کیا، ان لوگوں نے ہانی کو گرفتار کرلیا اور

تمام رؤسائے کوفہ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے آئے۔

حضرت مسلم کو اس قصہ کا علم ہوا تو آپ نے نشانِ حیدری نکال کر کھلم کھلا جنگ کی تیاری کی، چنانچہ چالیس ہزار آدمی اِن کے پاس جمع ہو گئے اور کوفہ کا محاصرہ کر لیا، ابن زیاد نے ان تمام قیدی رؤساء کو اس شرط پر قید سے رہا کر دیا کہ اپنے خاندان اور دوسرے قبیلے کے لوگوں کو سمجھا بجھا کر حضرت مسلم سے علیٰحدہ کر دو چنانچہ ان رؤساء نے محاصرین سے گفت گو کی اور سمجھایا تو سب کے سب حضرت مسلم کو چھوڑ کر چل دیے، صرف پانچ سو آدمی رہ گئے جب رات پڑی تو یہ بھی کھسک گئے اور مسلم اکیلے رہ گئے، جب اہل کوفہ کی طرف سے ان کو ناامیدی ہوئی تو یہ وہاں سے چل کر ایک عورت کے مکان پر پر اترے جس کا نام طوعہ تھا، اس نیک بخت عورت نے اپنے یہاں عزت و راحت سے ان کو ٹھیرایا، لیکن اس کا بیٹا محمد بن اشعث کا آزاد کردہ غلام تھا، جب اس نے یہ قصہ دیکھا تو ابن زیاد کو خبر کر دی، ابن زیاد نے عمر بن حریث اور محمد بن اشعث کو روانہ کیا، جنھوں نے حضرت مسلم کا محاصرہ کر لیا، حضرت مسلم تلوار لیے ہوئے مقابلہ کو گھر سے باہر نکلے، لیکن، محمد بن اشعث چاپلوسی کرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور لطائف الحیل سے آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گیا، ابن زیاد نے آپ کو بے رحمی سے قتل کرا دیا اور ہانی کو پھانسی دیدی، حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو صاحبزادے حضرت محمد اور ابراہیم بھی قتل کر دیے گئے، یہ سانحہ روح فرسا تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ کو ہوا، عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے بجانب کوفہ روانہ ہوئے، کیونکہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے آپ کی تشریف آوری پر بہت زور دیا تھا، جب آپ نے سامان سفر تیار کیا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو منع کیا اور اہلِ کوفہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بدعہدی کی تھی پھر امام حسن رضی اللہ عنہ سے جو غداری اور بے وفائی کر چکے تھے وہ ساری باتیں آپ کو یاد دلائیں، لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا، آخر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

کسی طرح بھی میری بات نہیں مانتے تو خیر متعلقین کو تو ساتھ نہ لے جاؤ مگر یہ مشورہ بھی حضرت امام حسین رض نے قبول نہ فرمایا، تو حضرت ابن عباس رو دیے اور محبوب کے فراق پر وا حبیباہ کہہ کر چیخ اٹھے، حضرت ابن عمر رض نے بھی آپ کو کوفہ جانے سے بہت روکا، آخر وہ بھی روئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا اے شہید مظلوم تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں حضرت امام حسن رض بھی اپنی شہادت کی رات میں حضرت امام حسین کو آخری وصیت فرما گئے تھے کہ احمقان کوفہ سے بچتے رہنا کہ تم کو اکسا کر کہیں باہر نہ نکالیں اور بعد میں تم کو دشمن کے حوالہ کردیں کہ پشیمانی اُٹھانی پڑے اور پھر کہیں مضر نہ ہو، غرض یہ ساری باتیں پیش آئیں لیکن کسی کی کوئی فہمائش کام نہ آئی اور آپ کے عزم میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی، قضا غالب آئی:

گویا لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا کا حکم پورا ہوا۔

جب آپ کے سفرِ کوفہ کی اطلاع آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہ کو پہنچی تو آپ کے سامنے طشت رکھا ہوا تھا وضو کر رہے تھے تو وہ اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے تر ہو گیا، اور مکہ معظمہ میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جو آپ کی روانگی پر محزون نہ ہوا ہو، راستہ میں آپ کو خاندانِ نبوت کا مشہور مدّاح شاعر فرزدق ملا تو آپ نے پوچھا کہ اہلِ کوفہ کا حال مجھ سے بیان کرو، فرزدق نے کہا کہ ہاں واقف کار سے آپ نے دریافت کیا ہے: اے صاحبزادۂ رسول اللہ لوگوں کے دل تو تمھارے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کی ساتھی ہیں اور قضا و قدر کا نزول آسمان سے ہوتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ کہہ کر آپ کو رخصت کیا۔

الغرض حضرت امام حسین رض مع اہل و عیال و خدّام و موالی ۸۲ نفر روانہ ہوئے، اور ان کو اس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی کہ ان کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رض کے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا، یہاں تک کہ شہر قادسیہ سے تین منزل کے قریب پہنچے تو حر بن یزید تمیمی آپ کو

ملا اس نے آپ سے کہا کہ واپس ہو جائیے کہ کسی قسم کی بھلائی اور خیر کی توقع نہیں ہے اس کے بعد سارا ماجرا سنایا اور ابن زیاد کے آنے اور آپ کے لیے مستعد بہ جنگ ہونے کی اطلاع دی، چنانچہ آپ نے واپسی کا قصد کیا مگر مسلم ابن عقیل کے برادروں نے کہا کہ واللہ ہم واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ اپنے بھائی کا انتقام لیں یا خود بھی قتل ہو جائیں۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ پھر تمہارے بعد مجھ کو بھی زندگی کا کیا مزہ۔ اس کے بعد آپ روانہ ہوئے، جب کوفہ سے دو منزل قریب پہنچے تو حر بن یزید ریاحی جس کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے آپ کو ملا اُس نے حضرت امام حسینؓ سے کہا کہ ابن زیاد نے مجھ کو آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو نہ چھوڑوں یہاں تک کہ ابنِ زیاد کے پاس پہنچا دوں، اور بخدا مجھ کو یہ تعمیل ناگوار ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں نہیں آیا جب تک کہ باشندگانِ شہر کے بہتیرے خطوط میرے پاس نہیں پہنچ لیے اور میں تمہارے پے در پے پیام پر آیا ہوں، پس اپنے بیعت پر قائم رہو تو میں تمہارے ساتھ چلوں ورنہ واپس ہو جاؤں۔ حر نے کہا۔ بخدا مجھے ان خطوط اور پیغام ہائے طلبی کی مطلق خبر نہیں، اور اب میرا کوفہ واپس ہونا بھی ناممکن ہے میں تم سے جدا نہ ہوں گا، یہاں تک کہ تم کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دوں، آخر حضرت امام حسینؓ نے کوفہ کے راستہ سے رُخ پھیر کر دوسری تاریخ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں پڑاؤ کیا۔

جب کربلا میں اُترے تو لوگوں سے اس مقام کا نام دریافت فرمایا، جواب ملا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ کرب اور بلا کی جگہ ہیں۔ آخر سب لوگ یہاں اُترے، اور اونٹوں کے بوجھ اُتار لیے ادھر حر نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے مقابل پڑاؤ ڈالا۔

اس کے بعد یزید کی بیعت کے مطالبہ میں حضرت امام حسین کے پاس

ابن زیاد کا خط آیا جس کو پڑھ کر آپ نے پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، قاصد نے ابن زیاد کے پاس جاکر آپ کا جواب حرف بحرف سُنا دیا۔ ابن زیاد یہ سُن کر غصہ میں جھلا اٹھا اور لوگوں کو جمع کر کے لشکر ترتیب دیا اور حاکم رَے عمر بن سعد کو اس کا سپہ سالار بنایا، عمر بن سعد نے کہا کہ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو مگر ابن زیاد نے کہا نہیں، یا تو تمھیں اس کام پر جانا ہوگا، یا رَے کی حکومت چھوڑنی ہوگی۔ (لالچ بُری بلا ہے) آخر اس نے حکومت رَے کو اختیار کیا، اور حضرت امام حسین رضؓ کے مقابلہ کو بائیس ۲۲ ہزار سوار پیادوں کا لشکر لے کر نکلا۔

دریائے فرات کے کنارے پر لشکر اُترا اور جمعیت امام حسین رضؓ اور پانی کے درمیان حائل ہو گیا، جو لشکر حضرت امام کے مقابلہ کو آیا تھا اس میں اکثر حصہ ان ہی نام کے فدائیوں کا تھا۔ جنھوں نے حضرت امام کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا تھا اور آپ سے بیعت کی تھی، جب ان لوگوں نے حضرت حسین رضؓ اور آپ کے رفقاء پر تین دن تک پانی بند رکھا تو ان میں سے ایک بدبخت نے آپ سے کہا کہ دیکھو یہ پانی جو باوجود تمھارے سامنے ہونے کے تمھارے لیے ایسا ہے جیسے آسمان کا وسط کہ اس میں سے پانی کی ایک بوند بھی تم نہیں چکھ سکتے، یہاں تک کہ پیاس کے مارے تمھارا دم نکل جائے گا۔ حضرت امام حسین رضؓ نے اس کے لیے بد دعا کی کہ "یا اللہ اس کو پیاس سے ہی ہلاک کر" چنانچہ اس شخص کو پیاس لگی، پانی پیتا رہا مگر پیاس نہ بجھی یہاں تک کہ پیاس کے مارے اس کا دم نکل گیا۔ حضرت امام حسین رضؓ نے پانی مانگا تو ایک شخص آپ کے اور پانی کے درمیان آ کھڑا ہوا، اور ایک تیر آپ کے ایسا مارا کہ جو آپ کی ٹھوڑی کے نیچے آ کر لگا، آپ نے فرمایا بارالٰہا، پیاس کے عذاب میں اس کو مبتلا فرما، چنانچہ وہ اسی وقت چیخنے لگا کہ میرے پیٹ میں آگ لگی، حالانکہ ٹھنڈا پانی، پنکھوں کی ٹھنڈی ہوا وغیرہ سب کچھ راحت کے سامان موجود تھے، مگر ہائے پیاس، ہائے پیاس کہہ کر چیختا رہتا تھا، تو دودھ، پانی اور ستّو ایک ایک

وقت میں اسے اتنا پلا دیا جاتا تھا کہ اتنی مقدار سے کئی آدمی سیر ہو سکتے، مگر وہ اس کو پی کر بھی پیاس کا غل مچاتا، پھر اتنا ہی اور پلایا جاتا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا، الغرض جب حضرت سیدنا امام حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ جنگ کیے بغیر نہ رہیں گے تو اپنے رفقاء سے فرمایا کہ اپنی مختصر جمعیت کے اطراف میں خندق کھود دی جاوے اور صرف ایک راستہ رکھیں کہ اسی راستہ سے جنگ ہو۔

ادھر ابنِ سعد کے لشکر نے بھی جنگ کی تیاری کی اور حضرت امامؓ کی جمعیّت کو چار طرف سے گھیر لیا اور سخت جنگ ہونے لگی۔ حضرت امامؓ کے ساتھی یکے بعد دیگرے میدانِ جنگ میں لڑتے اور شہید ہوتے رہے یہاں تک کہ پچاس نفر سے زیادہ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسینؓ نے بہ آوازِ بلند فرمایا کہ کوئی مدد کرنے والا ہے جو برائے خدا ہماری مدد کرے، اور ہے کوئی غیرت مند جو حرمِ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرے۔ اس فریاد کو سُن کر حر بن یزید ریاحی کو تاب نہ رہی اور گھوڑا اُڑاتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے صاحبزادۂ رسول اللہ ﷺ میں ہی پہلا شخص ہوں جو آپ کے مقابلہ کو نکلا تھا، اور اب میں آپ کا لشکری ہوں، مجھے اجازت دیجیے کہ آپ کی اعانت میں لڑ کر شہید ہو جاؤں کیا عجیب ہے کہ فردائے قیامت کو آپ کے نانا کی شفاعت کا مستحق ہو جاؤں، اس کے بعد حر نے ابن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اس کے ساتھ اس کا بھائی اور دیگر اعزّہ شہید ہو گئے اور مردوں میں آپ تن تنہا باقی رہ گئے، اس وقت آپ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے میدانِ کارزار میں آئے اور ذیل کے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے اعداء کے مقابل ہوئے: ؎

(۱) انا ابن علی الخیر من آل ہاشم — کفانی بھذا مفخرا حین افخر

میں فرزند علی ہوں جو بہترین آلِ ہاشم ہیں، اگر مجھے فخر کرنا ہو تو میرے فخر کیلیے کافی ہے اتنا ہی کہ میں حسین ابن علی ہوں

(۲) وجدی رسول اللہ ﷺ اکرم من مشیٰ — ونحن سراج اللہ فی الناس یزھر

اور میرے نانا رسولِ خدا ہیں جو ساری دنیا سے افضل ہیں اور ہم مخلوق میں اللہ کے چمکتے ہوئے چراغ ہیں

(۳) وفاطمۃ امی سلالۃ احمد وعمی یدعی ذو الجناحین جعفر

اور سیدہ فاطمہ جگر گوشۂ محمد میری والدہ ہیں، اور میرے چچا کو جعفر ذو الجناحین کہتے ہیں۔

(۴) وفینا کتاب اللّٰہ انزل صادقاً وفینا الھدی والوحی والخیر یذکر

اور ہم میں خدا کی سچی کتاب (قرآن) کا نزول ہوا، اور ہم ہی میں ہدایات اور وحی اور خیر کے تذکرے ہوتے ہیں

(۵) وَشِیْعَتُنَا فی الناس اکرم شِیْعَۃٍ ومُبغضنا یوم القیمۃ یخسر

اور ہمارا قبیلہ تمام قبیلوں سے بزرگ ہے، اور ہم سے بغض رکھنے والا قیامت میں خسارہ میں رہیگا

دیر تک آپ جنگ کرتے رہے، بہت سے اعداء کو آپ نے قتل کیا، آپ پر بھی ہر طرف سے تیر برس رہے تھے، جن سے آپ کے متعدد زخم پہنچے اتنے میں شمر ذی الجوشن سکونی ایک دستہ فوج لے کر آپ کے اور آپ کے حرم کے درمیان حائل ہوگیا، اس وقت آپ نے لوگوں کو للکارا کہ "اے گروہِ شیطان۔ تم سے لڑائی تو میں کر رہا ہوں عورتوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے کہ ان سے تعرض کرتے ہو وہ تو تم سے نہیں لڑیں"، تب شمر نے اپنی جماعت سے کہا کہ عورتوں سے کچھ مت کہو مگر حسینؓ پر سب کے سب ٹوٹ پڑو، یہ کہتے ہی نیزوں اور تیروں کے ساتھ سب آپ پر ٹوٹ پڑے، اس میں ایک بدنصیب کا تیر آپ کے حلق پر آکر لگا جس کے صدمہ سے آپ زمین پر گر گئے نابکار شمر نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تلوار ماری، سنان بن انس نخعی نے نیزہ کا وار کیا، خولی بن یزید گھوڑے سے اُترا کہ آپ کا سرِ مبارک تن سے جدا کرے مگر اس کے ہاتھوں میں رعشہ پڑگیا، تب اس کا بھائی شبل بن یزید آگے بڑھا اور اُس بدبخت نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کرکے اپنے بھائی خولی کے حوالہ کیا، یہ واقعۂ ہائلہ عاشورہ کے دن بروز جمعہ یعنی ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کو واقع ہوا، اس وقت آپ کی عمر چھپن ۵۶ سال پانچ مہینے پانچ دن کی تھی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جب آپ کا سر مبارک ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے سر کو طشت میں رکھا اور ہاتھ کی چھڑی آپ کے دندان مبارک پر لگا کر کہنے لگا کہ میں نے اس جیسا حسین و خوبصورت

نہیں دیکھا" اس وقت ابن زیاد کے پاس زیدؓ بن ارقم صحابی بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے فرمایا کہ اپنی چھڑی ہٹالے، واللہ میں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے، یہ کہہ کر حضرت زیدؓ رونے لگے، ابنِ زیاد نے جواب دیا کہ خدا تیری آنکھوں کو روتا ہی رکھے، اگر تو بڈھا نہ ہوتا کہ بہکنے لگا ہے تو میں تیری گردن اُڑا دیتا، پھر یہ کہتے ہوئے حضرت زید وہاں سے کھڑے ہوئے کہ اے لوگو آج کے بعد سے تم غلامی کی ذلّت اُٹھاؤ گے کہ تم نے جگر گوشۂ رسولؐ فاطمہؓ کے لختِ جگر کو قتل کیا ہے، واللہ تمھارے اچھے اور بھلے آدمی قتل ہوں گے اور اشرار غلام بنائے جائیں گے، پھٹکار ہے ان لوگوں پر جنھوں نے ذلّت اور عار کو پسند کیا، اس کے بعد حضرت زید نے فرمایا کہ اے ابنِ زیاد میں اس سے زیادہ تجھ کو غصّہ دلانے والی بات سُناتا ہوں۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی داہنی ران پر حضرت حسنؓ کو اور بائیں ران پر حضرت حسینؓ کو بٹھایا اس کے بعد دونوں کے وسط سر پر اپنے دستِ مبارک رکھے اور فرمایا "الٰہ العالمین میں ان دونوں کو تیری اور تیرے نیک بندوں اور دیندار مسلمانوں کی امانت ٹھیرا کر تیرے سپرد کرتا ہوں، پس اب تو دیکھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کا تیرے پاس کیا انجام ہوا، اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو گرفتار شدہ مستورات اور باقی ماندہ بچوں اور اہل بیت کے ساتھ یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا، جب یہ سب یزید کے پاس پہنچے تو اس نے اہلِ شام کو جمع کیا اور سر مبارک کو اپنے سامنے رکھ کر بید کی چھڑی سے ٹھکرانے لگا، کہتے ہیں کہ کوئی شخص سر مبارک قریب سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب اس آیت پر پہنچا " ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا کیا تیرا یہ گمان ہے کہ غار اور کتبہ والے ہماری تعجب خیز نشانی تھے" تو حق تعالیٰ نے سر کو گویائی بخشی اور اس میں سے آواز آئی کہ "اصحابِ کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا مقتول ہو کر یہاں لایا جانا ہے"۔

یزید کے پاس قیصر روم کا ایلچی بیٹھا ہوا تھا، تعجب سے کہنے لگا کہ ہمارے یہاں ایک جزیرہ میں گرجا کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھُر موجود ہے، ہر چہار طرف سے لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور متبرک سمجھ کر اس کی تعظیم کرتے ہیں، تم بڑے ظالم اور گمراہ لوگ ہو کہ تم نے اپنے نبی کے نواسہ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا" نیز ایک اور ذمیّ دربار میں بیٹھا ہوا تھا، یزید کی یہ بے ادبانہ حرکت دیکھ کر کہنے لگا، اے یزید مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ستّر پشت کا فاصلہ ہے، مگر اس وقت بھی سب یہودی میری عزّت و احترام کرتے ہیں اور مجھ پر اپنی جان فدا کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے صاحبزادے کو یوں بے دریغ قتل کر ڈالا، تمھارے حال پر مجھے بڑا افسوس ہے۔"

حضرت امام شہید اور اہلبیتِ رسول کے قاتلوں پر دنیا میں قسم قسم کے مصائب آئے اور بہت بری طرح ہلاک ہوئے، اہلبیت کا خون مباح سمجھنے کی سزا میں یہ ظالم گروہ بڑے بڑے عذاب میں مبتلا ہوا، چنانچہ حاکم نے متعدّد اسنادوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے" میں نے یحییٰؑ بن زکریاؑ کے خون کے بدلہ میں ستّر ہزار قتل کیے، اور حسینؓ بن علیؓ کے خون کے بدلہ میں ستّر ہزار کے دو چند قتل کروں گا۔"

زہری کہتے ہیں کہ قاتلینِ حسینؓ میں کوئی ایک بھی نہیں بچا جس کو دنیا میں عذاب نہ ہوا ہو۔ بعض مقتول ہوئے بعض اندھے ہو گئے، بعضوں کا منہ کالا ہو گیا، بعضوں کی حکومت بہت جلدی جاتی رہی، طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہوئے اور بری موت مرے۔

ابوالشیخ نے بیان کیا کہ چند آدمی ذکر کر رہے تھے کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ حسینؓ کے قتل میں کسی قسم کی اعانت کی ہو اور مرنے سے پہلے کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوا ہو، ایک بڈھا کہنے لگا کہ میں نے بھی اعانت کی تھی مگر مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا، تھوڑی دیر کے بعد جو چراغ درست کرنے اٹھا تو کپڑوں میں آگ لگ گئی، بھاگ کر نہر فرات میں غوطہ مارا کہ آگ بجھے مگر

آگ نہ بجھی یہاں تک مرگیا۔

عجیب عبرت عبدالملک ابن عمر لیثی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصرِ سلطنت میں ایک عجیب بات دیکھی، ایک روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا، اس کے بعد کچھ مدت نہ گذری کہ اسی شاہی محل میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار بن ابی عبید کے سامنے دیکھا پھر ابھی کچھ زمانہ نہ گذرا کہ مختار کا سر اسی محل میں مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھنے کا اتفاق ہوا، پھر تھوڑے زمانہ کے بعد ہی مصعب بن زبیر کا سر بھی عبدالملک بن مروان کے آگے رکھا ہوا دیکھا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اسی شاہی محل کے موجودہ مالک و مکین خلیفہ عبدالملک بن مروان سے بیان کیا تو اسے بھی اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا چنانچہ اس نے فوراً اس محل کو چھوڑ دیا فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ط

عجیب اتفاق عبداللہ بن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ میں شہید کیا تھا، خدا تعالیٰ نے اس کو بھی عاشورہ کے دن ۶۷ھ میں ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھوں ہلاک کیا۔

عمارہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہ بن زیاد اور اس کے بڑے بڑے سرداروں کے سر کٹ کر کوفہ میں آئے اور جامع مسجد میں رکھے گئے تو میں بھی اُن سروں کو دیکھنے لگا، اتنے میں شور اُٹھا کہ وہ آیا، وہ آیا، اچانک ایک سانپ آیا اور تمام سروں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ابن زیاد کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر نکل آیا، پھر مجلس میں شور مچا کہ سانپ آیا، سانپ آیا، اسی طرح دو یا تین مرتبہ ابن زیاد کے ناک میں گھسا اور نکل کر پھر غائب ہوگیا۔

حکایت ابن زیاد جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء پر غالب ہوا تو اُس نے منبر

پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور فخریہ لہجہ میں کہا: "الحمد للّٰہ الذی اظھر الحق ونصر یزید بن معاویہ وحزبہ علی الکذاب حسین۔ الحمد للّٰہ کہ خدا نے حق ظاہر کر دیا اور یزید اور اس کی جماعت کذاب حسین (نعوذ باللّٰہ منہ) پر غالب آگیا۔"

اس مجلس میں عبداللہؓ بن عفیف بزرگ صحابی موجود تھے اس گستاخی کو سُن کر جھلا اُٹھے، ان کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں اور دائیں آنکھ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی ہمراہی میں جا چکی تھیں یہ بوجہ معذوری کے مسجد ہی میں دن رات ذکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے مارے غصّہ کے کھڑے ہو گئے اور ابن زیاد کو پکارا اے ابن مرجانہ "ان الکذاب ابن الکذاب انت وابوك والذی ولاك تقتلون ابناء الانبیاء وتتکلمون بکلام الصدیقین۔ اے ابن زیاد، تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا، اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ جھوٹا (یا جیو) تم پیغمبروں کی پیاری اولاد کو قتل کرتے ہو، اور صدیقوں جیسی باتیں بناتے ہو" ابن زیاد نے غصّے سے کہا کہ اے دشمنِ خدا تو عثمانؓ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے، کہا خدا کا دشمن تو ہے، عثمانؓ تو اچھے آدمی تھے، اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی ہوگی تو خدا اپنی مخلوق کا مالک ہے وہ عثمانؓ کے بارے میں فیصلہ فرمالے گا، تجھے ان کی کیا پڑی، تو چاہتا ہے تو مجھ سے تیرے اور تیرے باپ اور یزید کا حال پوچھ میں تجھے بتاؤں گا، ابن زیاد نے کہا کہ میں تجھ سے نہیں پوچھوں گا، یہاں تک کہ تجھ کو موت کا مزہ چکھاؤں۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا کہ اے ابن زیاد میں نے خدا سے اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی تھی قبل اس کے تیری ماں تجھے ایسے شخص کے یہاں جنے کہ جو خدا کی مخلوق میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب و دشمن ہو، میری آنکھیں جاتی رہیں تو مجھے درجہ شہادت سے مایوسی پیدا ہو گئی تھی۔ الحمد للہ کہ خدا نے میری دعا قبول فرمالی اور ناامیدی کے بعد میری دیرینہ تمنّا و آرزو کے

پورا ہونے کی خدا نے مجھے بشارت دی " اس کے بعد ابن زیاد نے منبر سے اتر کر ان کو قتل کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت امام حسین کی تدفین

حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کے بارے میں کہ دمشق لے جانے کے بعد کہاں کہاں گیا اور کہاں دفن ہوا، مورخین کے مختلف اقوال ہیں:-

بعض کہتے ہیں کہ یزید کے خزانہ ہی میں رہا جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور اسے اطلاع ہوئی تو اس نے سر مبارک کو خوشبو مل کر کفنا کر قبرستان میں دفن کرایا۔ بعضوں کا قول ہے کہ یزید نے کوچہ گردی کا حکم دیا، لوگ پھراتے پھراتے عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے سر کو عسقلان میں دفن کرا دیا چنانچہ مشہد حسین قریب خان خلیلی کے مشہور ہے، ایک قول یہ ہے کہ سر مبارک بقیہ اہل بیت کے ہمراہ مدینہ طیبہ بھیجا گیا اور جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت امام حسنؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا، ابن بکار وہمدانی وغیرہ کا یہی قول ہے، صوفیا کا ایک گروہ قائل ہے کہ سر مبارک مشہدِ قاہرہ میں رہا اکثر شعراء بھی اسی کے قائل ہیں کہ مصر میں دفن کیا گیا، علامہ مقریزی نے خطط میں لکھا ہے کہ سر مبارک امام حسینؓ آٹھویں جمادی الآخر ۵۴۸ھ میں عسقلان سے قاہرہ میں لایا گیا، اس سے تازہ خون ٹپکتا تھا اور مشک کی خوشبو آتی تھی۔

اور شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ شہادت کے چالیس دن بعد سر مبارک جسم شریف سے ملا کر کربلا میں دفن کیا گیا، اسی واسطے اس دن کو ان کے ہاں زیارتِ اربعین کہتے ہیں، واللہ اعلم بحقیقتہ الحال والیہ المرجع والمآل۔

ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ جب کوفہ سے حضرت مظلوم شہیدؓ کے سر مبارک کو یزید کے پاس لے چلے تو ایک منزل میں ان کا قیام ہوا، اس منزل کے پاس ایک بتخانہ تھا جس کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:-

اترجوا امۃ قتلت حُسَیْنًا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

"جس جماعت نے حضرت امام حسینؓ کو قتل کیا، کیا وہ جماعت قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے؟"

اہلِ بیت کے ساتھ یزید کا سلوک

اس کے بعد یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ اہلِ بیت امام حسین کے لیے مدینہ طیبہ کا سامان سفر و سواری و دیگر اسبابِ ضروری تیار کرو، اور اہلِ شام سے ایک مردِ امین مع ایک دستہ محافظ فوج کے بحفاظت مدینہ منورہ تک پہنچانے کو مقرر کیا اور رخصت کرتے وقت حضرت امام زین العابدین سے یزید نے کہا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے مجھے امام حسین کا قتل ہرگز منظور نہ تھا۔ بخدا اگر میں امام حسینؓ کے مدمقابل ہوتا تو کبھی اس طرح پیش نہ آتا بلکہ ان کے تمام خیالات سے درگذر کرتا، ابن زیاد پر خدا کی لعنت ہو کہ اس خانہ خراب نے ہر نیک و بد کے دل میں میری مخالفت کا بیج بو دیا، یہ کہہ کر سر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر یزید نے کہا اے حسین خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، تجھے ایک ایسے بے باک شخص نے قتل کیا جو حق و رحم سے اجنبی اور ناآشنائے محض تھا، پھر امام حسینؓ کا سر مبارک حضرت امام زین العابدینؓ کو دیا اور باقی جملہ ذرّیات کو آپ کے ہمراہ کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا، اور چلتے وقت کہا: یَا عَلِیُّ کَاتِبْنِیْ بِکُلِّ حَاجَةٍ کَانَتْ لَكَ اَقْضِیْهَا لَكَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی "اے علی بن حسینؓ تمھیں جو کچھ ضرورت در پیش ہو تم مجھے لکھا کرو انشاء اللہ میں اسے پورا کرتا رہوں گا"

اور جس شخص کو ہمراہ کیا تھا اس کو بہت تاکید کر دی کہ ان کو نہایت آرام سے بحفاظت تمام مدینہ منورہ پہنچا دو، اس شخص نے راستہ بھر میں بہت آرام پہنچایا۔ یہ شخص اپنے دستہ کے ساتھ ساتھ قافلہ کا پہرہ دیتا اور ان کی ساری ضروریات کی فکر رکھتا، جب یہ بقیہ ذرّیات اہلبیت مدینہ منوّرہ پہنچے اور حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر پھیلی تو

ایک کہرام مچ گیا، اور مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں شورِ ماتم برپا ہوگیا، دختر عقیل بن ابی طالب مع دیگر مستورات و مخدّرات بنی ہاشم فرطِ غم واندوہ و رنج و قلق سے بیتاب ہوگئیں، اور مسلمانوں کو مخاطب کرنے لگیں: ؎

ماذا تقولون اِذ اقال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی وحریمی بعد مفتقدی منھم اساریٰ وقتلیٰ ضرجوابدم

ماکان ھذا جزائیٔ اذ انصحت لکم ان تخلفونی بسوءٍ فی ذوی رحم

"مسلمانو! تم کیا جواب دوگے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے دریافت فرمائیں گے کہ تم تو آخر الامم ہو تم نے میری وفات کے بعد میری عترت اور میرے بال بچّوں کے ساتھ کیسا نامناسب سلوک کیا کہ ان میں بعضے قید میں ہیں اور بعض خاک و خون میں لتھڑے ہوئے مقتول ہیں، میں نے جو خیر خواہی تمھارے ساتھ کی اس کا یہ بدلا ہونا چاہیے تھا کہ تم نے میرے قریبی رشتہ داروں کے بارے اس قدر بُرا اور خراب برتاؤ مجھ سے روا رکھا"

خلاصہ یہ ہے کہ سانحۂ ہائلہ شہادتِ امام حسینؓ جو اسلام میں پیش آیا، ایک مصیبتِ عظمیٰ اور حادثۂ ہجانکاہ کبریٰ ہے، باوجود مدت ہائے دراز گذر جانے کے اس کا غم افزا ذکر قائم ہے اس کے ہوشربا تذکرے سے دل پاش پاش ہوتا ہے اور بدن کا رواں رواں کانپا جاتا ہے، اور لکھنے سے زبانِ قلم شق ہوئی جاتی ہے، مگر بایں ہمہ اللہ و رسول پر ایمان لانے والوں کو لازم ہے کہ جب اس کو سُنے تو صبر کرے اور بار بار "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھے کہ صبر کا بے شمار اجر حاصل ہو اور صابرین کی اس جماعت میں شامل ہوں کہ جن کو خدا نے بشارت دی ہے۔

بدعات سے اجتناب

علامہ ابن حجر مکیؒ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں "وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل فی یوم عاشورۃ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق

المومنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی بذالک
واحری۔ "خبردار خبردار عاشورہ میں روافض کی بدعتوں مثل رونے پیٹنے، چلانے، اور ماتم وغم کرنے میں مشغول مت ہونا کیونکہ یہ باتیں مومنوں کے اخلاق سے نہیں ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ان باتوں کے لیے زیادہ سزاوار تھا۔"

ان ایام متبرکہ میں تلاوتِ قرآن مجید، حدیث و درود شریف میں مشغول رہنا، فقراء ومساکین ویتامی وبیواؤں کو کھانا کھلانا، پلانا، اہلبیت کرام وسادات عظام کی خبرگیری رکھنا، ان کی تکلیفوں کو دور کرنا، اور ایسے ہی حسنات و دیگر امور خیر کرنا کہ جن سے حضرت امام مظلوم شہید اور ان کے جدّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواح طیّبات شاد وخرم ہوں عمل میں لانا چاہیے اور گناہوں کے ارتکاب سے، جیسے تعزیہ بنانا، قبریں بنا کر ان کو سجدہ گاہ قرار دینا، مزخرفات بدعتیں ایجاد کرنا، ماتم میں ڈھول تاشے پٹوانا، اور بازاروں میں عَلَم پھرانا، نعرے لگاتے پھرنا، اہلِ بیت کرام کے نام اور ان کی مخدّرات ومستورات کے ناموں کی کوچہ بکوچہ ہتک کرانا وغیرہ غیر مشروع افعال کرنا بالکل ممنوع اور ناجائز ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کسی نے خوب لکھا ہے: ؎

این قوم خوارج و نواصب بخصال ... بندند زاحوال شہیدان تمثال
آں کار کہ تا حشر بر و لعنت باد ... یک سال یزید کرد و اینہاں ہر سال

ماموں نے بھانجوں کو قتل کر دیا

کربلا میں جو واقعہ روح فرسا پیش آیا اس کو کون نہیں جانتا، لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ امام حسینؓ اور آپ کی معیت میں اہلِ بیت کے سولہ بہترین زمانہ وافضل ترین چشم وچراغِ نبوت کے قاتلین یزید اور شمر سے حضرت امام حسینؓ کا کیا رشتہ

تھا، ملاحظہ ہو تاریخ طبری، ابن خلدون، ابن اثیر۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان آپس میں چچازاد بھائی تھے، اور امیر معاویہ رض آنحضورؐ کے بھتیجے تھے، اور یزید آنحضورؐ کا پوتا تھا، حضرت سیّدہ فاطمہ رض زہرا بنت الرسولؐ امیر معاویہ کی چچازاد بہن ہوئیں اور یزید کی پھوپی ہوئیں، اور حضرت امام حسین رض یزید کے پھوپی زاد بھائی ہوئے، یہ رشتہ جدّی ہے۔

(۲) امّ المؤمنین ام حبیبہ رض امیر معاویہ کی حقیقی ہمشیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ طاہرہ تھیں۔ اس رشتہ سے آنحضورؐ یزید کے حقیقی پھوپا تھے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رض سوتیلی پھوپی زاد بہن اور حضرت امام حسین رض یزید کے سوتیلے بھانجے ہوئے۔

(۳) ابوطالب ابوسفیان کے چچازاد بھائی۔ حضرت علی ابوسفیان کے بھتیجے اور امیر معاویہ کے بھائی ہوئے اس رشتہ سے حضرت علی یزید کے چچا ہوئے امام حسین چچازاد بھائی ہوئے۔

(۴) حضرت علیؓ کی زوجہ ام البنین بنت کابیہ شمر کی حقیقی بہن ہیں اور ام البنین کے بطن سے حضرت علی کے چاروں نامور صاحبزادے عبّاس، جعفر، عبداللہ، عثمانؓ شمر کے حقیقی بھانجے تھے اور شمر ان کا ماموں تھا اس ماموں نے اپنے بھانجوں کو میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا قتل کیا اور یہ سب سگے بھانجے ماموں کے ہاتھ سے حضرت امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے الاقارب کالعقارب (بعض رشتہ دار بچھو جیسے ہوتے ہیں۔ کس قدر صحیح قول ہے۔

کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

وکم عم بغم قد اذانی　　　　وکم خال عن الاشفاق خال

ترجمہ: بہت سے چچاؤں نے غم دے کر مجھے ستایا۔ اور بہت سے ماموں لطف و محبّت سے خالی ہیں۔

اہلبیت امام حسین یحیہ اللہ و ارضاہٗ

پانچ عورتوں کو آپ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) شہر بانو، بنت کسریٰ یزدجرد بن نوشیروان شاہ فارس ہیں، ان سے علی بن حسین الملقب بہ زین العابدین ہوئے، یہ علی اصغر کے نام سے مشہور ہیں۔

(۲) لیلیٰ بنت زہرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی، ان سے علی اکبر بن حسین پیدا ہوئے، جو کربلا میں شہید ہوئے۔

(۳) قضاعہ، یہ جعفر بن حسینؓ کی والدہ ہیں، حضرت جعفر سیدنا امام حسین کی حیات میں وفات پا گئے تھے۔

(۴) رباب بنت امرؤ القیس بن عدی کلبیہ ہیں، ان سے سیّدہ سکینہ اور عبد اللہ بن الحسین پیدا ہوئے یہ صغیر سن تھے، کربلا میں ایک تیر ان کے لگا جس سے شہید ہو گئے۔

(۵) ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمیہ ہیں، ان سے سیدہ فاطمہ پیدا ہوئیں، جو حضرت حسن مثنیٰ سے بیاہی گئی تھیں۔

(نوٹ) فاطمہ عقیلہ اور فاضلہ عورت تھیں جنھوں نے اپنے والد کے سوا اور بہت سے تابعین اور تبع تابعین سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ہزارہا علماء نے سندِ حدیث حاصل کی، ابو داؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کتبِ احادیث میں ان کی روایتیں پائی جاتی ہیں، ۱۱۰ھ ہجری کے بعد مسن ہو کر وفات پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سکینہ سے امام حسین کو بڑی محبت تھی اور ان کی والدہ رباب بھی

محبوب ترین زنان تھیں، حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے ساتھ بیاہی گئی تھیں، مصعب بن زبیر کو عبدالملک بن مروان نے قتل کرادیا اور سکینہ کو کوفہ کے قید خانہ میں بند کیا اس وقت اہل کوفہ حضرت سکینہ کی زیارت کو آتے تھے تو یہ رو رو کر فرماتی تھیں کہ اے کوفیو! تم پر خدا کی مار ہو کہ بچپنے میں تو تم نے میرے مہربان باپ کو شہید کر کے مجھے یتیم بنا دیا۔ اب جوانی کی حالت میں تم نے میرے شوہر کو بلا وجہ قتل کر کے اے ظالمو مجھے بیوہ بنا دیا۔ ان کا انتقال ۱۱۷ھ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت روئے زمین پر حضرت امام حسین کی اولاد سیدنا زین العابدین اور فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہ سے باقی ہے۔

حضرت امام زین العابدین المتوفی ۹۵ھ

دسویں فصل

حضرت امام زین العابدین المتوفی ۹۵ھ

آپ حضرت امام حسین کے صاحبزادے اور شیعوں کے چوتھے امام ہیں، ۵ا جمادی الاولیٰ ۳۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۷ سال کی عمر میں ۹۵ھ ہجری میں ۲۵ محرم کو عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہو کر جنت البقیع میں اپنے عم بزرگوار حضرت امام حسن کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کے زمانے میں یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن الحکم، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوئے اور عبدالملک کے زمانے میں آپ نے رحلت فرمائی، زین العابدین آپ کا مشہور لقب تھا، امام مالک فرماتے ہیں "سمی زین العابدین لکثرۃ عبادتہ، بوجہ کثرت عبادت کے زین العابدین نام پڑ گیا۔" اپنے زمانہ میں خاندان بنی ہاشم کے افضل، افقہ، اورع اعلم ترین بزرگوں میں تھے، کربلا میں والد معظم کے ہمراہ تھے بوجہ مرض صاحب فراش ہونے سے شہادت سے بچے رہے، اپنے والد ماجد اور عم معظم، جابر، ابن عباس، ابوہریرہ، حضرت عائشہ، ام سلمہ صفیہ امہات المومنین و دیگر صحابہ سے حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

ابن علیینہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی قریشی ان سے افضل نہیں دیکھا، زہری کا قول ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ کسی کو افقہ نہیں دیکھا، حضرت ابن المسیب جیسے جلیل القدر مشہور تابعی فرماتے تھے کہ ان سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہم نے کسی کو نہیں پایا۔

شرافتِ نسبی میں آپ کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ آپ دنیا کی دو افضل ترین رکن کے سلالہ ہیں، کیونکہ دنیا کی دو طاقتیں سب سے افضل سمجھی گئی ہیں، اول علم دوم مال علم کے اعتبار سے تو آپ خاندان نبوت کے چشم چراغ ہیں' اور مال وحکومت کے اعتبار سے خاندانِ نوشیرواں ہیں آپ سے بڑھ کر اس زمانہ میں کوئی نہ تھا' دنیا کی یہ دو قوتیں ہمیشہ علیحدہ ہی نظر آئیں گی، اگر ان دونوں کو مرج البحرین یلتقیان کی بہتر شکل میں دیکھنا چاہو تو حضرت زین العابدین کو دیکھو جن کے دادا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں اور نانا دولتِ ایران کا جلیل القدر بادشاہ کسرے یزدجرد ابن نوشیروان عادل ہے۔

اسی مضمون کو خاندان اہل بیت کے مشہور مداح عربی شاعر ابو الاسود دوئلی نے کس قدر حسین پیرایہ میں ذیل کے شعر میں ادا کیا ہے۔

وان غلاماًبین کسری وهاشم　　لاکرم من نیطت علیه التمائم

بیشک وہ صاحبزادہ جو کسریٰ اور ہاشم کی نسل سے پیدا ہوا' دنیا بھر کے لڑکوں سے زیادہ شریف ہے جن کے تعویذ باندھی جاتی ہے۔

راجگانِ اودے پور کا ساداتِ حسینی سے رشتہ

نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم بھوپالی نے حضیرۃ القدس میں لکھا ہے کہ ریاست اودے پور کے راجاؤں کا خطاب رانا ہے' یہ لوگ اپنا نسب نوشیروان شاہ فارس تک پہنچاتے ہیں، جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایران فتح کیا اور نوشیروان کی اولاد بے بسی کی حالت میں ملک چھوڑ کر باہر نکل کھڑی ہوئی تو اس میں سے ایک شخص رانا نے اودے پور کے جدّامجد میں سے وارد ہندوستان ہو کر راجہ کے مرتبہ پر فائز ہوا' اور شاہ یزدجرد کی بیٹی حضرت ملکۃ النساشہر بانو حضرت سیدنا امام حسن کے

حبالہ نکاح میں آئیں، انہی عفیفہ کے بطن سے حضرت زین العابدین پیدا ہوئے، نسل سادات حسینی کا سلسلہ انہی پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں راجایان اودیپور حسینی سادات کے ماموں ہوئے، لہٰذا مرہٹوں کو لازم ہے کہ سادات کے ساتھ مراعات و مدارات سے پیش آویں اور صلہ رحمی کے حقوق کا لحاظ رکھیں۔ جناب نواب سید صدیق حسن خانصاحب مرحوم بواسطہ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت اسی خاندان عالی سے ہیں۔

کرامت عبداللہ زاہد کا بیان ہے کہ جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حجاج بن یوسف والئ مدینہ کو لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط من عبد الملک بن مروان امیر المؤمنین الی الحجاج بن یوسف، اما بعد فانظر فی دماء بنی عبد المطلب فاجتنبها فانی رایت ال ابی سفیان لما اولعوا بها لم یلبثوا الا قلیلا، والسلام۔

"امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کو سلام مسنون، معلوم ہو کہ بنو عبدالمطلب کی خونریزی سے اپنا دامن بچاتے رہو میں آل ابی سفیان کو دیکھ چکا ہوں کہ جب انہوں نے خونریزی کی ہوس کی تو پھر ان کا قیام اور دور چند روز تک رہا۔" یہ خط مخفی طور پر حجاج کو بھیجا گیا اور تاکید کر دی گئی کہ اس بات کو مخفی رکھو، والسلام

خدا تعالیٰ نے بذریعہ کشف حضرت زین العابدین کو اس مخفی راز پر مطلع فرمایا، آپ نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من علی بن الحسین الی عبد الملک بن مروان امیر المومنین، اما بعد فانک کتبت فی یوم کذا من شہر کذا الی

الحجاج فی حقنا بنی عبد المطلب بماھو کیت وکیت و قد شکر اللہ لک ط

از علی بن حسین امیر المومنین بن مروان کو بعد ہدیہ سلام مسنون واضح باد کہ آپنے فلاں تاریخ فلاں ماہ میں ہم بنو عبد المطلب کے باب میں حجاج کو بایں مضمون جو تاکیدی نامہ سربمہر روانہ کیا ہے، خدا نے تمہاری اس سعی کو مشکور کیا فقط والسلام

آپ نے یہ گرامی کشف نامہ سربمہر اسی دن اپنے ایک غلام کے ہاتھ اپنی خاص اونٹنی پر مدینہ منورہ سے شام کو روانہ کیا، عبد الملک نے جب یہ صحیفہ گرامی پڑھا اور تاریخ دیکھی تو پتہ لگا کہ جس تاریخ اور جس ساعت کو خلیفہ کا قاصد شاہی فرمان کو لے کر شام سے چلا ہے اسی تاریخ اسی ساعت میں حضرت زین العابدینؑ کا غلام آپکا کرامت نامہ مدینہ منورہ سے لیکر روانہ ہوا ہے، عبد الملک کو جب اس کشف و کرامات کا حال واضح ہوا تو غلام کے ساتھ تحفے تحائف از قسم نقد و جنس آپ کی خدمت میں پیش کئے اور کہلا بھیجا کہ سیدی لاتخلوانی بصالح دعواتکم، مجھے اپنی نیک دعا سے فراموش نہ کیجئے گا۔

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں آپ کے چھ صاحبزادوں محمد باقر، عبد اللہ الباہر، زید الشہید، عمر الاشرف، حسین الاصغر، علی اصغر، سے باقی ہے۔

دو صاحبزادیاں ام کلثوم و خدیجہ تھیں، ام کلثوم کا نکاح داؤد بن حسن مثنیٰ سے ہوا تھا، ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوئے، سلیمان کی نسل ان کے تین فرزندوں داؤد، اسحاق، حسین سے جاری رہی ہے۔

خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا، ان کے بطن سے عبد اللہ، عبید اللہ، عمر پیدا ہوئے نسل باقی ہے۔

عبد اللہ الباہر بن زین العابدین

یہ بزرگ بھی علم و فضل و کمال اور جود و سخا کے ساتھ موصوف تھے، انکی نسل

محمد الارقط سے جاری ہے، ان کے ایک صاحبزادے اسمٰعیل تھے، اسمٰعیل کے دو بیٹے حسین اور محمد تھے، ان کی نسل رے، قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زیدُ الشہیدؒ بن امام زین العابدینؒ

یہ علم وفضل ورع، زہد، فصاحت وشجاعت میں بے نظیر تھے انہوں نے عہد سلطنت ہشام میں خلافت کا دعویٰ کیا تھا، چالیس ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور مداین، بصرہ، واسط، موصل، رے، خراسان اور جرجان وغیرہ کے بہت سے لوگ ان کے علم کے نیچے جمع ہوگئے تھے، جب ہشام کی طرف سے یوسف ثقفی ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے، زید شہید نے فرمایا، "رفضونا الیوم"، "ان لوگوں نے آج ہمیں چھوڑ دیا" اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا جو لوگ چھوڑ کر چل دیئے تھے وہ رافضی کہلائے اور جو لوگ آپ کے ساتھ رہے ان کو شیعہ زیدیہ کہنے لگے، آپ ۵ ار صفر ۱۲۱ھ کو اس جنگ میں ایک بے رحم کے تیر کے زخم سے شہید ہوئے لوگوں نے زمین نہر میں ان کو دفن کیا، لیکن جب یوسف ثقفی کو ان کے دفن ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو قبر میں سے لاش مبارک کو نکلوا کر ظالم نے سر علیحدہ کر کے خلیفہ ہشام کے پاس بھیجدیا، اور برہنہ جسم بے سر کو دار پر لٹکایا، چار سال تک دار پر لاشہ لٹکتا رہا، اس کے بعد لاش کو جلا کر دریا برد کر دیا گیا، بوقت شہادت بیالیس سال کی عمر تھی، ان کے چار فرزند تھے، یحییٰ، یہ اٹھارہ سال کی عمر میں شہید ہوگئے تھے، ایک صاحبزادی ان کی یادگار تھی، باقی تین صاحبزادوں حسین ذی الامعہ، عیسیٰ موتم الاشبال، محمد سے نسل باقی ہے۔

حسین ذی الامعہ نے ۱۳۵ھ میں وفات پائی، نسل کثیر باقی ہے اور کیتھل سنبھل وغیرہ میں پائی جاتی ہے یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

علیے موتم الاشبال نے دست بدست لڑائی میں شیر کو ہلاک کیا تھا، شیر کے بچوں کو یتیم بنانے والا لقب پڑ گیا) ان کی نسل چار فرزندوں احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے، سادات بارہ وبلگرام کا نسب احمد بن عیسیٰ تک منتہی ہوتا ہے، حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن زین العابدین

حضرت زید شہید کے حقیقی برادر ہیں ان کی نسل علی اصغر سے جاری ہوئی، ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے، حسین الاصغر نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی، بقیع میں دفن ہوئے، ان کی نسل پانچ صاحبزادوں عبداللہ، عبیداللہ الاعرج، علی، ابو محمد الحسن، سلیمان سے باقی ہے، اور حجاز، عراق، شام ومغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین

ان کی نسل حسین افطس سے جاری ہے، افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن المکفوف اور عبداللہ شہید سے جاری ہے اور کثرت سے پائی جاتی ہے۔

امام باقر بن امام زین العابدین المتوفی ۱۱۴ھ

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے، باقر العلم، وافر الحلم، جلیل القدر بزرگ تھے، صحیح مسلم میں حضرت جابر کی روایت سے درباره حج ان کی حدیث موجود ہے جس سے

قریب قریب دو سو مسائل مستخرج و مستنبط ہوتے ہیں، دیگر صحاح و سنن میں ان کی مرویات احادیث کثرت سے پائی جاتی ہیں، مدینہ طیبہ میں ۵۷ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۴ھ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں اپنے بزرگوں کے پہلو میں دفن ہوئے، واقعہ کربلا میں تین سال کے تھے، صاحب الارشاد نے لکھا ہے کہ امامین سعیدین الشہیدین کی اولاد میں سے حضرت امام باقر علیہ السلام سے جس قدر اشاعت علم دین، قرآن و سنت و سیر و فنون ادب کی ہوئی اتنی کسی اور بزرگ سے نہیں ہوئی، بقایائے صحابہ اور وجوہ تابعین سے راوی ہیں اور ان سے معالم دین نے روایت کی ہے، ان کے علم و فضل و کمال کا شہرہ دور دور تک پہنچا ہوا تھا، شعرا نے ان کے محامد و مدائح میں قصیدے نظم کئے ہیں رضی کا شعر ہے

یا باقر العلم لاهل التقی — وخیر من لبّیٰ علی الاجبل

اے اہل تقویٰ کے لئے علم کے کھولنے والے، اور پہاڑوں پر لبیک پکارنے والوں میں سب سے بہتر۔

آپ کے آزاد کردہ غلام افلح کا بیان ہے کہ میں سفر حج میں آپ کے ہمراہ تھا جب حرم کعبہ میں داخل ہوئے اور کعبۃ اللہ کو دیکھا تو چیخ ماری اور رونے لگے، میں نے عرض کیا صاحبزادۂ رسول "بابی انت و امی" لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ ذرا آواز کو روکئے، فرمایا "ویحک یا افلح" میں چلا کر کیوں نہ روؤں، شاید اللہ میری طرف نظر رحمت فرمائے اور کل قیامت کو میں کامیاب ہو جاؤں؛

بکعبہ رفتم و شوق در ت فزود آنجا — بگریہ آمدم و جائے گریہ بود آنجا

پھر آخر خلف مقام دوگانہ ادا کیا، اور سجدہ میں اس قدر روئے کہ سجدہ کی جگہ اشکوں سے تر ہو گئی۔

برسر کوئے توام یکبار می باید گریست — ابر تا داند کہ ایں مقدار می باید گریست

کرامت امام جعفر صادق کا بیان ہے کہ والد بزرگوار ایک مرتبہ ایک مجلس عام

میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے زمین کی طرف سر جھکایا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمانے لگے، اے قوم اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ ایک ظالم چار ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ مدینہ میں آکر قتل و قتال کا بازار گرم کرے گا اور متواتر تین دن تک بے دریغ قتل عام کر کے تمہارے بہادر جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیگا۔ تم کو ایسی بلا اور مصیبت کا سامنا ہوگا کہ جس کو دفع کرنے کی تمہیں قدرت نہ ہوگی، یہ سانحہ سال آئندہ پیش آئے گا تم اپنا بچاؤ کر لو اور حفظ ماتقدم کی کوشش میں رہو یہ واقعہ ضرور پیش آئے گا۔ لیکن لوگوں کو اس باب میں تردد اور بے اطمینانی رہی جس سے حفظ ماتقدم سے غفلت برتی جب اگلا سال شروع ہوا باقر علیہ السلام اپنے اہل و عیال و خاندان بنی ہاشم کو لیکر مدینہ منورہ سے چلے گئے، اور نافع بن الازرق چار ہزار فوج کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور تین دن تک اس نے مدینہ میں قتل عام کر کے بے حساب مخلوق کو مار ڈالا اور جیسا حضرت امام باقر نے فرمایا تھا ویسا ہی پیش آیا۔ (نورالابصار)

کرامت ابو بصیر کہتے ہیں میں نے ایک دن امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء کرام کے وارث تھے؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا آپ آنحضرتؐ کے تمام علوم کے وارث ہو؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا تم مردے کو زندہ اور بیمار کو تندرست اور کوڑھی کو اچھا کر سکتے ہو اور بتا سکتے ہو کہ لوگ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے ہم بھی کر سکتے ہیں، پھر مجھ سے فرمایا کہ اے ابو بصیر مجھ سے قریب ہو کر بیٹھو میں نابینا تھا، آپ کے قریب ہوا تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے منہ پر پھیرا میری آنکھوں میں بینائی آگئی، میں نے آسمان، زمین، پہاڑ وغیرہ دیکھ لئے، پھر آپ نے فرمایا اگر تو چاہتا ہے کہ اسی طرح بینا اور تیرا حساب اللہ پر رہے یا تو بدستور نابینا رہے اور اس کے عوض تجھے جنت ملے، میں نے کہا جنت ملے، پھر آپ نے میرے چہرے

پر ہاتھ پھیر دیا تو میں ویسا ہی نابینا ہو گیا جیسا پہلے تھا۔ (نور الابصار)

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ والد ماجد امام باقر کی جس روز وفات ہوئی آپ نے مجھے بلایا اور غسل اور کفن دفن اور قبر کے متعلق چند وصیتیں فرمائیں، میں نے عرض کیا والد صاحب، جب سے آپ بیمار ہوئے ہیں واللہ آج کے دن سے بہتر حالت میں میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا اور موت کے کوئی آثار میں جناب پر نہیں پاتا' فرمایا جان پدر تو نے علی بن حسین کو نہیں سنا کہ وہ اس دیوار کے پیچھے سے مجھے پکار رہے ہیں کہ اے محمد جلدی کرو۔ (نور الابصار)

علامہ شبلنجی نے نثر الدرر کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے حضرت جعفر صادق سے فرمایا' اے جانِ پدر خدا نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپا رکھا ہے اپنی رضامندی کو اپنی اطاعت میں، تو کسی طاعت کو حقیر نہ جان شاید اس کی رضا اسی طاعت میں ہو۔ اپنا غصہ اپنی معصیت اور نافرمانی میں، تو کسی معصیت کو حقیر اور ہلکا نہ جان شاید اس کی ناراضی و خفگی اسی معصیت میں ہو۔ اپنے اولیاء کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے تو کسی بندہ کو حقیر نہ جان شاید وہ اللہ کا ولی اور دوست ہو؛

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر … تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ان کی نسل حضرت امام جعفر صادق سے جاری ہے ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن ہیں؛

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد کما تحب و ترضی لہ

حضرت امام جعفر صادق انار اللہ برہانہ المتوفی ۱۴۸ھ

جعفر نام صادق لقب، ابو عبداللہ کنیت ہے، ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے قاسم الفقیہ کی صاحبزادی ہیں اور فروہ کی والدہ اسماء

بنت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیقؓ ہیں، اسی لئے امام جعفر صادق اظہار نعمت کے طور پر فخراً فرمایا کرتے تھے" ولدنی الصدیق مرتین" مجھے ولادت میں حضرت صدیق اکبرؓ سے دوہرا واسطہ ہے۔

علوم اپنے والد ماجد و دیگر فضلائے تابعین سے حاصل کئے اور ان سے ائمہ الاعلام جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریم، امام مالک، امام ابوحنیفہ، ابن عیینہ جیسے مشاہیر امت نے استفادۂ علوم کیا، امام ابوحنیفہ ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، وافر العلوم، کثیر الفیوض تھے، دواوین احادیث وسنن میں ان کی مرویات اور فتاوے موجود ہیں۔

ان کی ولادت ۸۰ھ میں اور ماہ شوال ۱۴۸ھ میں بعمر ۶۸ سال وفات ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، صاحب کشف و کرامات و مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

کرامت ۱۴۷ھ میں جب خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور حج کے بعد مدینہ میں آیا اور اپنے وزیر ربیع کو حکم دیا کہ جعفر کو بلاؤ میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے ہلاک کرے، ربیع نے اغماض اور تغافل کیا، دوسرے دن پھر کہا اور وزیر کو بہت سخت سست سنایا تو وزیر نے آدمی کو بھیج کر حضرت امام جعفر کو بلایا، جعفر صادق آئے تو وزیر نے کہا، ابو عبداللہ تم اللہ کو یاد کرو تم کو ایسے شخص نے بلایا ہے کہ جس کے شر کو خدا کے سوا کوئی دفع نہیں کرسکتا مجھے تم پر بڑا اندیشہ ہے۔ جعفر صادق نے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر ربیع ان کو منصور کے پاس لے گئے۔ جب منصور نے ان کو دیکھا تو جھلّا اٹھا اور سختی سے کہا اے دشمن خدا تجھے اہل عراق نے اپنا امام بنایا ہے اپنے اموال کی زکوٰۃ تیرے پاس بھیجتے ہیں اور تو میری سلطنت میں بغاوت کرتا ہے اور میرے لئے اسباب ہلاکت کی جستجو میں ہے، اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے ہلاک کرے، امام جعفر صادق نے فرمایا یا امیر المومنین سلیمانؑ کو خدا نے حکومت دی انہوں نے شکر کیا اور ایوب علیہ السلام مصیبتوں میں آزمائے گئے انہوں نے صبر کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا گیا تو وہ بخشنے گئے، یہ حضرات

انبیاء علیہ السلام ہیں تمہارا نسب بھی انہی تک پہنچتا ہے تمہیں ان حضرات کی ذات میں اقتدائے حسن ہے، منصور نے کہا یا ابا عبداللہ ٹھیک کہا میرے نزدیک آجاؤ پھر کہا میں نے تم سے جو باتیں کہیں اس کی اطلاع فلاں شخص نے مجھے دی ہے، امام جعفر نے فرمایا اسے میرے سامنے بلاؤ، چنانچہ وہ حاضر کیا گیا منصور نے کہا جعفر کی نسبت تو نے جو بات مجھ سے کہی ہے کیا وہ سچ ہے، اس نے کہا ہاں، امام جعفر نے فرمایا اس سے حلف لو وہ شخص جلدی سے کہنے لگا واللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ الواحد الاحد اس طرح اللہ کی صفات کی گنتی کرنے لگا، حضرت جعفر صادق نے فرمایا جس طرح میں کہوں اس طرح اس سے حلف لو، خلیفہ نے کہا تم جس طرح چاہو حلف لو، جعفر صادق نے فرمایا اے شخص اس طرح کہہ برئت من حول اللہ وقوتہ والتجأت الی حولی وقوتی لقد فعل جعفر کذا وکذا وہ شخص اس طرح حلف کرنے سے رکا، منصور نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا تب اس نے اس طرح قسم کھائی، قسم کھاتے ہی پاؤں زمین پر مارے اور مرگیا، منصور نے کہا اس کے پاؤں کھینچ کر باہر پھینک دو، پھر امام جعفر سے خلیفہ نے کہا انت البرئ الساعۃ پھر قیمتی خوشبو منگائی اور اپنے ہاتھ سے انکی داڑھی میں اتنی لگائی کہ بوندیں ٹپکنے لگیں، پھر ربیع کو حکم دیا کہ ان کو انعامات واکرامات دیکر بعزت رخصت کرو، ربیع کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور چلتے وقت عرض کیا کہ حضرت آپ کے ہونٹ ہلتے تھے، جب آپ ہونٹ ہلاتے تھے منصور کا غصہ فرو ہوجاتا، تو آپ نے فرمایا میں اپنے جد حسین کی دعا پڑھتا تھا، میں نے کہا وہ کیا دعا ہے، فرمایا:

اَللّٰھُمَّ یا عُدَّتِیْ عِنْدَ شِدَّتِیْ وَیَاغَوْثِیْ عِنْدَ کُربَتِیْ اُحْرُسْنِیْ بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْنُفْنِیْ بِرُکْنِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ فَلَا اُھْلَكُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ ۰ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَکْبَرُ وَاَجَلُّ وَاَقْدَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَللّٰھُمَّ بِكَ اَدْرَاُ فِیْ نَحْرِہٖ وَاَسْتَعِیْذُ مِنْ شَرِّہٖ اِنَّكَ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ربیع کہتے ہیں، مجھ پر جب کوئی شدت نازل ہوئی میں نے یہی دعا کی اللہ نے اس مصیبت کو مجھ سے دور کر دیا، پھر میں نے عرض کیا جس شخص نے خلیفہ کے پاس شکایت کی تھی اس کے حلف سے آپ نے منع کیا اور اپنی مرضی کا حلف لیا اس میں کیا راز ہے، فرمایا، اس کے حلف میں خدا کی توحید و تمجید و تنزیہ تھی میں نے خیال کیا کہیں اللہ اس پر حلم کرے اور اسکی عقوبت میں تاخیر ہو اور میں عقوبت کی جلدی کرتا تھا، اس لئے میں نے اس کو یہ حلف دیا جو تم نے سنا اور اللہ نے اس کو فوراً پکڑ لیا؛

حکایت احمد بن عمر رازی کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور کے چہرے پر مکھی آ بیٹھی اس کو اڑا دیا پھر آ بیٹھی یہاں تک کہ وہ تنگ ہو گیا، جعفر صادق اس وقت اس کے پاس تھے، خلیفہ نے کہا اے ابا عبداللہ، اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا، فرمایا، اس لئے کہ جابر اور ظالم کو ذلیل کرے، منصور چپکا ہو گیا؛

حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق المتوفی ۱۸۳ھ

موسیٰ نام، کاظم لقب، ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت تھی، ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے۔ ان کی ولادت ۱۲۸ھ میں مقام ابوا میں اور وفات ۱۸ رجب ۱۸۳ھ بمقام بغداد ہوئی یہ حضرت ۲۳ فرزندوں اور ۱۴ دختروں کے والد ہیں نرینہ فرزندوں میں سے پانچ عبدالرحمٰن، عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد لاولد تھے اور تین فرزندوں سلیمان، فضل، احمد کے صرف دختری اولاد تھی، پانچ صاحبزادوں حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علمائے نسب میں اختلاف ہے اور دس صاحبزادوں علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسمٰعیل، محمد، اسحاق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔

خواجہ بزرگ سلطان الہند حضرت سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۸ر رجب ۶۳۲ھ حضرت امام موسیٰ کاظم کی نژاد عالی سے ہیں۔

حضرت موسیٰ کاظم علم و فضل و کمال، عبادت، زہد و ورع، جود و سخا میں مشہور زمانہ تھے۔ فقرائے اہل مدینہ کو تلاش کر کے رات کو ان کے گھروں میں نقد و جنس بھیجتے تھے اور نفقات پہنچاتے وہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ رزق کہاں سے آتا ہے، جب ان کا انتقال ہوا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کی اکثر دعا یہ تھی، اللھم انی اسئلك الراحة عند الموت و العفو عند الحساب

کرامت اسحاق ابن عمار کہتے ہیں، جب خلیفہ ہارون رشید نے حضرت موسیٰ کاظم کو قید کیا، ایک رات کو امام ابو یوسف و امام محمد بن حسن ان کے پاس قید خانہ میں گئے اور سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان کے علم کا مرتبہ آزمانے کے لئے امتحاناً چاہا کہ کچھ سوال کریں اتنے میں ایک سپاہی جیل خانہ کا محافظ آیا اور کہا میری باری ختم ہو گئی ہے اب میں جاتا ہوں کل انشاء اللہ پھر آؤں گا، آپ کا کوئی کام ہو تو فرمائیے میں اوسے پورا کرتا آؤں، فرمایا، میرا کوئی کام نہیں ہے تو جا، اس کے جانے کے بعد امام ابو یوسف و امام محمد سے فرمایا کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے کہ یہ مجھ سے کہتا ہے کہ کوئی حاجت ہو تو میں کل کرتا لاؤں، اور وہ آج کی رات مر جائیگا" یہ دونوں صاحب امتحاناً سوال کرنے سے رک گئے اور کچھ نہ پوچھا اور آپس میں کہا کہ ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ ہم فرض و سنت کا سوال کرتے یہ تو ہمارے ساتھ علم غیب میں گفتگو کرنے لگے، واللہ ہم کسی شخص کو اس مرد کے پیچھے بھیجیں گے کہ وہ اس کے گھر کے دروازہ پر رات گذارے اور دیکھے کہ کیا ہوتا ہے چنانچہ ایک شخص کو بھیجا جو اس کے دروازہ پر جا بیٹھا، جب رات گذری رونا پیٹنا مچا، کہا خیر ہے، کیا ہوا کہا صاحب خانہ کا انتقال ہو گیا، قاصد نے آکر یہ خبر پہونچائی ان صاحبوں کو سخت تعجب ہوا۔

حسب تحقیق کتاب بغیۃ الطالب لمعرفۃ اولاد ابی طالب حضرت موسیٰ کاظم

کے فرزندوں میں ایک صاحبزادے عون بھی تھے، انہی کی طرف حضرت سیدی ابوالحسن وابوالاشبال علی اہدلؒ کا نسب راجع ہوتا ہے، حضرت مولینا سید عبدالباری الاہدلی المراوعی مدظلہ، مقیم رنگوں اسی خاندان عالی سے ہیں۔

حضرت امام علی الرضا المتوفی سنہ ۲۰۳ھ

علی نام، رضا لقب، ابوالحسن کنیت ہے، ولادت سنہ ۱۴۸ ہجری، وفات بماہ صفر سنہ ۲۰۳ھ بعمر ۵۵ سال مزار مشہد مقدس میں ہے، ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے حضرت موسیٰ کاظم کے تمام فرزندوں کو بیحد فضل وکمال حاصل تھا مگر جو فضل وعلم و کمالات علمی وعملی وجود وسخا حضرت علی رضا کو حاصل تھے وہ اور کسی میں نہیں تھے یہ صاحب فضل واحسان اکابر سادات واجلہ علمائے امصار سے تھے۔

خلیفہ مامون رشید نے اپنی حین حیات میں ان کو اپنا ولی عہد اور جانشین بنا لیا تھا، اور ولی عہدی کا تحریری وثیقہ خاص اپنے قلم سے لکھ کر اور امراؤ اعیان حکومت کے دستخط سے مزین کر کے ان کو برسر دربار عنایت کیا تھا۔

کرامت حاکم نے سعید بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضا نے ایک شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بندۂ خدا تجھے جو کچھ وصیت کرنی ہو کر لے اور یقینی چیز کے لئے تیار ہو جا، وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔

کرامت طوسی نے کتاب اعلام الوریٰ میں نقل کیا ہے کہ ابی حبیب نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں خواب میں دیکھا جس جگہ ہمارے شہر میں حجاج ہر سال آکر اترتا ہے، اور میں نے جاکر حضور کو سلام عرض کیا، اور آپ کے سامنے کھڑا ہوا آپ کے پاس تمر صیحانی کا ایک طبق بھرا رکھا ہے، آپ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر تمر مجھے دیئے، میں نے گنا تو اٹھارہ دانے تھے میں نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ میں ہر دانے کے

عوض ایک سال زندہ رہوں گا، بیس دن کے بعد میں اپنی زمین میں تھا، اس کو کھیتی کے لئے آباد کرتا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر مجھے خبر دی کہ علی رضا آئے ہیں اور اسی مسجد میں اترے ہیں، میں نے دیکھا کہ لوگ ہر طرف سے دوڑے آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں میں بھی ان کے پاس گیا تو اسی جگہ بیٹھے دیکھا جہاں حضور کو تشریف رکھے دیکھا تھا۔ ان کے نیچے ایک چٹائی بچھی تھی جیسی کہ حضور کے نیچے بچھی تھی اور سامنے تمر صیحانی کا ایک طبق بھرا رکھا تھا میں نے سلام عرض کیا آپ نے وعلیکم السلام کہا اور اپنے پاس بلا کر ایک مٹھی بھر کے دی میں نے گنا تو وہی اٹھارہ عدد تھے جتنے حضور نے عنایت فرمائے تھے میں نے عرض کیا زیادہ دیجئے، فرمایا، اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ دیئے ہوتے تو میں بھی تم کو زیادہ دیتا۔

حضرت علی رضا کے عقب میں پانچ صاحبزادے محمد تقی، حسین، حسن، جعفر، ابراہیم اور ایک صاحبزادی عائشہ باقی رہیں۔

حضرت امام محمد الجواد المتوفی ۲۲۰ھ

محمد نام، جواد لقب، ابو جعفر کنیت، ولادت رمضان ۱۹۵ھ اور وفات آخر ذی قعدہ ۲۲۶ھ بعمر پچیس سال سر من رائی میں ہوئی، علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

آپ جامع فضائل اور حاوی ستودہ خصائل تھے جملہ علما اور تمام فضلائے زمانہ سے آداب و علم میں ممتاز و سر برآوردہ تھے اپنے ہمعصروں سے حسن و جمال میں بھی فائق تھے جودت طبع، دقت نظر، حاضر جوابی میں ذکاوت ہاشمی کا ضرب المثل نمونہ تھے۔

علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں خلیفہ مامون الرشید عباسی کی شاہزادی ام الفضل سے آپ کی نکاح کی بابت ایک نادر اور دلچسپ مناظرہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ مامون نے جب آپ کی نوعمری میں علم و فضل سے آراستہ اور رشد و صلاح سے

پیراستہ پایا تو اپنی چھوٹی صاحبزادی ام الفضل کا نکاح آپ سے کرنا چاہا تو عباسی خاندان مانع آیا کہ مبادا خلافت کی باگ ان کے ہاتھ میں دیکر ان کو ولی عہد بنا دیا جائے جیسے انکے والد ولی عہد بنا دیئے گئے تھے۔

چنانچہ ان کے فضل وکمال کے بارے میں مامون اور شاہی خاندان کے سربرآوردہ اُمرا بعض بہت کچھ گفت وشنید کے بعد یہ امر طے پایا کہ ان کے امتحان کے لئے ایک فاضل شخص کا انتخاب کیا جائے جو ان کا امتحان لے، اس کام کے لئے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم منتخب ہوئے، عباسی خاندان نے ان کو بہت کچھ مال وزر اور انعام واکرام دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ محمد جواد کو لاجواب وساکت کر دے، حسب الحکم خلیفہ کے حضور میں مجلس مناظرہ قائم ہوئی، قاضی القضاۃ مع ارکین دولت حاضر ہوئے، مامون رشید نے حضرت محمد جواد کیلئے عمدہ فرش بچھانے کا حکم دیا آپ اس پر بیٹھائے گئے۔ قاضی القضاۃ نے کئی باریک اور لاینحل مسائل آپ سے دریافت کئے آپ نے برجستہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے کافی شافی اور واضح جوابات دیئے پھر خلیفہ مامون نے فرمایا کہ ابوجعفر تم تو کافی جوابات دے چکے ہو اب اگر تمہارا دل چاہے تو تم قاضی القضاۃ سے کوئی مسئلہ دریافت کرلو۔

آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو کہ جس نے دن کے اول حصہ میں ایک ایسی عورت پر نگاہ ڈالی جو اس پر حرام تھی، مگر جب آفتاب بلند ہوا تو وہ اس پر حلال ہوگئی، پھر ظہر کے وقت اس پر حرام ہوگئی اور عصر کے وقت حلال ہوگئی پھر مغرب کے وقت حرام ہوگئی اور عشاء کے وقت پھر حلال ہوگئی اور پھر آدھی رات کو حرام ہوگئی اور صبح ہوتے ہی حلال ہوگئی، قاضی یحییٰ یہ پیچیدہ سوال سن کر حیران وششدر رہ گیا اور کہنے لگا کہ صاحبزادہ رسول مجھ سے اس کا جواب نہیں بن پڑتا آپ ہی افادہ فرمائیے، حضرت محمد جواد نے فرمایا، سنو وہ عورت ایک شخص کی لونڈی تھی جس پر اجنبی کو نگاہ ڈالنا حرام تھا جب دن چڑھے اس کو خرید لیا تو حلال ہوگئی، پھر ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا تو حرام ہوگئی پھر

عصر کے وقت اس سے نکاح کرلیا تو حلال ہوگئی اور مغرب کے وقت اس سے ظہار کرلیا یعنی قسم کھا بیٹھا کہ بخدا میں تیرے پاس نہ آؤں گا تو پھر حرام ہوگئی، اور عشاء کے وقت قسم کا کفارہ دیدیا تو پھر حلال ہوگئی، اور آدھی رات گذرے اس نے طلاق رجعی دیدی کہ حرام ہوگئی اور فجر کے وقت رجوع کرلیا کہ پھر حلال ہوگئی۔ انتہی

اس وقت مامون رشید نے عباسی خاندان کو مخاطب کیا کہ اب تم نے ان کا علم و فضل اپنی نظروں سے دیکھ لیا جس سے تم منکر تھے، چنانچہ اسی مجلس میں شاہزادی ام الفضل کا نکاح آپ سے کردیا اور مدینہ طیبہ میں رہنے کی اجازت دیدی، حضرت محمد جواد زوجہ محترمہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے گئے، چند روز کے بعد شاہزادی ام الفضل نے مدینہ منورہ سے اپنے باپ سے شکایت کہلا بھیجی کہ مجھ پر کنیز کو سوکن بنا کر لا بٹھایا، مامون رشید نے جواب لکھا دیا کہ میں نے تم کو ان کی زوجیت میں اس لئے نہیں دیا کہ حلال چیز کو ان پر حرام کردوں لہذا آئندہ ایسی شکایت کبھی میرے کانوں تک نہیں آنی چاہیے۔

کرامت حضرت محمد جواد بغداد سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لئے آپ کی ہمراہی میں بہت دور تک گئے، جب نزدیک خانہ سیب کے باب کوفہ پر پہنچے تو وہاں مغرب کا وقت ہوگیا، سواری سے اتر کر ایک پرانی مسجد میں جو قریب میں تھی نماز پڑھنے گئے صحن مسجد میں ایک بیری کا درخت تھا جس میں کبھی پھل نہ آیا تھا آپ نے ایک لوٹا پانی منگوا کر اس درخت کی جڑ میں وضو کیا اور مغرب کی نماز پڑھائی اور چار رکعت نماز نفل پڑھ کر سجدہ شکر ادا کرکے لوگوں کو رخصت کیا، اسی رات اس درخت میں کثرت سے پھل لگے اور بہت بار آور ہوا، لوگ یہ کرامت دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ نور الابصار

ان کی نسل دو صاحبزادوں علی ہادی اور موسیٰ المبرقع سے جاری ہے اور حضرت موسیٰ کی نسل ان کے صاحبزادے احمد سے جاری ہے، لکھنؤ، خیرآباد، سونی پت

وغیرہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

سیدنا امام علی ہادی بن محمد الجواد المتوفی ۲۵۴ھ

علی نام، عسکری لقب، ہادی نقی علم، ابوالحسن کنیت ہے، مدینہ منورہ میں ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے، ان کی والدہ شمامہ مغربیہ تھیں، یہ اپنے والد بزرگوار کی طرح جامع اوصاف حمیدہ وحادی خصائل فرخندہ تھے، خلفائے عباسیہ کی نظروں میں ہمیشہ معزز ومحترم رہے معاصرین زمانہ وقعت وعزت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں کان ابوالحسن العسکری وارث ابیہ علمًا ومنحًا یعنی حضرت حسن عسکری علم وفضل اور جود وسخا میں اپنے والد بزرگوار کے سچے وارث تھے۔

حکایت خلیفہ متوکل کے حضور میں کسی عیارہ عورت نے اپنی شرافت کا دعویٰ کیا کہ میں سیدانی ہوں، خلیفہ نے کہا کہ اس امر کی تحقیق کی جاوے، لوگوں نے کہا حضرت علی عسکری سے دریافت کرنا چاہیے، یہ بلائے گئے، جب تشریف لائے تو خلیفہ نے اپنے برابر میں تخت شاہی پر جگہ دی، ان سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا

ان اللہ حرم لحم اولاد الحسنین علی السباع فتلقیٰ للسباع یعنی "خدا نے ذریت امام حسین یعنی اہل بیت رسول کے گوشت کو درندوں پر حرام قرار دیا ہے" اس کو شیر کے آگے ڈال دو، عیارہ سے کہا گیا کہ تیرے لئے یہ تجویز ہوئی ہے، اس نے اپنے جھوٹ کا اقرار کرلیا۔

لوگوں نے متوکل سے کہا کہ ان کی بات کے موافق انہی کی آزمائش کرنی چاہیے حسب الحکم تین شیر لائے گئے اور شاہی محل کے صحن میں چھوڑ دئے گئے، حضرت علی ہادی بلوائے گئے، جب احاطہ صحن میں تشریف لائے تو دروازہ بند کردیا گیا، شیروں

کی چنگھاڑ سے محل گونج اٹھا اور کان بہرے ہو گئے تھے، حضرت ہادی صحن میں سے گذرے تو شیر ان کے پاس آکر چپکے ہو گئے اور دم ہلاتے ہوئے اور ان سے اپنا جسم لگاتے ہوئے ان کے گرد پھرنے لگے، آپ نے اپنی آستین سے ان کو چھوا وہ بیٹھ گئے، یہ متوکل کے پاس پہنچے اور تھوڑی دیر بات چیت کر کے واپس اتر کر صحن میں آئے تو اس وقت بھی اگلی بار کی طرح ان کے پاس آکر دم ہلا کر محبت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ گھر سے باہر چلے گئے، متوکل نے ان کے پیچھے بہت سے ہدایا و تحفے و تحائف روانہ کئے، کسی نے متوکل سے کہا کہ جیسا آپ کے ابن العم نے کر دکھایا آپ بھی کیجئے، متوکل کو ہمت نہ پڑی اور کہا تم مجھے مروا ڈالنا چاہتے ہو، پھر خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ راز فاش نہ ہو (نور الابصار)

کرامت اسباطی کہتے ہیں کہ عراق سے مدینہ میں آیا اور حضرت علی عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، خلیفہ واثق کی کیا خبر ہے، میں نے کہا اچھی طرح چھوڑ کر آیا ہوں اور اسی کے پاس سے صحیح سلامت چھوڑ کر چلا آتا ہوں، فرمایا، لوگ کہتے ہیں وہ مر گیا، میں سمجھا لوگوں سے مراد خود ہی ہیں، میں چپکا ہو رہا، دریافت فرمایا ابن الزیات کا کیا حال ہے، میں نے کہا لوگ اس کے ساتھ ہیں اور آج حکم اسی کا چلتا ہے، فرمایا، اس لئے یہ امر موجب وبال ہے، مقدراتِ الٰہی ضرور ہو کر رہتے ہیں، سن، واثق مر گیا اور جعفر متوکل اس کی جگہ گدی نشیں ہوا، اور ابن الزیات مارا گیا، میں نے کہا کب فرمایا تیرے نکلنے کے چھ دن بعد، چنانچہ تھوڑے دن گذرے کہ متوکل کا قاصد مدینہ میں آیا اور حضرت علی ہادی نے جس طرح فرمایا تھا ویسا ہی ظہور ہوا۔ (نور الابصار)

ان کی وفات ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں ۴۲ سال کی عمر میں سر من رائے میں ہوئی، اپنے گھر میں مدفون ہوئے، دو فرزندوں ابوعبداللہ جعفر تواب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

ابوعبداللہ جعفر کی کنیت ابو کرین ہی ہے، ایک کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے چونکہ

یہ ایک سو بیس بچوں کے باپ تھے' اس لئے اس کنیت سے پکارے گئے۔

ان کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی' ان کی نسل چھ فرزندوں سے جاری ہے، اسمٰعیل حریف، یحییٰ الصوفی' ہارون، علی المختار' ادریس' طاہر۔

اسمٰعیل و یحییٰ کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے' ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں، علی المختار کی اولاد سے سادات بھکر ہیں' حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ ہجری اسی شاخ عالی سے ہیں۔

امام حسن خالص عسکری المتوفی ۲۶۰ھ

حسن نام عسکری لقب' ابو محمد کنیت' ان کی ولادت بماہِ رمضان ۲۳۲ھ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی' ۲۸ سال کی عمر میں ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہجری میں سر من رائے میں وفات پائی' حضرت حسن عسکری علم و فضل و کمال و تحمل و جود و سخا میں ممتاز و معروف تھے پرلے درجے کے عابد و متقی اور نہایت سخی و کریم تھے خلفائے عباسیہ ہمیشہ تعظیم و تکریم سے آپ کے ساتھ پیش آتے اور تحفہ تحائف اور صلہ رحمی کرتے رہے' صاحب کشف و کرامات تھے' علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں آپ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جب حضرت ابو محمد حسن خالص قید ہوئے تو سُر مَن رائے میں مخلوق پر سخت قحط پڑا خلیفہ وقت معتمد باللہ کے حکم سے تین دن تک باہر نکل کر دعائے باراں کی گئی مگر بارش نہ ہوئی تب نصاریٰ اپنے ساتھ ایک نصرانی راہب لے کر دعائے باراں کے لئے بیرونِ شہر نکلے وہ راہب جس وقت بھی اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا اسی وقت مینہ برسنے لگتا پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا' یہ دیکھ کر بعض نادان شک میں پڑ گئے اور بعض مرتد ہو کر نصرانی بن گئے' خلیفہ کو یہ امر بہت شاق گذرا اور اس نے حضرت

حسن خالص کو بلا کر ان سے کہا کہ اپنے نانا کی امت کو سنبھالو اس سے پہلے کہ وہ ہلاک ہو جائیں حضرت حسن نے فرمایا بہتر ہے کل کو سب لوگ باہر چلیں اور میں انشاء اللہ شک دور کر دوں گا اور خلیفہ سے آپ نے فرمایا کہ میرے رفقا کو قید خانے سے رہائی دی جائے، چنانچہ سب رہا کر دیئے گئے، جب سب آدمی دعائے باران کیلئے بیرون شہر آئے تو راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور بارش برسنے لگی، حضرت حسن نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا جائے، دیکھا تو اس کے ہاتھ میں آدمی کی ہڈی تھی، پس اس ہڈی کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا کہ اب پانی برسا، چنانچہ اسنے اپنا ہاتھ اٹھایا تو ابر بھی جاتا رہا اور دھوپ نکل آئی، لوگوں کو اس سے بڑا تعجب ہوا خلیفہ نے حضرت حسن سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اے ابو محمد؟ انہوں نے کہا کہ یہ کسی نبی کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کسی قبر سے ہاتھ لگ گئی ہے اور کسی ہڈی جب آسمان کے نیچے کھولی جاتی ہے تو بارش برسنے لگا کرتی ہے، چنانچہ اسی ہڈی مبارک کا کئی مرتبہ امتحان کیا گیا اور ایسا ہی ہوا جیسا حضرت حسن نے فرمایا تھا اور لوگوں کا شک دور ہو گیا اور حضرت حسن عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر واپس چلے آئے اور خلیفہ کے انعام و ہدایا گھر بیٹھے پہنچتے رہے یہاں تک کہ وہیں سر من رائے میں وفات ہوئی اور اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(انتہی، کذا فی الصواعق محرقہ)

کرامت ابراہیم بن ہشام عیسٰی سے ناقل ہیں کہ جب حضرت حسن جیل خانہ میں ہمارے پاس آئے تو مجھے فرمایا اے عیسٰی تیری عمر ۶۵ سال ایک ماہ دو دن کی ہے میرے پاس ایک کتاب تھی جس میں میری تاریخ ولادت لکھی ہوئی تھی میں نے اس میں دیکھا تو جیسا آپ نے فرمایا تھا ٹھیک پایا۔ (نور الابصار)

ان کے ایک ہی فرزند محمد نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنے

والد کی حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔

سادات کرام اور مصنوعی مدعیان سیادت کی پہچان

چونکہ سادات عظام اہل بیت یعنی خاندان نبوت سے ہیں لہذا شرافت اور نجابت ان کی سرشت میں داخل ہے اس لئے بعض اکابر امت نے شرفاء (یعنی سیدوں) کی پہچان کے لئے ان کے اعمال و افعال حسنہ اور زہد و تقویٰ اور جود و کرم کو معیار قرار دیا ہے اور جس شخص میں افعال شنیعہ اور جذبات رذیلہ پائے جائیں اس کے شریف ہونے کا انکار کر دیا ہے چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی نے سر العالمین و کشف مافی الدارین میں لکھا ہے کہ ایک معتبر شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ منصور نے بہت سے سادات علویہ کو شہید کرایا چنانچہ بقیہ سادات یمن کی طرف ہجرت کر گئے جب مامون بادشاہ ہوا تو اس نے اہل بیت سے محبت اختیار کی اور ان کو تلاش کرنا شروع کیا چنانچہ معلوم ہوا کہ بہت سے سادات بنی فاطمہ یمن میں ہیں، مامون نے ان کے بلانے کو قاصد روانہ کئے جب ان سادات کو خبر ہوئی تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ بات قرار دی کہ ہم لوگ بذات خود تو نہیں جاتے بلکہ ہمارے وہ غلام جو شکل و شمائل میں ہم سے مناسبت رکھتے ہیں ان کو اپنے نام سے بھیج دیتے ہیں پھر انہوں نے ایسا ہی کیا کیونکہ مامون کی طرف سے سادات موصوفین مطمئن نہ تھے، الغرض جب یہ مصنوعی سادات جو دراصل غلام تھے مامون کے پاس پہنچے تو اس نے انکی بہت خاطر کی اور بڑی عزت سے انکو رکھا یہ لوگ سادات ہی مشہور رہے اور انہوں نے شادیاں کیں اور اولاد بھی انکی سادات کہلانے لگی، اسی سبب سے جب تم کسی سید کو بدصورت، بدخلق، بددماغ دیکھو تو جان لو کہ یہ انہی غلام زادوں میں سے ہے، کیونکہ سادات کا خاندان عالیشان ایسا نہیں ہے جس میں کمینوں کی گنجائش ہو سکے اور یہی حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول کا مطلب ہے کہ ہم پاک گھرانے کے

لوگ ہیں نہ ہم خود فسق و فجور کرتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے۔

خاتمہ

حضرت سیدنا امام مہدی علیہ السلام

حضرت امام مہدی خاتم الخلفاء الراشدین والامۃ المجتہدین ذریت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں، واضح ہو کہ مہدی لغت میں ہدایت پانے والے کو کہتے ہیں بنابریں بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور بہت سے تا زمانہ امام مہدی موعود اور ہوں گے، لیکن وہ مہدی کہ جن کا ذکر احادیث میں بکثرت ہے وہ مہدی خاص ہیں جو بوقت دجال ظاہر ہوں گے اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتحیاب ہوں گے حلیہ مبارک ان کا کشیدہ قامت، قوی الجثہ، سفید رنگ سرخی مائل، کشادہ چہرہ، ناک باریک و بلند، زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے علم آپ کا لدنی ہوگا چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوں گے اس کے بعد سات یا آٹھ سال زندہ رہیں گے، آپکا نام محمد والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا مدینہ کے رہنے والے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔

ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا تمام نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہل میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوگا اس کا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا نیز ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطًا وعدلًا کما ملئت ظلمًا وجورًا یملك سبع سنین یعنی مہدی میری اولاد سے ہے کشادہ پیشانی بلند بینی زمین کو عدل و انصاف سے

بھر دیگا جیسے کہ جور و ظلم سے بھر گئی تھی علاوہ اس کے کثرت سے احادیث امام مہدی موعود آخر الزماں کے بارے میں وارد ہیں امام مہدی کے لئے چند خصائص ہیں جنکو صاحب نور الابصار نے ذکر کیا ہے۔

(۱) صواعق محرقہ میں لکھا ہے اظہر یہ ہے کہ خروج امام مہدی کا قبل نزول حضرت عیسیٰ کے ہو گا اور بعض نے کہا ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰ کے۔

(۲) اس باب میں اخبار نبویہ متواترہ ہیں کہ مہدی منجملہ اہل بیت رسالت کے ہونگے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

(۳) احادیث متواترہ سے یہ بات ثابت ہے کہ امام مہدی قتل دجّال میں حضرت عیسیٰ کے معاون ہوں گے باب لد زمین فلسطین ملک شام میں۔

(۴) حدیث میں آیا ہے کہ خروج مہدی کا سال طاق میں ہو گا یعنی ایک، تین، پانچ یا سات یا نو میں۔

(۵) امام مہدی بعد عقد بیعت کے مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف جائیں گے پھر وہاں سے لشکروں کو موقع موقع پر بھیجیں گے۔

(۶) ان کی سلطنت ساری دنیا پر ہو گی اور ان کے لئے مخفی خزانے ظاہر ہوں گے اور کسی جگہ ویران زمین نہ ہو گی لیکن اس کو آباد کریں گے۔

ف بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ساری دنیا کے چار شخص بادشاہ ہوئے ہیں دو مسلمان حضرت سلیمان اور ذو القرنین اور دو کافر نمرود اور بخت نصر اور پانچواں بادشاہ ہفت اقلیم کے امام مہدی ہوں گے اور بعد امام مہدی کے سلطنت حضرت مسیح کی ہو گی یہ بھی ساری دنیا کے حاکم اسلام ہوں گے اس اعتبار سے گویا ساری دنیا کی حکومت چار مسلمان بادشاہ اور اور دو کافر بادشاہوں میں منحصر رہی۔

(۷) ابر ان پر سایہ کرے گا۔

(۸) امام مہدی نماز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کریں گے۔

(۹) ابدال شام، نجبائے مصر حضرت مہدی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور ہر چہار طرف سے عساکر و افواج اسلام آکر امام مہدی کی فوج میں شرکت کریں گے۔

(۱۰) ایک خراسانی امیر حضرت امام مہدی کی مدد میں ایک جرار فوج لے کر آئے گا جسکی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہوگا۔

امام مہدی کا حضرت امام حسن کی اولاد ہونے کے باب میں علمائے دو نکتے بیان فرمائے ہیں؛

اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے، بڑے حضرت اسمٰعیل اور چھوٹے حضرت اسحاق، جس طرح حضرت اسحٰق کی اولاد میں کثرت سے انبیا علیہم السلام ہوئے اور حضرت اشرف الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل خلف اکبر کی اولاد ہوئے، اسی طرح سبط اصغر حضرت امام حسین کی اولاد میں اور ائمہ کبار ہوئے اور خاتم الائمہ والخلفاء امام مہدی، سبط اکبر حضرت امام حسن کی اولاد میں ہونگے۔

دوم امام حسن رضی اللہ عنہ نے امت مرحومہ کو قتل و قتال و خونریزی سے بچانے کی خاطر خالصاً لوجہ اللہ خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں خاتم الائمۃ، خلیفۃ اللہ فی الارض امام مہدی موعود کو پیدا فرمائے گا جو روئے زمین کے مالک ہوں گے اور ساری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی ذات ذبح ہونے کے لئے فدا کی تھی اللہ نے ان کی برکت سے ان کی اولاد میں ایسے سردار دوجہاں خاتم النبیین ﷺ کو پیدا فرمایا کہ دنیا کی تاریک فضا جنکے انوار کی برکت سے قیامت تک کیلئے منور و روشن ہوگئی۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی الہ کما تحب وترضیٰ لہ نسئل اللہ العفو والعافیۃ التامۃ والمغفرۃ العامۃ

فی الدارین لنا ولوالدینا ولمشائخنا فی الدین و
انہ ارحم الراحمین ط

دارم گنہے ز قطرہ باران بیش   وز شرم گنہ فگندہ ام در پیش
ناگاہ ندا شد کہ مترس اے مرغوب   ما در خور خود کنیم تو در خور پیش

و اخردعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام
علی رسولہ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین
یوم الدین والہ واصحابہ اجمعین.

ضمیمہ

نسبی شرافت اور ارشادِ حکیم الامتؒ

محی السُنۃ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے سلسلۂ مواعظ میں ایک بلیغ، موثر، اور حکیمانہ مضمون ارشاد فرمایا ہے جس سے ایک طرف نسبی شرافت و وجاہت کی اصل قدر و قیمت اور افادیت و اہمیت واضح ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ اس نسبت کا "سفینۃ النجاۃ" ہونا معلوم ہوتا ہے۔ تو دوسری جانب صرف نسبی شرافت پر غرّہ کر کے سرمایۂ عمل سے غفلت و کوتاہی برتنے اور اس سے پہلوتہی کرنے والے کے لیے اس کا غیر مفید ہونا کُھل کر سامنے آتا ہے جیساکہ حدیث پاک میں ارشادِ نبویؐ ہے۔

من ابطأبہ عملہٗ لم یسرع الیہ نسبہ (مشکوۃ) جس شخص کو اس کا عمل پیچھے ڈال دے تو وہ صرف نسب سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے اس مضمون کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے ایک مسلکِ اعتدال اور افراط و تفریط کے درمیان ایک معقول و متوازن نقطۂ نظر کی نشاندہی ہو جاتی ہے جو دینی اعتبار سے بہت اہم اور ضروری امر ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں اہل بیت کے حقوق کی رعایت سے غفلت و کوتاہی پر شرعی تنبیہہ کا فریضہ بحمد اللہ بحسن و خوبی ادا ہو گیا ہے۔ لیکن خود اہل بیت نبوّت کے سلسلۃ الذہب میں شامل افراد کے لیے اپنے مرتبہ و مقام کا عرفان اور اپنی حیثیت کا تعیّن و تشخّص اور اپنی ذمہ داریوں کے احساس اور اس سے بطرزِ احسن عہدہ برآ ہونے کے سلسلہ میں مناسب اور موزوں معلوم ہوا کہ اس کتاب کے اخیر میں حضرت حکیم الامتؒ

قدس اللہ سرہٗ کا یہ مفید اور دلچسپ مضمون بھی شامل کتاب کر دیا جائے تو طرفین کے لیے بہت نافع اور دین و دنیا میں صلاح و فلاح کا سبب ہو۔

اسی جذبہ کے تحت حضرت ہی کے الفاظ میں من وعن بطور ضمیمہ اس کو شریکِ کتاب کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین باتمکین کے لیے حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ عالیہ اور مواعظ بلیغہ سرمۂ عبرت ثابت ہوں گے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

فقیر سیّد خلیل حسین عفی عنہٗ
مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دار المسافرین دیوبند
۹ ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ

باسمہٖ تعالیٰ

جب ایمان وعمل صالح مقبولیت ونجات کا طریق ہے تو بدون اس کے تمام نسبتیں نجات کے لیے ناکافی ہیں۔ مثلاً کسی بزرگ کی اولاد ہونا یا اپنے پاس کسی بزرگ کا تبرّک ہونا یہ تنہا نجات کے لیے کافی نہیں۔

صاحبو! ہمیں بزرگوں کے تبرّکات سے انکار نہیں مگر ان کی اصل اتنی ہے جیسے ایک مثال سے واضح ہوگا اور مجھے مثال دیتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ایک دینی مسئلہ کیلئے دنیا کی مثال دوں مگر کیا کیا جائے کہ آج کل لوگوں کے ذہن میں خدائی معاملات کی اتنی قدر نہیں جتنی دنیوی معاملات کی قدر ہے اس لیے جب کسی خدائی معاملہ کو دنیوی معاملہ سے مطابق کر دیا جاتا ہے تو وہ جلدی لوگوں کے ذہن میں آجاتا ہے اس لیے میں شرماتا ہوا مثال دیتا ہوں کہ "ان تبرّکات کا اتنا اثر ہے جیسے دو شخصوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہو اور نوکری کی درخواست دی ہو مگر ان میں ایک تو ایسا ہے جس کا خاندان خیر خواہ سرکار ہونے میں مشہور ہے اور دوسرا ایسا نہیں تو ان دونوں میں اوّل ملازمت سے وہ کامیاب ہوگا جس کا خاندان خیر خواہ سرکار ہے۔ اور اگر دونوں ساتھ ہی ملازم ہو جائیں تو اس شخص کو بڑا عہدہ ملے گا اور دوسرے کو اس سے کم۔ غرض معزز خاندان والے کا ضرور لحاظ ہوتا ہے خواہ جلدی کامیاب ہونے میں یا بڑا عہدہ ملنے میں کیونکہ وہ ایسے خاندان کی طرف منسوب ہے جو خیر خواہ سرکار ہے لیکن اگر یہ فقط صاحبِ انتساب ہی ہو اور کوئی امتحان اس نے پاس نہ کیا ہو بلکہ خود جاہل اور بد معاش ہو تو اس صورت میں اس کو یہ کہنا کچھ مفید نہ ہوگا کہ پدرِ من سلطان بود بلکہ اس کے جرائم پر دوسروں سے زیادہ قوی مقدّمہ قائم ہوگا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ افسوس تم باوجود حقوقِ سلطنت سے واقفیت کے سلطنت کی مخالفت کرتے ہو، تم تو حکومت کے آشنا تھے تمہارے تو بچّہ بچّہ کی زبان پر حکومت کے حقوق واحسانات کا تذکرہ تھا،

تجھ پر کیا مار آئی جو مخالفتِ قانون پر پیش قدمی کرنے لگا تو عجب نہیں کہ اس شخص کے جرم پر ایسا سنگین مقدمہ قائم ہو جو ایک غیر معزز شخص کے جرم پر نہ قائم ہو اور یہ حکومت کی نظر میں زیادہ مبغوض و قابلِ نفرین قرار پاتے چنانچہ واقعات اس پر شاہد ہیں۔

اسی طرح بزرگوں کی طرف انتساب سے یہ نفع ضرور ہوتا ہے کہ یہ شخص اگر ایمان و عمل صالح اختیار کرے تو دوسروں سے جلدی کامیاب ہوتا یا بڑے درجہ میں پہونچ جاتا لیکن اگر یہ سرکشی سے پیش آوے تو اس وقت نرا انتساب کافی نہ ہوگا۔ اِس وقت مجھے اپنے استاد علیہ الرحمۃ کا ایک ارشاد یاد آیا جو ایک حدیث کی شرح میں انہوں نے فرمایا تھا۔ اوّل میں حدیث سُنا دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک منافق تھا "عبد اللہ بن اُبیّ" یہ رئیس المنافقین تھا مگر اس کے لڑکے صحابی اور مومن مخلص تھے جب اس منافق کا انتقال ہوا تو اس کے لڑکے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے کفن کے لیے اپنا کرتہ عطا فرما دیجئے (شاید اس کی برکت سے خدا اس کی مغفرت فرما دے) حضورؐ نے اپنا کرتہ دے دیا اور تجہیز و تکفین میں بھی شریک ہوئے حتیٰ کہ نماز جنازہ بھی پڑھانا چاہی اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش آگیا انہوں نے حضورؐ کی چادر مبارک پکڑ لی کہ آپ کس کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ ایک منافق کی جس کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی چاہے آپ منافقین کے لیے ستّر دفعہ بھی دعا و استغفار فرمائیں خدا تعالیٰ ان کو نہ بخشیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو استغفار سے منع نہیں فرمایا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستّر دفعہ سے زیادہ استغفار کرنے سے ان کی مغفرت ہو جائے گی تو میں زیادہ استغفار کرلوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور حضور نے جنازہ کی نماز پڑھادی۔ واقعی حضورؐ کی بھی کیا عجیب شفقت و رحمت تھی کہ دشمنوں سے بھی رحمت میں آپ کو دریغ نہ تھا۔ صاحبو!

ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہم کو ایسے رحیم وکریم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نصیب ہوئے ہیں تو آپ سے بہت کچھ اُمیدیں ہیں ؎

ؔ۱ نماند بعصیاں کسے در گرو   کہ دارد چنیں سیّد پیش رو

جب دشمنوں پر بھی آپ کی یہ رحمت ہے تو اپنے غلاموں پر تو کیا کچھ ہوگی۔ غرض آپ نماز پڑھ چکے اور دفن میں بھی شریک ہوئے اور اس منافق کے قبر میں رکھے جانے کے بعد حضورؐ نے اپنا لعاب مبارک بھی اس کے منھ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ؔ۲ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ۔ جس میں منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے دفن وغیرہ میں شرکت کرنے کی صاف صاف ممانعت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی ندامت و شرمندگی ہوئی کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی جرأت کی۔ آپ کو ایک کام سے روکنے لگا۔ (میرا کیا منصب تھا حضورؐ تو سب سے زیادہ ہر ایک بات کو جاننے والے ہیں) خیر یہ تو واقعہ تھا اس میں بہت گفتگو اور کلام ہے کہ آپ نے باوجود لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ وارد ہو چکنے کے پھر اس منافق کی نماز کیوں پڑھی مگر یہ تو طالب علمانہ مباحث ہیں۔ طالب علم ان کو خود حل کرلیں گے مگر اس میں اس بات کا بتلانا مقصود ہے کہ حضورؐ نے اس منافق کو اپنا کرتہ کیوں پہنایا اور اس کے مُنہ میں لُعابِ دہنِ مُبارک کیوں ڈالا؟

شراح حدیث نے تو یہ لکھا ہے کہ حضورؐ نے اس کے بیٹے کی خاطر سے جو مخلص مؤمن تھے یہ سب کچھ کیا (تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ حضورؐ کی طرف سے اس کی نجات کی

ؔ۱ کوئی گناہوں کی وجہ سے قید (دوزخ) میں نہیں رہ جائیگا جو آپؐ جیسے سردار کو اپنا امام بنائے۔

ؔ۲ اور مت نماز پڑھیے کسی منافق میت پر کبھی اور مت ٹھہریئے اسکی قبر پر۔ کیونکہ انھوں نے اللہ و رسولِ خدا کے ساتھ کفر کیا اور وہ فسق و فجور پر مرے۔

سعی میں کوئی کوتاہی نہیں رہی۔ آپ نے دعا بھی کردی نماز بھی پڑھ دی۔ اور اپنے تبرّکات بھی عطا فرمادیئے۔ اب بھی اگر مغفرت نہ ہو تو یہ خود اسی کا قصور ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ اس منافق نے جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ (عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک کرتہ پہنایا تھا آپ نے اس کی مکافات میں مرنے کے بعد اُسے کرتہ پہنا دیا (بلکہ مع شئ زاید) یہ سب توجیہات شرّاح نے کی ہیں مگر ان باتوں سے ہم کو شفاء نہیں ہوئی۔ ہمیں تو اپنے استاد علیہ الرحمہ کی بات پسند آئی کہ حضور نے اس منافق کیساتھ یہ معاملہ اس لیے فرمایا تاکہ اُمّت کو یہ ضروری مسئلہ بتلادیں کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو پھر چاہے اس کے پاس لاکھ تبرکات ہوں اور چاہے رسولؐ جیسا شخص اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھ دے اور رسولؐ ہی کا قمیص مبارک اس کا کفن ہو جائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لُعاب دہنِ مبارک بھی اس کے مُنہ میں پڑجائے جب بھی نجات نہیں ہوسکتی اسلیے تنہا ان تبرکات کے بھروسہ پر کوئی نہ رہے چنانچہ عبداللہ بن ابی کے پاس اصلی سرمایہ ایمان کا نہ تھا اس لیے اس کے بارے میں کہا گیا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافقین جہنّم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہیں جس کا عذاب سب سے زیادہ سخت ہے۔ تو اب معلوم ہوگیا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد یا سلسلہ میں ہیں اور ہمارے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرلیا تھا کہ ہماری اولاد میں سے یا اتباع میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے کیا کارآمد ہوسکتا ہے جب تک اپنے پاس کچھ سرمایہ نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی اور ڈرایئے اللہ سے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب خاندان کو جمع کیا اور سب کے ساتھ صاحبزادی صاحبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرکے فرمایا یا فاطمہ بنت محمد انقذی نفسك من النار لا اغنی عنك من اللہ شیئًا۔

اور اپنی پھوپی صاحبہ کو خطاب کر کے فرمایا یا صفیّہ عمّۃ رسول اللہ انقذی نفسك من النار لا اُغنی عنك من اللہ شیئاً اسی طرح سب اعزّہ سے فرمایا کہ اپنے آپ کو جہنّم سے بچالو میں تمہارے کام نہ آسکوں گا یعنی اگر نرے میرے بھروسہ پر رہو گے تو اس صورت میں میں کچھ کام نہ آؤں گا ہاں خود بھی کچھ سرمایہ جمع کرلو تو بے شک آپ کام آئیں گے۔ بس یہ درجہ ہے انتساب اور تبرّکات کا کہ وہ بدون اپنے عمل کے تنہا کافی نہیں ہوتے باقی اپنے پاس بھی کچھ عمل ہو تو پھر وہ ضرور نافع ہیں ان کی برکت کا انکار نہیں ہوسکتا اگر تبرکات نافع نہ ہوتے تو سلف صالحین اس کا اہتمام نہ کرتے حالانکہ سلف سے اس کا اہتمام منقول ہے۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تبرکات دیتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک ایک صحابی کو عطا فرمایا اور حج کے موقعہ پر اپنے بال تقسیم فرمائے۔ اور بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ تبرّکات واقعی کام بھی آتے ہیں مگر نرے تبرکات کام نہیں آتے بلکہ اصل سرمایہ کے ساتھ یہ بھی ملجائیں تو نفع بڑھ جاتا ہے۔ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کھانے کے ساتھ چٹنی اور مربّہ کہ اس سے کھانے کا لطف بڑھ جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص دوستوں کی دعوت کرے اور سارا دسترخوان چٹنی اور مربّوں ہی سے بھر دے تو کیا یہ دعوت ہوگی یہ تو مسخراپن ہوگا اسی طرح جو چیزیں زوائد میں سے ہیں وہ سب ایسی ہی ہیں کہ ان پر حصول مقصد موقوف نہیں ہوتا اور وہ تنہا مقصود سے مغنی نہیں ہوتیں ہاں ضروریات کے ساتھ جمع ہوجائیں تو مفید ہوتی ہیں دیکھو اگر دسترخوان پر چٹنی مربّے نہ ہوں تو وہ دعوت ضرور ہے اور اگر چٹنی مربّہ ہی ہو کھانا نہ ہو تو اُسے دعوت نہیں کہہ سکتے اور دونوں جمع ہوجائیں تو اعلیٰ درجہ کی اور لذیذ دعوت ہوگی۔

اسی طرح تبرّکات نافع ضرور ہیں مگر ان کی نافعیت کے لیے کچھ شرطیں ہیں (یعنی ایمان وعمل صالح) جیسے گورنمنٹ اپنے وفاداروں کی رعایت کرتی ہے بشرطیکہ وہ بغاوت

واقدام جرائم نہ کریں بلکہ تعلیم وتہذیب سے آراستہ ہوکر گورنمنٹ کی اطاعت بھی کریں تو ان کا خیال دوسروں سے زیادہ کیا جاتا ہے اسی لیے سلف نے بزرگوں کی نیک اولاد کا ہمیشہ احترام کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ بھی اپنی اولاد کا خیال رکھتے ہیں۔ میری ایک رشتہ کی پھوپی تھیں جو بچیوں کو پڑھایا کرتی تھیں ہمارے یہاں رسم یہ ہے کہ لڑکیاں گھروں ہی میں تعلیم پاتی ہیں ان کے لیے کوئی زنانہ اسکول نہیں اور نہ یہ مناسب ہے (اس میں بہت مفاسد ہیں جن کا تجربہ رات دن ہوتا رہتا ہے) تو اسی طرح میری پھوپی صاحبہ اپنے گھر پر لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور کسی سے معاوضہ وغیرہ کچھ نہ لیتی تھیں ایک مرتبہ ان کے یہاں ایک سیّد کی لڑکی پڑھنے آئی وہ فرماتی تھیں کہ اُسی روز رات کو میں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا فرماتی تھیں عمدۃ النساء دیکھو ذرا میری بچّی کو محبت سے پڑھانا اسی طرح اور بہت سی بشارتیں اور منامات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے اور آخرت میں اس نسبت سے یہ نفع ہوگا کہ حق تعالیٰ بزرگوں کی اولاد کو انہی بزرگوں کے درجات میں پہونچا دیں گے چنانچہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ اس میں افراط وتفریط دونوں کا علاج کر دیا گیا۔ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور انکی اولاد ایمان لاتے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتے ہیں یعنی کافر و شریر نہ ہوں تو ہم ان کو بھی انہی کے ساتھ ملا دیں گے یعنی گو عمل میں دونوں برابر نہ ہوں مگر پھر بھی سب کو برابر کر دیا جائے گا جیسے کوئی بادشاہ کہیں مہمان بن کر جائے اور اس کا بیٹا بھی اس کے ہمراہ ہو تو وہ بھی اسی جگہ ٹھہرے گا جہاں بادشاہ ٹھہرے گا اب یہاں کسی کو شُبہ ہو سکتا تھا کہ شاید اس برابری کی صورت یہ ہو کہ اوپر کے درجہ والوں کو نیچے کر دیا جائے یا کچھ ان کو گھٹایا جائے اور کچھ ان کو بڑھایا جائے اور اوسط پورا کر کے

درمیانی درجہ دے دیا جاتے تو اس کا جواب دیتے ہیں وَمَآ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ کہ ہم بلند درجہ والوں کے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ بس معلوم ہوگیا کہ برابری کی صورت یہ ہوگی کہ ناقص الاعمال کو کامل الاعمال کے درجہ میں بھیج دیا جاتے گا کاملین کے درجات میں کمی نہ کی جاتے گی اب اس کو سن کر شاید کسی کو ہوس ہوگی کہ پھر ہم کو عمل کی کیا ضرورت ہے تو آگے ایسا فیصلہ فرمایا ہے جس سے اس خیال کا استیصال ہوگیا فرماتے ہیں۔ کُلُّ امۡرِیٍۭٔ بِمَا کَسَبَ رَهِیۡنٌ کہ ہر شخص اپنے کیے ہوئے (اعمال)۔ کے ساتھ مقیّد ہوگا معلوم ہوا کہ عمل کی پھر بھی ضرورت ہے بدون عمل کے یہ دولت نصیب نہیں ہوسکتی۔ یہاں سے یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ شرفِ نسب نافع ہے یا نہیں اس وقت اس بارہ میں غلو ہو رہا ہے۔ بعض تو اسی کو اصل قرار دیتے ہیں اور بعض اس کو مٹاتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے اور دیکھا یہ گیا ہے کہ جو لوگ ذی نسب نہیں ہیں وہی زیادہ تر اس کو مٹاتے ہیں اور دونوں کا منشا تکبر ہے اور جو لوگ نسبت کو اصل قرار دینا چاہتے ہیں وہ بھی بڑا بننا چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی بڑی چیز ہے ہمکو بڑا سمجھو اور جو مٹاتے ہیں وہ بھی بڑا بننا چاہتے ہیں کہ ہم شرفاء سے کسی بات میں کم نہیں ہیں۔ کیوں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں ہے۔ بعض نے تو یہ کیا کہ نسبت ہی کا استیصال کر دیا اور بعض نے یہ کیا کہ اپنے کو کھینچ تان کر شرفاء میں داخل کر دیا۔ میں ایک مقام پر گیا وہاں کی چھوٹی قوموں نے اپنی چار قسمیں کرلیں شیخ، سیّد، مغل، پٹھان اور اپنے محلہ کا نام بھی بدل دیا۔ میں اس جگہ کا نام نہیں لینا چاہتا۔ جب میں وہاں گیا تو مجھ سے بیان کی درخواست کی گئی تو اتفاقاً میں نے نسب ہی کا بیان کیا (حالانکہ مجھے اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی نہ کسی نے مجھ سے کچھ کہا تھا)

تو وہ لوگ بہت ناراض ہوئے جنہوں نے اپنے کو شرفاء میں داخل کیا تھا اور کہنے لگے کہ بھلا یہی مضمون بیان کے لیے رہ گیا تھا وہ یہ سمجھے کہ وہاں شیخ زادوں نے یہ مضمون فرمائش

کر کے بیان کرایا ہے اس لیے وہ شیخ زادوں سے بھی بہت خفا ہوئے (حالانکہ میری یہ بالکل عادت نہیں کہ فرمائشی مضمون بیان کروں. بس وقت پر جو بات دل میں آجاتی ہے بیان کردیتا ہوں) غرض نسبت کے بارے میں یہ غلو ہو رہا ہے اور منشاء اس کا محض تکبر ہے. جنہیں قدرت ہوتی ہے ان کا تکبر زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور جن کو قدرت نہیں ان کے بھی برتاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اپنے کو بڑا بنانا چاہتے ہیں - چنانچہ میں ایک قصبہ میں جس کا نام کاندھلہ ہے گیا ہوا تھا وہاں ایک نائی نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ جو شخص السّلام علیکم کہنے سے چڑے وہ کیسا ہے یہ سوال اُس نے بھرے مجمع میں کیا تھا جہاں وہ رؤسا بھی موجود تھے جو اس شخص کے زعم میں السلام علیکم سے چڑتے تھے وہ بڑے متفکر ہوئے کہ دیکھئے کیا فتویٰ لگتا ہے - میں نے کہا کہ جو السلام علیکم سے چڑے وہ بہت بُرا اور جو السلام علیکم مساوات و برابری جتلانے کیلئے تان کر کہے اور لٹھ سا مار دے وہ اس سے بھی بُرا - چھوٹا آدمی بڑوں کو سلام کرے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بن کر نرمی سے السلام علیکم کہے لٹھ سا نہ مارے بس اس طرح کہے جیسے بیٹا باپ کو السلام علیکم کہا کرتا ہے اس سے کوئی نہ چڑے گا نہ کسی کو ناگواری ہوگی پس کہو السّلام علیکم ہی مگر اس طرح کہو.

جب سائل چلا گیا تو سارے رؤسا ہنسنے لگے اور کہا کہ صاحب بس تم نے مرض کو سمجھا واقعی یہ جب سلام کرتا ہے تو لٹھ سا مارتا ہے جیسے کوئی برابری جتلاتا ہو. اسی سے ہم کو ناگواری ہوتی ہے ورنہ آدمیت سے سلام کرے تو کوئی چڑتا ہے - غرض شُرفا کو تو متکبر کہا ہی جاتا ہے مگر یہ غریب بھی کچھ کم نہیں ہوتے - ایک قصہ اس کے مقابل مجھکو یاد آگیا کہ ایک نائی کسی کا خط لے کر ایک قصبہ میں گیا وہاں جاکر اس نے السّلام علیکم کہا تو شیخ زادوں نے اسے خوب پیٹا اس نے پوچھا کہ حضور پھر کیا کہوں لوگوں نے کہا حضرت سلامت کہا کرو اس کے بعد نماز جمعہ کا وقت آیا تو جب امام نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو اس نائی نے پکار کر کہا حضرت سلامت ورحمۃ اللہ، حضرت سلامت ورحمۃ اللہ.

امام نے اس کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے اس نے کہا کہ حضرت میرا قصہ سُن لیجئے بات ہے یہ کہ میں نے یہاں کے رئیسوں کو السلام علیکم کہہ کر سلام کیا تھا تو انہوں نے مجھے بہت مارا اور یہ کہا کہ حضرت سلامت کہنا چاہیئے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اگر کہیں فرشتے بھی السلام علیکم سے خفا ہو گئے تو ان میں ایک فرشتہ ملک الموت بھی ہے وہ تو میری جان ہی نکال لیں گے اس لیے میں نے نماز میں بھی حضرت سلامت ہی کہا۔ اس پر امام صاحب نے وعظ میں ان رئیسوں کی خبر لی کہ یہ کیا واہیات ہے تم لوگوں کو طریقِ سُنّت سے منع کرتے ہو۔ سو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ ایک اور قصہ یاد آیا کانپور میں ایک دفعہ میرے پاس دیہات کے ایک قاضی صاحب تشریف اور السّلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں کہنے لگے کہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا فرمائیے کہنے لگے کہ اس عملداری میں شرفا اور غربار میں بالکل مساوات ہو گئی ہے البتہ صرف ایک فرق السلام علیکم کا رہ گیا تھا۔ ہمارے مولویوں نے یہ بھی اٹھا دیا سب کے لیے وہی السّلام علیکم۔ میں نے کہا قاضی صاحب شرفاء و غربار میں جو فرق ہے تو وہ دینی امور میں ہے یا دنیوی امور میں اگر دینی امور میں بھی ہے تو جا کر اپنے شہر میں غربار سے کہہ دیجئے کہ ظہر و عصر و عشاء کی تین رکعت پڑھا کرو اور مغرب کی دو اور صبح کی ایک اور اگر وہ نہ مانیں تو تم چار کی پانچ تین کی چار اور دو کی تین پڑھا کرو تاکہ برابری نہ ہو جائے۔ وہ بہت ہی چپ ہوئے پھر میں نے کہا کہ اب تبلائیے کہ السلام علیکم دین کا کام ہے یا دنیا کا ظاہر ہے کہ دین کا کام ہے پھر اس میں امیر و غریب کا فرق کیوں ہو باقی دنیوی امور میں فرق کرنے سے ہم منع نہیں کرتے یہی فرق بہت ہے کہ تم سب سرہانے بیٹھتے ہو اور غربار پائینتی پر بیٹھتے ہیں (اگر کوئی غریب آدمی امیر کی برابر سرہانے پر چڑھ کر بیٹھے گا تو ہم اسکو ضرور منع کریں گے) غرض نسبت کے باب میں جانبین سے یہ غلو ہو رہا ہے کہ بعض نے اسی کو اصل قرار دے لیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بالکل کوئی چیز نہیں ہے اس لیے اس میں اس کا فیصلہ کرتا ہوں جو اسی آیت کے مضمون سے اور اسی مقام سے مستنبط ہوتا ہے۔ میں پوچھتا

ہوں کہ اس وقت جو لوگ شریف ہیں اور اپنے کو صدیقی یا فاروقی یا سیّد کہتے ہیں تو وہ بتلائیں کہ ان کے اسلاف میں شرف کہاں سے آیا ظاہر ہے کہ یہ حضرات منتسب الیہم چونکہ دین میں کامل تھے اس لیے ان کی طرف انتساب سببِ شرف ہو گیا تو اصل وجہ شرف دین و ایمان ٹھہرا۔ یہی سبب ہے ہمارے اسلاف کے شرف کا اور اُسی وجہ سے اُن کی طرف انتساب بھی سببِ شرف ہو گیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس کے ساتھ وہ حضرات عالی خاندان بھی تھے مگر تنہا یہی سببِ شرف نہیں (کیونکہ عالی خاندان تو ابو جہل و ابو لہب بھی تھے مگر ان کی طرف انتساب کسی کو بھی گوارہ نہیں) بلکہ اِس کے ساتھ چونکہ اُن حضرات کا کمال دین بھی مل گیا ہے اس لیے انتساب میں شرف آگیا ہے تو یہ بالکل بے اصل چیز نہیں ہے بلکہ شریعت نے اس شرف کا اعتبار کیا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی چنانچہ دنیا میں اس طرح اعتبار کیا گیا ہے کہ حدیث میں حکم ہے کہ نکاح اکفاء میں کیا کرو اور شریعت نے کسی شریف زادی کا کفو غیر شریف کو نہیں مانا اور آخرت میں بھی اتنا نفع ہے کہ جو شخص ان شرفاء کی اولاد میں ہو گا وہ اگر ایمان و عمل صالح کو اختیار کرے تو اس کو دوسروں سے کچھ زیادہ ملے گا اور جنّت میں وہ اپنے اسلاف کے درجہ میں ہو گا۔ گو اعمال اس درجہ کے نہ ہوں لیکن یہ نفع کچھ عرفی شرفاء ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر کوئی معمولی شخص بھی ولی ہو تو اس کے بیٹے کو بھی وہی نفع حاصل ہو گا۔ جو ان شرفاء کے بیٹوں کو ہو گا۔ غرض شرافت میں آخرت کا بھی نفع ہے مگر وہ اصطلاحی شریف کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی مقبول عند اللہ ہو گا۔ اس کی طرف انتساب نافع ہو گا۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ شرفِ نسب نافع نہیں، نافع ضرور ہے مگر وہ شرفِ انتسابی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو شریف عند اللہ ہو اس کی طرف انتساب نافع ہے خواہ وہ تمہاری اصطلاح کے موافق شریف ہوں نہ ہوں۔ پس آخرت میں تو شریف اور غیر شریف میں اس طرح تفاوت ہو گا باقی دنیا میں تو تفاوت ہے ہی کہ غیر شریف کو شریف زادی کا کفو نہیں مانا گیا۔ (نیز عقل و فہم تہذیب و اخلاق وغیرہ میں بھی شریف و غیر شریف کا تفاوت ظاہر ہو جاتا ہے) مگر اس کا یہ اثر

نہ ہونا چاہیئے کہ تم دوسروں کو ذلیل سمجھو بس ایسا تفاوت سمجھنا چاہیئے جیسے چھوٹے بھائی اور بڑے بھائی یا باپ اور بیٹے میں اور حاکم و محکوم میں ہوا کرتا ہے اس تفاوت کا یہ اثر نہیں ہوا کرتا ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے کو یا باپ بیٹے کو حقیر سمجھنے لگے یہ فیصلہ ہوا اس اختلاف کا۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا اصل میں میں یہ ذکر کر رہا تھا کہ نرا انتساب کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایمان و عمل صالح بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ سے مضمون صاف طور سے نکل آیا پس اب کسی کو اس پر قناعت نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم بزرگوں کی اولاد یا سلسلہ میں ہیں یا ہمارے پاس ان کے تبرکات ہیں۔ بلکہ ایمان و عمل کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ اس انتساب کی برکت بھی کام دے گی ورنہ بے کار ہے۔ یہی مضمون[1] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا سے بھی مستفاد ہوتا ہے کیونکہ اس میں مقبولیت کا مدار ایمان و عمل صالح ہی کو ٹھہرایا گیا ہے معلوم ہوا کہ ان کے سوا اور کوئی شئی مدارِ کار نہیں بلکہ زوائد کی قبیل سے ہیں۔ ۱۲

---

[1] بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب خدائے رحمٰن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

الانصاف فی حدود الاختلاف

تالیف

الداعی الی اللہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امت میں اختلاف وانتشار پر شدید قلق و بے چینی رہتی تھی اور حضرت کسی ایسی کتاب کیلیے فکرمند تھے جس سے امت میں باہمی اخوت ومحبت اور صحیح اسلامی تعلقات قائم ہوں۔ چنانچہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب دام مجدہم خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ کتاب تالیف فرمائی۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اسے بے حد پسند فرمایا اور اس کا نام "الانصاف فی حدود الاختلاف" تجویز فرمایا۔

اس کتاب میں جہاں اخوت واتحاد اور باہمی تعلقات کی ترغیب پر مشتمل قرآنی آیات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے اقتباسات ہیں۔ وہیں امت کا درد رکھنے والے دو مجاہد بزرگ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہما کی ایسی تقریریں شامل ہیں جس کے لفظ لفظ میں ان کے دلوں کا درد موجزن ہے۔

اعلیٰ کاغذ عمدہ کتابت اور بہترین آفسیٹ طباعت۔ ہدیہ صرف -/۱۰ روپے

ملنے کا پتہ

شعبۂ تصنیفات علمیہ

مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دار المسافرین دیوبند یوپی

MADRASA ISLAMIA ASGHARIA

Darul - Musafireen

DEOBAND-247554 (SRE.) U.P. India